

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
 اور سب مل کر اللہ کی رسی کو پکڑ لی
 سے تمام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو

حبِ اللہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ
 آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ---- (البقرہ: ۱۶۵)

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کے مقابلے
 میں (دوسروں کو اُسکا) ہمسر بناتے ہیں (اور اُن سے
 اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ سے
 کرنی چاہیئے۔ اور جو مومن ہیں وہ تو سب سے
 بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

الهامی ادب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا
السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۚ الَّذِينَ
يُفْقُونَ فِي السَّرائِ وَالضَّرَائِ وَالْكَاطِمِينَ الْغَيْظَ
وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

(سُورَةُ الْعَمْرَانِ : ۱۳۳، ۱۳۴)

”اور تیزی دکھاؤ اپنے پروردگار کی مغفرت اور اُس جنت
کی طرف، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جیسی ہے (اور) جو
مُتَّقِیوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ (وہ لوگ) جو فراخی اور تنگی ہر حال میں
(اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، غصے کو پی جانے اور لوگوں کو
معاف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ (ایسے) احسان کرنے والوں کو
محبوب رکھتا ہے۔“

حبل اللہ

اس شمارے میں

ترتیب

۱۔ حدیثِ دل

اداریہ

۲۔ یُخَدِّ عُوْن

منور سلطان

۳۔ مُوسٰی علیہ السلام

نسیم الدین خرم

۴۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا

انیس الدین

۵۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا

ام سارہ

۶۔ قافلہ ہے رواں دواں

شکیل الرحمن ارشد ظفر

۷۔ سلسلہ سوال و جواب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

سعید احمد

مُحَمَّد اعظم خان

مُدير

انیس الدین

ناٹب مُدير

مُحَمَّدی نکل

يعقوب علی

سَعِيد احمد

طارق نسیم

منور سلطان

معاونین



تحریکیت ساتھیوں سے اپیل

تحریک کو جاری رکھنے

اور حبل اللہ کی اشاعت کو ممکن

بنانے کے لئے حسبِ توفیق بال تعاون

مُرور فرمائیے

یہ مجلہ بلا قیمت تقسیم کیا جاتا ہے

مقام اشاعت

مرکزی دفتر۔ مسجد توحید

آر۔ جی ریلوے کوارٹرز، پوسٹ بکس نمبر ۷۲۸

کیماڑی۔ کراچی



کیا مایہ نیک مقرر ہے یہ لوگوں کی فہم میں یہ گویا روحانی ترقی ہے اور وہ مادی ترقی! جب انسان اپنے خالق و مالک اور رب و جلّال کے قہر و غضب کو بھڑکانے میں اس طرح بے باک ہو جائے تو پھر کیا اس نفس پرستی اور شیطان کی دست بستہ ندامت کی پاؤں میں اس کے لئے یہی کچھ نہ اور نہیں؟ اللہ کی کتاب تو یہی بتاتی ہے۔

بعثت اکسبت ایدی الناس لئلا یضلوا بعض الذی عملوا
..... (الروم) یہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے سبب ہے تاکہ ان کے بعض
گروہوں کا ان کو مڑا پنکھا یا جائے۔ اعیانہ پابند!

تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں انسانوں کی اکثریت نے اس حیات بخش اور
انقلاب آفریں اصلاحی پیغام کی قدر نہ کی جو اس کے حقیقی مصلح اور سچے خیر خواہ یعنی
انتخابِ مشیم السلام لے کر آتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کے
ذریعے دین اسلام کو مکمل اور غالب کر دیا گیا۔ بلاشبہ نئی نوع انسان کے لئے یہ
اللہ رب العالمین کا عظیم انعام تھا کہ اس کی ہدایت کے لئے کتاب اللہ اور سنت
رسول کی صورت میں ایسا جامع (مکمل) مظاہر فرمایا گیا اور پھر اس کو قیامت تک کے
لئے محفوظ بھی کر دیا گیا۔ جن خوش نصیبوں نے اس دعوت کو قبول کیا، ان کی رسول اللہ
ﷺ نے قرآنی آیات کے ذریعے تربیت فرمائی۔ ان کے اخلاق و کردار کی بہترین
انداز سے تعمیر ہوئی اور آہستہ آہستہ مراحل سے گزرا کہ ان کو پختہ کار بنادیا گیا۔ پھر حق و
باطل کی تمیز کے آخری مرتبے یعنی قتال فی سبیل اللہ کے بعد ان کو فتح و کامرانی سے
نوازا گیا۔ اس طرح شرک سے مجتنب ہو کر ایمان کی شرط پوری کرنے والوں کے
ساتھ وعدہ اختلاف پورا ہوا۔ اللہ کا دین غالب ہو گیا اور اللہ کی زمین پر امن و سکون
اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا۔

اسلام کی تاریخ کا یہ پہلو بھی بہ اہم اور قابل غور و فکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس
عظیم مشن کی تکمیل کے لئے روم اور ایران جیسے معروف تہذیبی مراکز اور ترقی یافتہ
معاشرہ کے بجائے عرب کے ریگ دار ارضیں منتخب کئے تھے۔ تہذیب و تمدن سے عاری
اور نامساعد و چارواہوں کو ہی کیوں منتخب فرمایا۔ بظاہر تو یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس
دور کی مہذب دنیا کے عالم فاضل اور نفیس و شائستہ لوگ اللہ کے دین کو بہتر طور پر سمجھنے

آج پھر اللہ کی زمین علیہ السلام فی البر والبر کے مصداق مقتدر
فساد کی آماجگاہ بن گئی ہے۔ ہر طرف خونریزی، لوٹ مار اور دہشت گردی کا بازار گرم
ہے۔ دنیا میں کہیں بھی جان و مال محفوظ ہے اور نہ عزت و آبرو۔ انسان گویا درندہ بن
گیا ہے، اپنے ہی جیسے انسانوں کے خون کا پیاسا۔ اس نام نہاد تہذیب و تمدن اور
سائنس و ٹیکنالوجی کے لحاظ سے بام عروج پر پہنچے ہوئے دور میں انسانی معاشرے کی
ہستیاں اجڑ رہی ہیں۔ خاک و خون اور آگ و دھواں سے اس کی فضا کی ہر طرح
آلودہ ہیں۔ امن و سکون کا کہیں نام و نشان باقی نہیں رہا۔ کسی ستم ظریفی ہے کہ ایک
طرف ظلم و آخرت سے بے نیاز معاشرے میں تہذیب و تمدن اور ترقی کے نام پر فحاشی
و عریانی، حرام خوردی، ظلم و جور اور ہر قسم کی فکری آزادی اور بے راہروی عام ہے تو
دوسری طرف مذہب کے نام پر ہت پرستی، قہر پرستی اور توہم پرستی کی صورت میں
شرک کی گرم بازاری ہے۔ غیر اللہ سے التجا و استمداد پر مبنی پکاروں اور ان کی نذر و
نیاز کی شکل میں اعیانہ کی اور اللہ کے نیک بندوں (حقیقی و نام نہاد) کی پوجا پاٹ کا
سلسلہ جاری ہے۔ لوگ اسی گویا بیداری سمجھتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی محبت
کے بلند بانگ و دعویٰ اور نعروں میں مست و مگن ہیں۔ چنانچہ یہ آستانے نہ صرف
کفر و شرک کے مراکز بنے ہوئے ہیں بلکہ ہر قسم کی فحاشی اور لوٹ مار کے اڈے ہیں۔
جہاں مال کے ساتھ ساتھ لوگوں کا ایمان بھی لٹ رہا ہے، یہاں تک کہ آئندہ ہمیں بھی
ان کے جعلی تقدس کی بھیشت چھوڑ دی ہیں۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ محراب و منبر سے
ان کی سرپرستی ہو رہی ہے اور اقتدار والے بھی ان کے حافظ و نگراں بنے ہوئے ہیں
بلکہ حصہ بقدردہش کے تحت ان سے کھانا کھا رہے ہیں چنانچہ اس مفاداتی کشمکش کی تازہ
مثال ملک کے ایک معروف آستانے میں واقع مینہ "بہشتی دروازے" کے وقت پر
نہ کھلنے کی وجہ سے ہزاروں کا شمار ہونے والے بہت سے پرہیزگاروں کی ہلاکت ہے۔

کے زیادہ اہل ہوں گے، لیکن کائنات کے دانا اور عظیم و عظیم رب نے اس منصب کے لئے اپنے امتداد کا مستحق کائنات کو اوقات علوم و فنون سے بے بہرہ وقت کے تہذیبی اقداروں سے نا آشنا اور ترقی کی نعمتوں سے محروم، سمجھ و پانی پر گزارہ کرنے والے ساوہ مزاج کے حامل اور بددیانت ماحول میں پروان چڑھنے والے دہانوں ہی کو مگرانا۔ رب کائنات کے حکیمانہ فیصلے کے مطابق یہی لوگ اس کے عطا کردہ حسن فطرت سے اپنے آپ کو زیادہ آسانی سے ہم آہنگ کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ دعوت حق اسی ساکناخ زمین سے اٹھی اور دنیا نے دیکھا کہ بہت ہی کم وقت کے اندر انہوں نے اللہ کے عطا کردہ پوری طرح اپنے اندر جذبہ کر لیا۔ اس دعوت کا ساتھ دینے والے ان نافرستہ و بیروں، جنہیں دنیا نے ٹکڑے ٹکڑے رکھا تھا، آزمائش کی بھیجی تھی تیارانے اور تعلیمات الہی کے مطابق ترائشنے کے بعد ان جو بری اوصاف کا حامل بنا دیا گیا کہ انہوں نے اقامت عالم کی امامت کا منصب سنبھال کر انسانی تاریخ کا ایک ایسا روشن باب رقم کیا جس کی چمک دمک سے عالم انسانی جگمگا اٹھا۔

رسول اللہ ﷺ کی تربیت میں کیسے کھڑے اور محنت والے افراد تیار ہوئے، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ملکی دور کے روٹھے کھڑے گردینے والی ایڑائیں اور ستم رانیاں ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی تزلزل پیدا نہ کر سکیں۔ ہجرت کے بعد انصارہ مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کر کے انہیں ایک گروہ کی حیثیت سے تیار کیا گیا اور ایمان میں کمزوری دکھانے والوں (منافقین) کو یہ کہہ کر بھیج دیا گیا کہ:

”یہ وہ نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یا ایک دوسرے کے دوست ہیں (انہما ہ)

نہیں) اور جو ان کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے سمجھا جائے گا۔“ (البقرہ: ۱۷۷)

ان پر واضح کر دیا گیا کہ تم میں سے جو بھی اللہ کے دین کے تقاضے کو کما حقہ پورا نہ کرنا چاہے اور اس طرح دین سے پھر جائے تو اللہ کو اس کی پروا نہیں، وہ ان کی جگہ ایسی قوم کو لے آئے گا جن کے اندر یہ اوصاف ہو سکیں:

”اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے،

مومنوں کے ساتھ نرم ہوں گے اور کفار کے مقابلے میں سخت،

اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کومت لایم کی پروا نہ کریں گے۔“

(البقرہ: ۱۷۷)

بدقسمتی سے موجودہ ”عالم اسلام“ عقائد و نظریات میں یکاثر کی وجہ سے اپنی اصلیت سے ہٹ چکا ہے۔ ایمان کے دعویداروں میں مطلوبہ صفات کا فقدان ہے۔ اس لئے ان کی عظیم اکثریت جہاں عملی طور پر ذہنی مروت اور بے راہروی کا شکار ہے، ان کے اعمال شرک و بدعات سے پراگندہ ہیں، وہاں ان کا یا ہی اتفاق و اتحاد بھی پارہ پارہ ہے۔ اور یہ ”واغتنصنوا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا“ کے واضح حکم رہنمائی کے برخلاف مختلف فرقوں اور مسلک میں بٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ جنہیں شرک سے پاک ایمان کی شرط کے ساتھ سرفرازی اور غلبے کی منابت دی گئی تھی، آج

وہ اسی ایمان میں خرابی (شرک کی آمیزش) اور تفرقہ پر دازی کی وجہ سے پستی و مغلوبیت اور انتہائی زلیوں کا شکار ہیں۔ جن کو اس دین کا امین بنایا گیا تھا جو سارے عالم کے لئے امن و سلامتی کا پیغام ہے، آج انہی کو عالمی سطح پر اپنے خلاف دہشت گردی کے الزام کا سامنا ہے۔ جن کی جمعیت یا بھی اتفاق و اتحاد اور اخوت و محبت کے جذبات سے لبریز ہوا کرتی تھی، آج وہ ”مختصنہم حصنہما و قلوبہم غشی“ کی عملی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے آج غیر اقوام ان کو ترنوالہ سمجھ کر، ان پر بغاوت کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دے رہی ہیں۔ اور یہ ایسے شدید حالات میں بھی اللہ سے رجوع کر کے اپنے ایمان کی اصلاح کرنے کے بجائے محض ذاتی مقاصد کے تحفظ کے لئے بے اصول تدابیر کرتے نظر آ رہے ہیں۔ ان کے پیشوا بظاہر اتفاق و اتحاد کی باتیں کرتے پھرتے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ اتفاق و اتحاد کس بات پر؟ کاش کہ ان کو یہ آسان سی بات سمجھ میں آجائے کہ ان کے مابین اتفاق و اتحاد صرف اور صرف ایمان پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور ایمان اللہ کے نزدیک وحی قابل قبول اور معتبر ہے جو شرک کے رد اور طاعت کے کفر پر مبنی ہو۔ چنانچہ اصلاح و انوال کے لئے آج جس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ اسی ایمان کی دعوت ہے۔ جو سارے انبیاء و عظیم السلام کی مشترک سنت ہے۔ عقائد و نظریات کی صفائی و دوبارہ کام ہے جس پر ساری انسانیت کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔ تمام انبیاء و عظیم السلام کی دعوت، کفر یا طاعت اور مشرکانہ عقائد کے رد کے بعد اللہ وحدہ لا شریک کی بندگی اختیار کرنے کے بنیادی نکتے کے گرد گھومتی ہے۔ قافلہ انسانیت میں جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کر کے اس کو اللہ کی مخلوق تک پہنچانے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کی حفاظت فرمائی بلکہ انہیں اپنی تابید و نصرت سے نواز کر سرفرازی عطا کی۔ لیکن انہوں کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کی ”اسلامی دنیا“ اس دعوت کے تعلق سے بے پرواہ ہو کر طاعت پرستی اور طاعتی قوتوں کی حاشیہ برداری میں لگی ہوئی ہے۔ اس کے نہ بھی پیٹھ و تفرقہ بازی اور مسلک پرستی کے پشتیان بنے دین کے ذریعے کاروبار میں مشغول ہیں جبکہ اس کے ”دانشور“ عقیدہ و ایمان کے خون پر پیچ سارے طاعتی نظریات کے موئید و ترہان بن کر مادی مقاصد سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے نام سے منسوب یہ اہم و کثیر، مگر پورا افروزی قوت اور بہترین وسائل رکھتے اور دنیا کے اہم ترین خطہ ہائے زمین پر مقیم ہونے کے باوجود ہر اعتبار سے باطل قوتوں کا دست نگر ہو کر ہجرت کا نشان بنا ہوا ہے۔ مگر اس ناکامی پر احساس زلیاں کی ہلکی سی کک یا لبر بھی کہیں سے انہجرتی نظر نہیں آتی (الامام شاہ اللہ)۔

اللہ تعالیٰ اس احساس کے ساتھ اپنی بارگاہ میں رجوع کرنے اور اصلاح احوال کی طرف پیش قدمی کرنے کی توفیق اور محنت سے نوازے! آمین

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

يُخْدِعُونَ

تحریر: منور سلطان

موجودہ امت بھی ان سے کسی طرح بچنے نہیں۔ اپنے باپ دادا کی روش پر چلنے میں جس طرح وہ خود کو گمراہ نہ سمجھتے تھے اسی طرح یہ بھی اپنے آپ کو ہدایت و نجات یافتہ سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح سے ظلم صادق و عین کی یہ عین عین کوئی طرف و طرف درست ثابت ہوتی ہے کہ

لَتَشْعُرَنَّ نَسْنُ مِنْ كَذَلِكَ فَلْيُكْفِرُوا بَشَرًا مُفْتَرًا
بَلَدِرَاجَ حَتَّىٰ لَوْ رَحِلُوا لَخَفِرَ مِنْهُمْ سُبُحَتْنُوهُ فَكَفَرُوا

الحجرات: ۱۸ (الانصاف: باب قول النبی ﷺ لَتَشْعُرَنَّ)
"تم لوگ ضرور اپنے سے پہلے والوں کی ایسا ایک باتیں اور ایسا ایک باتیں کرو گے، حتیٰ کہ اگر وہ گمراہ کے بل میں گئے ہوں گے تو تم بھی جاؤ گے۔"

گزشتہ امتوں کی کون سی صفت ہے جو اس آخری امت میں نہیں پائی جاتی۔ قوم شعب کی تجارت میں دھوکہ دہی، کم تولنا، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، قوم لوط کا غیر فحری سدوی فعل، قوم ہود کا مہلک عادت اور یادگار میں تعمیر کرنا، زمین میں قساو پھیلا نا، دہشتی کرنا، قوم صالح کا عاقلانہ مکانات بنانا، یحییٰ اور تجارت میں غرق ہو کر آخرت سے غافل رہنا، قوم نوح کا اپنے اولیاء کو بوجہ ایمان کی قبروں پر مزارات بنانا اور یہاں مراسم عبودیت، جلالا نا، دنیاوی لحاظ سے کمزوروں کو حقیر سمجھنا، قوم ابراہیم کی استقام اور مظاہر پرستی کی طرح مقدس مقامات کی پوجا پاٹ، کفریہ شریکے افعال، عداوت و بدعات، یہودیوں کا دین کو پیشہ بنانا، اللہ کی آیات کو چٹا، اللہ کی آیات میں تحریف کرنا، دشمنت خوری، پیسے لے کر احکام دین بدل دینا، حق کو چھپانا، دین میں فرقے بنانا، نصاریٰ کی ربانیت، خانقاہیں و درگاہیں، عبادت گاہوں میں بدکاری، اپنے مشائخ کو رب بنا دینا، ان کے جائز کئے ہوئے کو جائز اور ناجائز کئے ہوئے کو ناجائز تسلیم کرنا، دین میں غلو کرنا، حق میں باطل کی آمیزش وغیرہ وغیرہ و قدام غرایاں بدرجہ تمہیدی پائی جاتی ہیں۔ اور ستم یہ کہ ہر فرقہ و مسلک، عظیم و جہالت، عرب و گروہ، اور ہر مکتبہ فکر خود کو کئی نجات و خلاص یافتہ گردانتا ہے۔ ان کے دھرم میں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے نبی ﷺ نے الانزال طائفة من امتی حطہ میں علی الحق (۱) فرمایا اور جن کی صفت مالا علیہ و الصالحات (۲) فرمائی۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے اس امت کے عین عین ملک اور ملک صاحب فکر کے

انصَحُوا مَا أَنزَلَ الْكُفْرُ مِنْ دِينِكُمْ وَلَا تَبْغُوا مِنْ دِينِهِ
اولیاء: ۱۸ (تحریر: ۱۸)

"(لوگو! جو دین تمہارا ہے اس کی طرف سے نازل ہونے والی باتیں اس کی اتباع کرو اور اس کے سوا اولیاء کی پیروی نہ کرو۔)"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن و سنت کے ذریعے راسخ و نیا جگہ کے انسانوں کی ہدایت کا ایک جامع اور بے نظیر انتظام فرمادیا ہے اور درج بالا آیت اور اس میں دیگر متوجہ آیات میں اس نازل شدہ وحی کی اتباع کا ہمراست ظہور دیا ہے۔ اور اس آیت میں تو دھرم فرمادیا کہ اس منزل میں اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی پرستش ہی نہ کی جائے۔ مالک کی طرف سے نازل شدہ آیات میں ہر امر ہدایت ہے، رحمت ہے، خوشخبری ہے (احمل: ۲، صاف: ۳، یوسف: ۲، یحییٰ: ۱۸) اور نجات کی راہ ہے (الزمر: ۱۱) جس کی اتباع گمراہ نہ ہونے کی ضمانت ہے

فَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ لَا يَتَّبِعُ مَا أَنزَلَ اللَّهُ

"جو مریضی و گمراہی کی پیروی کرے وہ گمراہ اور گمراہی سے کوئی نکلے ہوگی۔"

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَرَكِبْتُ فَبَكَرْتُ الصُّرُوفَ لَنْ تَصْلُوا مَا تَسْتَكْبِرُونَ
تَكْتَابُ اللَّهُ وَتَسْتَفْزِئُونَ لَوْ لَمْ يَأْتِ بِمَا تَكْتَابُ

"میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، وہ یہ کہ ان سے چھپو، وہ ہے کہ تم گمراہ نہ ہو گے، (وہ ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔"

لیکن یاد رکھو کہ ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جو طرز و فعل گزشتہ امتوں کا ہوتا تھا کہ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ انصَحُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَسْبِعُ مَا الْفَيْتَا عَلَيْهِ آبَاءُ مَا أَفْلَحُوا

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ انصَحُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَسْبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءُ مَا أَفْلَحُوا

"باب ان سے کہا جاتا تھا کہ اس کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے کہ (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔"

لَنَا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أَمَةٍ وَآلَانَا عَلَىٰ الْفِرَاقِ مُتَفَرِّقُونَ
(الزمر: ۱۳)

"ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم (قدم ہدم) انہی کے اذات کی پیروی کر رہے ہیں۔"

(۱) میری امت میں ایک گروہ ہوا جس نے ان کے ساتھ اپنے باپ دادا کی پیروی کی۔
(۲) "میں نے ان میں اور ان کے ساتھ اپنے باپ دادا کی پیروی کی۔"

100-12411

اس مضمون میں آپ کے سامنے دو ایسے فرقوں کی حقیقت بیان کی جا رہی ہے جو اپنے دعوئی نجات و فلاح میں دوسروں کی نسبت شدید تر ہیں۔ کچھ فرقے اور مسلک تو نبی ﷺ اور انوادی علی رضی اللہ عنہ کی جھوٹی محبت کے دعویدار ہیں تو کچھ اپنے اکابرین کی اتباع و پیروی کے۔ لیکن ان میں سے جمعیت اشاعت التوحید والسنہ اور الحمد للہ کا دعوئی قرآن و حدیث کی پیروی کا ہے۔ آئیے قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں ان کی تحریروں کی بنیاد پر ان کے دعووں کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔

اس تنظیم سے وابستہ افراد پنجاب میں "اشاعتی" اور "معمانی" اور صوبہ سرحد میں "شیخ جبرینی" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ انہی دو صوبوں میں ان کے بیج و کار زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اس تنظیم نے اپنا ایک تحریری دستور بنا رکھا ہے جس کی دفعات و شقات میں اس تنظیم کے اغراض و مقاصد، طریقہ کار وغیرہ وضاحت کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں۔ دستور کی ابتداء میں سورۃ یوسف کی آیت ۴۰، النساء ۵۹، الاحزاب ۴۰ اور البقرۃ ۱۳۷ کو نمایاں طور پر لکھا گیا ہے جس سے یہ اثر ملتا ہے کہ ان آیات کے مطابق یہ لوگ صرف اللہ کے حکم کو ہی حرف آخر سمجھتے ہیں، اسی کی بندگی کرتے ہیں، مقاصد امور میں صرف قرآن وحدیث سے رجوع کرتے ہیں، محمد ﷺ کو آخری نبی سمجھتے ہیں اور صحابہ کے ایمان کو نمونہ و مثال مانتے ہیں۔ لیکن پہلی ہی دفعہ میں جماعت کا مسلک بیان کرتے ہوئے دوسری شے میں اصل حقیقت بیان کر دیتے ہیں کہ مولوی حسین علی الہوانی جو دیوبندی عالم رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے، کے مسلک سے تمسک ان کی جماعت کی شرط لازم ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے گھنے ہوئے دعوے کی خود ہی تردید فرمادی۔ اگرچہ انہوں نے علمائے دیوبند کے مستند عقیدے "قبر میں حیات النبی" سے بظاہر اختلاف کیا ہے جس کی وجہ سے آج کے علماء دیوبند انہیں گمراہ قرار دیتے ہیں مگر تاہم وہ خود دیوبندی مسلک کا پیرو ہی مانتے ہیں، دیوبندی مسلک کو "حق" گردانتے ہیں اور اسی کی ترویج و

دارالعلوم کراچی کے چار مفتیوں کے دھمکے سے جاری ہونے والے فتوے مارچ ۲۰۱۵ء تک جاری رہے۔

اشاعت کرتے ہیں۔ ان کی تقریریں و تقریریں اس پر شاہد ہیں۔ گھمراٹ (۱۹۷۳ء) جیڈ کوڈز ہے، اسے شائع ہونے والا ماہنامہ ”نغمہ“ توحید اور سرگودھا سے چھپنے والا ماہنامہ ”گلستان“ اور ماہنامہ ”بخاریین“ اس تنظیم کے داعی و مبلغ برآمد ہیں۔ تو ۱۹۹۴ء کے نغمہ توحید میں رسالے کے مدیر اعلیٰ اور جمعیت کے اس وقت کے ناظم ضیاء اللہ شاو بخاری کی ایک تقریر شائع ہوئی جو انہوں نے شیخ موصوفہ مرحوم میں اس تقریر میں انہوں نے فرمایا:

”لو جو انو لو جو بندیت کا قافلہ قلندر حق تھا۔“ (ص ۳۶)

[illegible]

یہی شاہ صاحب اس سے پہلے جون ۱۹۹۲ء کے نفر تو حید میں بصیرت کے اس
ایوبندی تعلق کو ان الفاظ میں بصراحت واضح کر چکے ہیں:

”مہ گئے بائیان دیوند رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ان کی عقیدت تو ہم اپنے لئے
خاصیت عزت و نفرت سمجھتے ہیں۔ ان کی تو بین اکا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے۔ اپنے زمانے کے
قلب دار دنیا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ الف الف رحمۃ تو ہمارے لئے خلافتی جہاد
نور ہیں۔ ہمارا مشن اور ہماری تعلیم قرآنی ان کے واسطے سے سید الانبیاء علیہ السلام تک پہنچ
ہے۔ اکابر حجاز و یونانی شاہدہ انوار علیہ السلام کے خلافتی اکابر ہیں۔“ (ص ۶۰)

جون ۱۹۹۲ء کے نفر تو حید میں اسی جماعت کے ایک دوسرے عہدید ار کی تقریر کے
الفاظ بھی ملاحظہ ہوں:

”جو مقام اسلام کی خاطر دارالعلوم دیوبند کی اصلاح کرنا چاہو جماعت اشاعت التوحید والرشاد کو حاصل ہے، لیکن ایزدی دہکسی اور عظیم کو نصیب نہیں ہوا۔“ (ص ۵۳)

بخاری صاحب نے دیوبندوں کی ایک وقیفی تحکیم تبلیغی جماعت کے لئے لکھا:

”من لو آج نو یونہ ان اکھنہ میں، دل کی بات کہنا چاہتا ہوں، مکان کھول کر منہ تبلیغی جماعت کے چیلوں میں ڈال ہے۔“ (نو نو عیدتہم، ۱۹۹۵ء، ص ۸۳)

قرآن و حدیث کی خدمت کی دعویہ اور جمعیت اشاعت التوحید والینہ جس فرقہ و مسلک سے تعلق پر نازاں و شاداں اور جس کی تعریف میں خلوی حد تک رطب اللسان ہے، وہ وہی گروہ ہے جس کے قرآن و حدیث کے خلاف عقاید کی نشان دہی دہا رہے۔

دارالعلوم کراچی کے چار مفتیوں کے دھمکے جاری ہوئے والے فتوے کو رد فرمایا اور ۱۳۶۳ھ میں اشاعت التوحید والحد کے ”شیخ القرآن“ علامہ اللہ کی تعمیر خواجہ القرآن کی اشاعت اور معاذ اللہ کاباقر قرار دیتے ہوئے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اشاعت التوحید کے کھمبین غلامی صاحب نے عقد العنان فی علق حولہ القرآن کے عنوان سے اس فتوے کا بڑی جتنی سے جواب دیا جو جنوری ۱۹۹۳ء کو فتوہ حید میں شائع ہوا اور خواجہ ابی عثمان سے ملکہ کتابی صورت میں دستیاب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اشاعتی بھی اپنے اسلاف و جہد جوں کی طرح نبی کریم ﷺ کو تعمیر تہذیب سے منسوب ہے جس کو کھٹکتے ہیں کہ

”اب بھی رسول اللہ ﷺ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما ہیں۔ اب بھی کسی کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ حجرے سے باہر کھڑے ہو کر آذانیں دینے لگے۔“ (تحریر: عبدالحق دہلوی، دار الفکر، ۱۹۹۵ء، صفحہ ۱۰)

”اس وقت مزاجِ قدسِ بڑھنے لگا تھا کہ توبہ قدم بہ قدم چل کر خیر کا حائل تک تشریف نہیں لے جاسکے۔ حضرت علیؑ اور حضرت عباسؑ دونوں نے آپؐ کے بازو تھامتے اور بڑائی مشکل سے حجرہ صمدیہ میں رہائی فرما دے۔ اللہ کا یہی مظلوم تھا کہ قیامت تک یہاں ہی جلوہ افروز ہوں۔“ (عزیز علیہ السلام، ۱۹۹۶ء، صفحہ ۱۴۸)

ان کے بالتفصیل احادیث کی ضرورت نہیں۔ تاہم ان عقائد کا ایک اجمالی خاکہ پیش کر دینا مناسب ہوگا تاکہ قارئین کے ذہن میں بات تازہ ہو جائے۔ ائمہ اربعہ کی معدودہ دیوبندی جماعت وہی گروہ ہے۔ دینی تنظیمات کی قبر کو عرش و کرسی اور کعبہ اللہ سے بھی افضل قرار دیتا ہے (۱)؛ دعاؤں میں مردہ ہستیوں سے توسل کرتا ہے (۲)؛ اللہ کے رسول ﷺ کو قبر میں زندہ دیکھتے، سنتے، دہانتے، اعمال سے باخبر ہونے والا مانتا ہے (۳)؛ قبروں سے فیض پہنچنے کا اس کا عقیدہ ہے (۴)؛ ایک اقبال کر کے اس کا ثواب مردہ ہستیوں کو بخشے کہ یہ مانتے ہیں (۵)؛ غیر اللہ سے دعا مانگنا ان کے نزدیک جائز ہے بلکہ انہیں غیر مستقل سمجھے (۶)؛ معذرت کی نسبت اللہ کے سوا بندوں سے کرنا ان کے نزدیک روا ہے (۷)؛ حرام سود کو حیلے سے یہ لوگ حلال کر لیتے ہیں (۸)؛ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دنیا ہی میں، محاسن بیداری دیکھنے کے ان کے دعوے ہیں (۹)؛ قبر کو پکا کرنے اور اس پر گنبد وغیرہ بنانے کو جائز ٹھہراتے ہیں بلکہ قبر پر حق کا جو از فراہم کرنے والا مکیبہ خضر اہ ان کے نزدیک اللہ کی رحمت کا منبج ہے (۱۰)؛ قرآن و حدیث کے خلاف طعنیں و تحقین ان کے نزدیک نیک و بد دونوں کے رہنے کی جگہ ہیں (۱۱)؛ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے نبی ﷺ کے خون اور بیہوشاب یا خانے کو یہ پاک سمجھتے ہیں (۱۲)؛ نبی ﷺ کی جوتی کو وسیلہ بتاتے ہیں (۱۳)؛ ان کے نزدیک آدم علیہ السلام کی تو یہ بھی نبی ﷺ کے وسیلے سے ہی قبول ہوئی (۱۴)؛ اس گروہ کے اکابرین خدا کے سینے کے ساتھ کھڑے ہو کر نبی ﷺ پر صلوات و سلام پڑھنا جائز سمجھتے تھے (۱۵)؛ تنوع و کثرت لکھنا، اس میں اثر ماننا، ان کا متواتر و متواتر فعل ہے (۱۶)؛ کائنات کی تخلیق کی وجہ ان کے نزدیک نبی ﷺ کی ذات ہے (۱۷)؛ ان کے نزدیک نبی ﷺ کو اولیٰس و آخرین سب کا علم تھا (۱۸)؛ اللہ کے رسول ﷺ کو نور یہ کہتے ہیں (۱۹)؛ تشکیل دین کے باوجود کسی مہدی کے آنے کے منتظر ہیں (۲۰)؛ دین کو تجارت انبیوں نے بنایا ہوا ہے؛ تعارف کے بغیر دین کو ناقص سمجھتے ہیں۔ غرض یہ گروہ بہت سی ایسی باتوں کا قائل و قائل ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ حیرت ہے کہ اشاعت التوحید والہ والے قرآن و حدیث سے تمسک کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن خود کو ان لوگوں کا حق کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف عقائد و اعمال کے حامل تھے۔

اور جس جماعت کے چلوں میں ثواب کا یہ لوگ بہانگ دہن اعلان کر رہے

ہیں، اس جماعت کے تبلیغی انساب میں ایسی ایسی چیزیں شامل ہیں جو جمعیت اشاعت التوحید والہ والہ کے دستور و مسلک عقائد و اعمال کے خلاف ہیں مثلاً اولیاء اللہ کا نہ رہنا بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کر جانا (۱)؛ مرنے کے بعد بھی حواس قائم رہنا (۲)؛ بلکہ ان میں ایک گونہ اضافہ ہو جانا (۳)؛ مرنے کے بعد بھی ملاقاتیں کرتے رہنا دراصل رکھنا، دعوئیں کرنا (۴)؛ غیب کی خبریں دینا (۵)؛ اولیاء کا غیب پر غلط ہو جانا (۶)؛ نبی ﷺ کا غیب پر غلط ہو جانا، پاؤں میں بیٹھ کر حاضر ہو جانا اور عاصیہ متوفیہ کے جسم پر ہاتھ بھر کر اس کی شکل انتہائی کرنا (۷)؛ کائنات کی تخلیق کا سبب نبی ﷺ کی ذات کو قرار دینا (۸)؛ قرآنی کے ایک ظاہری اور ایک باطنی معنی ہونا (۹)؛ اولیاء کے پاس جنت کا مزین ہونا کہیں سال تک آتے رہنا اور ان کا ایک دفعہ بھی اس پر نظر نہ ڈالنا (۱۰)؛ نبی ﷺ کا اپنی قبو میں شاعر کا کام نہنا، ترجمان اور اس کی درخواست پر ہاتھ باہر نکال کر اس سے مصافحہ کرنا (۱۱)؛ اپنی قبر میں سے سلام سن کر آدمی کو پھان لینا اور پھر جواب بھی دینا (۱۲)؛ بھوکوں اور ضرورت مندوں کی قریاؤں کر اپنی قبر میں سے حق ان کی دشگیری فرمانا اور اپنی سیدالاولاء میں سے کسی کو ان کی خدمت پر مامور کرنا (۱۳)؛ فجر مکہ میں، ظہر مدینہ میں، عصر بیت المقدس میں، مغرب طور سینا پر اور مشاء حد سکندریہ پر پڑھنا (۱۴)؛ وغیرہ وغیرہ۔

بدعات سے اعتدال جمیعت کے دستور کی پہلی دفعہ میں شامل ہے۔ جمیعت کا قریب رسالہ فقرہ توحید اپنی تشہیر ان الفاظ میں کرتا ہے:

ما یزالہ فقرہ توحید گجرات کاروبار نہیں بلکہ ایک دعوت ہے

توحید و حق کی اشاعت کے لئے

شرک و بدعات کے خاتمے کے لئے

حیران "میدان کار" کو بے نقاب کرنے کے لئے

اسلاف امت کے سببی کارناموں کو منظر عام پر لانے کے لئے

(فقرہ توحید، جون ۱۹۹۹ء، ص ۵۶)

اس اشتہار کے پچھلے صفحے پر "بدعات صوفیہ، کرام کی نگرش" کی سرفی کے تحت آٹھ صوفیوں کے حیرہ اقوال بدعات کے رد میں تحریر کئے ہیں جن میں بدعت کو سلام نہ کرنا،

(۱) عقائد و عقائد، ص ۱۱۳، ص ۱۱۴، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶، ص ۱۱۷، ص ۱۱۸، ص ۱۱۹، ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، ص ۱۲۲، ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۱۲۶، ص ۱۲۷، ص ۱۲۸، ص ۱۲۹، ص ۱۳۰، ص ۱۳۱، ص ۱۳۲، ص ۱۳۳، ص ۱۳۴، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶، ص ۱۳۷، ص ۱۳۸، ص ۱۳۹، ص ۱۴۰، ص ۱۴۱، ص ۱۴۲، ص ۱۴۳، ص ۱۴۴، ص ۱۴۵، ص ۱۴۶، ص ۱۴۷، ص ۱۴۸، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰، ص ۱۵۱، ص ۱۵۲، ص ۱۵۳، ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶، ص ۱۵۷، ص ۱۵۸، ص ۱۵۹، ص ۱۶۰، ص ۱۶۱، ص ۱۶۲، ص ۱۶۳، ص ۱۶۴، ص ۱۶۵، ص ۱۶۶، ص ۱۶۷، ص ۱۶۸، ص ۱۶۹، ص ۱۷۰، ص ۱۷۱، ص ۱۷۲، ص ۱۷۳، ص ۱۷۴، ص ۱۷۵، ص ۱۷۶، ص ۱۷۷، ص ۱۷۸، ص ۱۷۹، ص ۱۸۰، ص ۱۸۱، ص ۱۸۲، ص ۱۸۳، ص ۱۸۴، ص ۱۸۵، ص ۱۸۶، ص ۱۸۷، ص ۱۸۸، ص ۱۸۹، ص ۱۹۰، ص ۱۹۱، ص ۱۹۲، ص ۱۹۳، ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، ص ۱۹۶، ص ۱۹۷، ص ۱۹۸، ص ۱۹۹، ص ۲۰۰، ص ۲۰۱، ص ۲۰۲، ص ۲۰۳، ص ۲۰۴، ص ۲۰۵، ص ۲۰۶، ص ۲۰۷، ص ۲۰۸، ص ۲۰۹، ص ۲۱۰، ص ۲۱۱، ص ۲۱۲، ص ۲۱۳، ص ۲۱۴، ص ۲۱۵، ص ۲۱۶، ص ۲۱۷، ص ۲۱۸، ص ۲۱۹، ص ۲۲۰، ص ۲۲۱، ص ۲۲۲، ص ۲۲۳، ص ۲۲۴، ص ۲۲۵، ص ۲۲۶، ص ۲۲۷، ص ۲۲۸، ص ۲۲۹، ص ۲۳۰، ص ۲۳۱، ص ۲۳۲، ص ۲۳۳، ص ۲۳۴، ص ۲۳۵، ص ۲۳۶، ص ۲۳۷، ص ۲۳۸، ص ۲۳۹، ص ۲۴۰، ص ۲۴۱، ص ۲۴۲، ص ۲۴۳، ص ۲۴۴، ص ۲۴۵، ص ۲۴۶، ص ۲۴۷، ص ۲۴۸، ص ۲۴۹، ص ۲۵۰، ص ۲۵۱، ص ۲۵۲، ص ۲۵۳، ص ۲۵۴، ص ۲۵۵، ص ۲۵۶، ص ۲۵۷، ص ۲۵۸، ص ۲۵۹، ص ۲۶۰، ص ۲۶۱، ص ۲۶۲، ص ۲۶۳، ص ۲۶۴، ص ۲۶۵، ص ۲۶۶، ص ۲۶۷، ص ۲۶۸، ص ۲۶۹، ص ۲۷۰، ص ۲۷۱، ص ۲۷۲، ص ۲۷۳، ص ۲۷۴، ص ۲۷۵، ص ۲۷۶، ص ۲۷۷، ص ۲۷۸، ص ۲۷۹، ص ۲۸۰، ص ۲۸۱، ص ۲۸۲، ص ۲۸۳، ص ۲۸۴، ص ۲۸۵، ص ۲۸۶، ص ۲۸۷، ص ۲۸۸، ص ۲۸۹، ص ۲۹۰، ص ۲۹۱، ص ۲۹۲، ص ۲۹۳، ص ۲۹۴، ص ۲۹۵، ص ۲۹۶، ص ۲۹۷، ص ۲۹۸، ص ۲۹۹، ص ۳۰۰، ص ۳۰۱، ص ۳۰۲، ص ۳۰۳، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵، ص ۳۰۶، ص ۳۰۷، ص ۳۰۸، ص ۳۰۹، ص ۳۱۰، ص ۳۱۱، ص ۳۱۲، ص ۳۱۳، ص ۳۱۴، ص ۳۱۵، ص ۳۱۶، ص ۳۱۷، ص ۳۱۸، ص ۳۱۹، ص ۳۲۰، ص ۳۲۱، ص ۳۲۲، ص ۳۲۳، ص ۳۲۴، ص ۳۲۵، ص ۳۲۶، ص ۳۲۷، ص ۳۲۸، ص ۳۲۹، ص ۳۳۰، ص ۳۳۱، ص ۳۳۲، ص ۳۳۳، ص ۳۳۴، ص ۳۳۵، ص ۳۳۶، ص ۳۳۷، ص ۳۳۸، ص ۳۳۹، ص ۳۴۰، ص ۳۴۱، ص ۳۴۲، ص ۳۴۳، ص ۳۴۴، ص ۳۴۵، ص ۳۴۶، ص ۳۴۷، ص ۳۴۸، ص ۳۴۹، ص ۳۵۰، ص ۳۵۱، ص ۳۵۲، ص ۳۵۳، ص ۳۵۴، ص ۳۵۵، ص ۳۵۶، ص ۳۵۷، ص ۳۵۸، ص ۳۵۹، ص ۳۶۰، ص ۳۶۱، ص ۳۶۲، ص ۳۶۳، ص ۳۶۴، ص ۳۶۵، ص ۳۶۶، ص ۳۶۷، ص ۳۶۸، ص ۳۶۹، ص ۳۷۰، ص ۳۷۱، ص ۳۷۲، ص ۳۷۳، ص ۳۷۴، ص ۳۷۵، ص ۳۷۶، ص ۳۷۷، ص ۳۷۸، ص ۳۷۹، ص ۳۸۰، ص ۳۸۱، ص ۳۸۲، ص ۳۸۳، ص ۳۸۴، ص ۳۸۵، ص ۳۸۶، ص ۳۸۷، ص ۳۸۸، ص ۳۸۹، ص ۳۹۰، ص ۳۹۱، ص ۳۹۲، ص ۳۹۳، ص ۳۹۴، ص ۳۹۵، ص ۳۹۶، ص ۳۹۷، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹، ص ۴۰۰، ص ۴۰۱، ص ۴۰۲، ص ۴۰۳، ص ۴۰۴، ص ۴۰۵، ص ۴۰۶، ص ۴۰۷، ص ۴۰۸، ص ۴۰۹، ص ۴۱۰، ص ۴۱۱، ص ۴۱۲، ص ۴۱۳، ص ۴۱۴، ص ۴۱۵، ص ۴۱۶، ص ۴۱۷، ص ۴۱۸، ص ۴۱۹، ص ۴۲۰، ص ۴۲۱، ص ۴۲۲، ص ۴۲۳، ص ۴۲۴، ص ۴۲۵، ص ۴۲۶، ص ۴۲۷، ص ۴۲۸، ص ۴۲۹، ص ۴۳۰، ص ۴۳۱، ص ۴۳۲، ص ۴۳۳، ص ۴۳۴، ص ۴۳۵، ص ۴۳۶، ص ۴۳۷، ص ۴۳۸، ص ۴۳۹، ص ۴۴۰، ص ۴۴۱، ص ۴۴۲، ص ۴۴۳، ص ۴۴۴، ص ۴۴۵، ص ۴۴۶، ص ۴۴۷، ص ۴۴۸، ص ۴۴۹، ص ۴۵۰، ص ۴۵۱، ص ۴۵۲، ص ۴۵۳، ص ۴۵۴، ص ۴۵۵، ص ۴۵۶، ص ۴۵۷، ص ۴۵۸، ص ۴۵۹، ص ۴۶۰، ص ۴۶۱، ص ۴۶۲، ص ۴۶۳، ص ۴۶۴، ص ۴۶۵، ص ۴۶۶، ص ۴۶۷، ص ۴۶۸، ص ۴۶۹، ص ۴۷۰، ص ۴۷۱، ص ۴۷۲، ص ۴۷۳، ص ۴۷۴، ص ۴۷۵، ص ۴۷۶، ص ۴۷۷، ص ۴۷۸، ص ۴۷۹، ص ۴۸۰، ص ۴۸۱، ص ۴۸۲، ص ۴۸۳، ص ۴۸۴، ص ۴۸۵، ص ۴۸۶، ص ۴۸۷، ص ۴۸۸، ص ۴۸۹، ص ۴۹۰، ص ۴۹۱، ص ۴۹۲، ص ۴۹۳، ص ۴۹۴، ص ۴۹۵، ص ۴۹۶، ص ۴۹۷، ص ۴۹۸، ص ۴۹۹، ص ۵۰۰، ص ۵۰۱، ص ۵۰۲، ص ۵۰۳، ص ۵۰۴، ص ۵۰۵، ص ۵۰۶، ص ۵۰۷، ص ۵۰۸، ص ۵۰۹، ص ۵۱۰، ص ۵۱۱، ص ۵۱۲، ص ۵۱۳، ص ۵۱۴، ص ۵۱۵، ص ۵۱۶، ص ۵۱۷، ص ۵۱۸، ص ۵۱۹، ص ۵۲۰، ص ۵۲۱، ص ۵۲۲، ص ۵۲۳، ص ۵۲۴، ص ۵۲۵، ص ۵۲۶، ص ۵۲۷، ص ۵۲۸، ص ۵۲۹، ص ۵۳۰، ص ۵۳۱، ص ۵۳۲، ص ۵۳۳، ص ۵۳۴، ص ۵۳۵، ص ۵۳۶، ص ۵۳۷، ص ۵۳۸، ص ۵۳۹، ص ۵۴۰، ص ۵۴۱، ص ۵۴۲، ص ۵۴۳، ص ۵۴۴، ص ۵۴۵، ص ۵۴۶، ص ۵۴۷، ص ۵۴۸، ص ۵۴۹، ص ۵۵۰، ص ۵۵۱، ص ۵۵۲، ص ۵۵۳، ص ۵۵۴، ص ۵۵۵، ص ۵۵۶، ص ۵۵۷، ص ۵۵۸، ص ۵۵۹، ص ۵۶۰، ص ۵۶۱، ص ۵۶۲، ص ۵۶۳، ص ۵۶۴، ص ۵۶۵، ص ۵۶۶، ص ۵۶۷، ص ۵۶۸، ص ۵۶۹، ص ۵۷۰، ص ۵۷۱، ص ۵۷۲، ص ۵۷۳، ص ۵۷۴، ص ۵۷۵، ص ۵۷۶، ص ۵۷۷، ص ۵۷۸، ص ۵۷۹، ص ۵۸۰، ص ۵۸۱، ص ۵۸۲، ص ۵۸۳، ص ۵۸۴، ص ۵۸۵، ص ۵۸۶، ص ۵۸۷، ص ۵۸۸، ص ۵۸۹، ص ۵۹۰، ص ۵۹۱، ص ۵۹۲، ص ۵۹۳، ص ۵۹۴، ص ۵۹۵، ص ۵۹۶، ص ۵۹۷، ص ۵۹۸، ص ۵۹۹، ص ۶۰۰، ص ۶۰۱، ص ۶۰۲، ص ۶۰۳، ص ۶۰۴، ص ۶۰۵، ص ۶۰۶، ص ۶۰۷، ص ۶۰۸، ص ۶۰۹، ص ۶۱۰، ص ۶۱۱، ص ۶۱۲، ص ۶۱۳، ص ۶۱۴، ص ۶۱۵، ص ۶۱۶، ص ۶۱۷، ص ۶۱۸، ص ۶۱۹، ص ۶۲۰، ص ۶۲۱، ص ۶۲۲، ص ۶۲۳، ص ۶۲۴، ص ۶۲۵، ص ۶۲۶، ص ۶۲۷، ص ۶۲۸، ص ۶۲۹، ص ۶۳۰، ص ۶۳۱، ص ۶۳۲، ص ۶۳۳، ص ۶۳۴، ص ۶۳۵، ص ۶۳۶، ص ۶۳۷، ص ۶۳۸، ص ۶۳۹، ص ۶۴۰، ص ۶۴۱، ص ۶۴۲، ص ۶۴۳، ص ۶۴۴، ص ۶۴۵، ص ۶۴۶، ص ۶۴۷، ص ۶۴۸، ص ۶۴۹، ص ۶۵۰، ص ۶۵۱، ص ۶۵۲، ص ۶۵۳، ص ۶۵۴، ص ۶۵۵، ص ۶۵۶، ص ۶۵۷، ص ۶۵۸، ص ۶۵۹، ص ۶۶۰، ص ۶۶۱، ص ۶۶۲، ص ۶۶۳، ص ۶۶۴، ص ۶۶۵، ص ۶۶۶، ص ۶۶۷، ص ۶۶۸، ص ۶۶۹، ص ۶۷۰، ص ۶۷۱، ص ۶۷۲، ص ۶۷۳، ص ۶۷۴، ص ۶۷۵، ص ۶۷۶، ص ۶۷۷، ص ۶۷۸، ص ۶۷۹، ص ۶۸۰، ص ۶۸۱، ص ۶۸۲، ص ۶۸۳، ص ۶۸۴، ص ۶۸۵، ص ۶۸۶، ص ۶۸۷، ص ۶۸۸، ص ۶۸۹، ص ۶۹۰، ص ۶۹۱، ص ۶۹۲، ص ۶۹۳، ص ۶۹۴، ص ۶۹۵، ص ۶۹۶، ص ۶۹۷، ص ۶۹۸، ص ۶۹۹، ص ۷۰۰، ص ۷۰۱، ص ۷۰۲، ص ۷۰۳، ص ۷۰۴، ص ۷۰۵، ص ۷۰۶، ص ۷۰۷، ص ۷۰۸، ص ۷۰۹، ص ۷۱۰، ص ۷۱۱، ص ۷۱۲، ص ۷۱۳، ص ۷۱۴، ص ۷۱۵، ص ۷۱۶، ص ۷۱۷، ص ۷۱۸، ص ۷۱۹، ص ۷۲۰، ص ۷۲۱، ص ۷۲۲، ص ۷۲۳، ص ۷۲۴، ص ۷۲۵، ص ۷۲۶، ص ۷۲۷، ص ۷۲۸، ص ۷۲۹، ص ۷۳۰، ص ۷۳۱، ص ۷۳۲، ص ۷۳۳، ص ۷۳۴، ص ۷۳۵، ص ۷۳۶، ص ۷۳۷، ص ۷۳۸، ص ۷۳۹، ص ۷۴۰، ص ۷۴۱، ص ۷۴۲، ص ۷۴۳، ص ۷۴۴، ص ۷۴۵، ص ۷۴۶، ص ۷۴۷، ص ۷۴۸، ص ۷۴۹، ص ۷۵۰، ص ۷۵۱، ص ۷۵۲، ص ۷۵۳، ص ۷۵۴، ص ۷۵۵، ص ۷۵۶، ص ۷۵۷، ص ۷۵۸، ص ۷۵۹، ص ۷۶۰، ص ۷۶۱، ص ۷۶۲، ص ۷۶۳، ص ۷۶۴، ص ۷۶۵، ص ۷۶۶، ص ۷۶۷، ص ۷۶۸، ص ۷۶۹، ص ۷۷۰، ص ۷۷۱، ص ۷۷۲، ص ۷۷۳، ص ۷۷۴، ص ۷۷۵، ص ۷۷۶، ص ۷۷۷، ص ۷۷۸، ص ۷۷۹، ص ۷۸۰، ص ۷۸۱، ص ۷۸۲، ص ۷۸۳، ص ۷۸۴، ص ۷۸۵، ص ۷۸۶، ص ۷۸۷، ص ۷۸۸، ص ۷۸۹، ص ۷۹۰، ص ۷۹۱، ص ۷۹۲، ص ۷۹۳، ص ۷۹۴، ص ۷۹۵، ص ۷۹۶، ص ۷۹۷، ص ۷۹۸، ص ۷۹۹، ص ۸۰۰، ص ۸۰۱، ص ۸۰۲، ص ۸۰۳، ص ۸۰۴، ص ۸۰۵، ص ۸۰۶، ص ۸۰۷، ص ۸۰۸، ص ۸۰۹، ص ۸۱۰، ص ۸۱۱، ص ۸۱۲، ص ۸۱۳، ص ۸۱۴، ص ۸۱۵، ص ۸۱۶، ص ۸۱۷، ص ۸۱۸، ص ۸۱۹، ص ۸۲۰، ص ۸۲۱، ص ۸۲۲، ص ۸۲۳، ص ۸۲۴، ص ۸۲۵، ص ۸۲۶، ص ۸۲۷، ص ۸۲۸، ص ۸۲۹، ص ۸۳۰، ص ۸۳۱، ص ۸۳۲، ص ۸۳۳، ص ۸۳۴، ص ۸۳۵، ص ۸۳۶، ص ۸۳۷، ص ۸۳۸، ص ۸۳۹، ص ۸۴۰، ص ۸۴۱، ص ۸۴۲، ص ۸۴۳، ص ۸۴۴، ص ۸۴۵، ص ۸۴۶، ص ۸۴۷، ص ۸۴۸، ص ۸۴۹، ص ۸۵۰، ص ۸۵۱، ص ۸۵۲، ص ۸۵۳، ص ۸۵۴، ص ۸۵۵، ص ۸۵۶، ص ۸۵۷، ص ۸۵۸، ص ۸۵۹، ص ۸۶۰، ص ۸۶۱، ص ۸۶۲، ص ۸۶۳، ص ۸۶۴، ص ۸۶۵، ص ۸۶۶، ص ۸۶۷، ص ۸۶۸، ص ۸۶۹، ص ۸۷۰، ص ۸۷۱، ص ۸۷۲، ص ۸۷۳، ص ۸۷۴، ص ۸۷۵، ص ۸۷۶، ص ۸۷۷، ص ۸۷۸، ص ۸۷۹، ص ۸۸۰، ص ۸۸۱، ص ۸۸۲، ص ۸۸۳، ص ۸۸۴، ص ۸۸۵، ص ۸۸۶، ص ۸۸۷، ص ۸۸۸، ص ۸۸۹، ص ۸۹۰، ص ۸۹۱، ص ۸۹۲، ص ۸۹۳، ص ۸۹۴، ص ۸۹۵، ص ۸۹۶، ص ۸۹۷، ص ۸۹۸، ص ۸۹۹، ص ۹۰۰، ص ۹۰۱، ص ۹۰۲، ص ۹۰۳، ص ۹۰۴، ص ۹۰۵، ص ۹۰۶، ص ۹۰۷، ص ۹۰۸، ص ۹۰۹، ص ۹۱۰، ص ۹۱۱، ص ۹۱۲، ص ۹۱۳، ص ۹۱۴، ص ۹۱۵، ص ۹۱۶، ص ۹۱۷، ص ۹۱۸، ص ۹۱۹، ص ۹۲۰، ص ۹۲۱، ص ۹۲۲، ص ۹۲۳، ص ۹۲۴، ص ۹۲۵، ص ۹۲۶، ص ۹۲۷، ص ۹۲۸، ص ۹۲۹، ص ۹۳۰، ص ۹۳۱، ص ۹۳۲، ص ۹۳۳، ص ۹۳۴، ص ۹۳۵، ص ۹۳۶، ص ۹۳۷، ص ۹۳۸، ص ۹۳۹، ص ۹۴۰، ص ۹۴۱، ص ۹۴۲، ص ۹۴۳، ص ۹۴۴، ص ۹۴۵، ص ۹۴۶، ص ۹۴۷، ص ۹۴۸، ص ۹۴۹، ص ۹۵۰، ص ۹۵۱، ص ۹۵۲، ص ۹۵۳، ص ۹۵۴، ص ۹۵۵، ص ۹۵۶، ص ۹۵۷، ص ۹۵۸، ص ۹۵۹، ص ۹۶۰، ص ۹۶۱، ص ۹۶۲، ص ۹۶۳، ص ۹۶۴، ص ۹۶۵، ص ۹۶۶، ص ۹۶۷، ص ۹۶۸، ص ۹۶۹، ص ۹۷۰، ص ۹۷۱، ص ۹۷۲، ص ۹۷۳، ص ۹۷۴، ص ۹۷۵، ص ۹۷۶، ص ۹۷۷، ص ۹۷۸، ص ۹۷۹، ص ۹۸۰، ص ۹۸۱، ص ۹۸۲، ص ۹۸۳، ص ۹۸۴، ص ۹۸۵، ص ۹۸۶، ص ۹۸۷، ص ۹۸۸، ص ۹۸۹، ص ۹۹۰، ص ۹۹۱، ص ۹۹۲، ص ۹۹۳، ص ۹۹۴، ص ۹۹۵، ص ۹۹۶، ص ۹۹۷، ص ۹۹۸، ص ۹۹۹، ص ۱۰۰۰، ص ۱۰۰۱، ص ۱۰۰۲، ص ۱۰۰۳، ص ۱۰۰۴، ص ۱۰۰۵، ص ۱۰۰۶، ص ۱۰۰۷، ص ۱۰۰۸، ص ۱۰۰۹، ص ۱۰۱۰، ص ۱۰۱۱، ص ۱۰۱۲، ص ۱۰۱۳، ص ۱۰۱۴، ص ۱۰۱۵، ص ۱۰۱۶، ص ۱۰۱۷، ص ۱۰۱۸، ص ۱۰۱۹، ص ۱۰۲۰، ص ۱۰۲۱، ص ۱۰۲۲، ص ۱۰۲۳، ص ۱۰۲۴، ص ۱۰۲۵، ص ۱۰۲۶، ص ۱۰۲۷، ص ۱۰۲۸، ص ۱۰۲۹، ص ۱۰۳۰، ص ۱۰۳۱، ص ۱۰۳۲، ص ۱۰۳۳، ص ۱۰۳۴، ص ۱۰۳۵، ص ۱۰۳۶، ص ۱۰۳۷، ص ۱۰۳۸، ص ۱۰۳۹، ص ۱۰۴۰، ص ۱۰۴۱، ص ۱۰۴۲، ص ۱۰۴۳، ص ۱۰۴۴، ص ۱۰۴۵، ص ۱۰۴۶، ص ۱۰۴۷، ص ۱۰۴۸، ص ۱۰۴۹، ص ۱۰۵۰، ص ۱۰۵۱، ص ۱۰۵۲، ص ۱۰۵۳، ص ۱۰۵۴، ص ۱۰۵۵، ص ۱۰۵۶، ص ۱۰۵۷، ص ۱۰۵۸، ص ۱۰۵۹، ص ۱۰۶۰، ص ۱۰۶۱، ص ۱۰۶۲، ص ۱۰۶۳، ص ۱۰۶۴، ص ۱۰۶۵، ص ۱۰۶۶، ص ۱۰۶۷، ص ۱۰۶۸، ص ۱۰۶۹، ص ۱۰۷۰، ص ۱۰۷۱، ص ۱۰۷۲، ص ۱۰۷۳، ص ۱۰۷۴، ص ۱۰۷۵، ص ۱۰۷۶، ص ۱۰۷۷، ص ۱۰۷۸، ص ۱۰۷۹، ص ۱۰۸۰، ص ۱۰۸۱، ص ۱۰۸۲، ص ۱۰۸۳، ص ۱۰۸۴، ص ۱۰۸۵، ص ۱۰۸۶، ص ۱۰۸۷، ص ۱۰۸۸، ص ۱۰۸۹، ص ۱۰۹۰، ص ۱۰۹۱، ص ۱۰۹۲، ص ۱۰۹۳، ص ۱۰۹۴، ص ۱۰۹۵، ص ۱۰۹۶، ص ۱۰۹۷، ص ۱۰۹۸، ص ۱۰۹۹، ص ۱۱۰۰، ص ۱۱۰۱، ص ۱۱۰۲، ص ۱۱۰۳، ص ۱۱۰۴، ص ۱۱۰۵، ص ۱۱۰۶، ص ۱۱۰۷، ص ۱۱۰۸، ص ۱۱۰۹، ص ۱۱۱۰، ص ۱۱۱۱، ص ۱۱۱۲، ص ۱۱۱۳، ص ۱۱۱۴، ص ۱۱۱۵، ص ۱۱۱۶، ص ۱۱۱۷، ص ۱۱۱۸، ص ۱۱۱۹، ص ۱۱۲۰، ص ۱۱۲۱، ص ۱۱۲۲، ص ۱۱۲۳، ص ۱۱۲۴، ص ۱۱۲۵، ص ۱۱۲۶، ص ۱۱۲۷، ص ۱۱۲۸، ص ۱۱۲۹، ص ۱۱۳۰، ص ۱۱۳۱، ص ۱۱۳۲، ص ۱۱۳۳، ص ۱۱۳۴، ص ۱۱۳۵، ص ۱۱۳۶، ص ۱۱۳۷، ص ۱۱۳۸، ص ۱۱۳۹، ص ۱۱۴۰، ص ۱۱۴۱، ص ۱۱۴۲، ص ۱۱۴۳، ص ۱۱۴۴، ص ۱۱۴۵، ص ۱۱۴۶، ص ۱۱۴۷، ص ۱۱۴۸، ص ۱۱۴۹، ص ۱۱۵۰، ص ۱۱۵۱، ص ۱۱۵۲، ص ۱۱۵۳، ص ۱۱۵۴، ص ۱۱۵۵، ص ۱۱۵۶، ص ۱۱۵۷، ص ۱۱۵۸، ص ۱۱۵۹، ص ۱۱۶۰، ص ۱۱۶۱، ص ۱۱۶۲، ص ۱۱۶۳، ص ۱۱۶۴، ص ۱۱۶۵، ص ۱۱۶۶، ص ۱۱۶۷، ص ۱۱۶۸، ص ۱۱۶۹، ص ۱۱۷۰، ص ۱۱۷۱، ص ۱۱۷۲، ص ۱۱۷۳، ص ۱۱۷۴، ص ۱۱۷۵، ص ۱۱۷۶، ص ۱۱۷۷، ص ۱۱۷۸، ص ۱۱۷۹، ص ۱۱۸۰، ص ۱۱۸۱، ص ۱۱۸۲، ص ۱۱۸۳، ص ۱۱۸۴، ص ۱۱۸۵، ص ۱۱۸۶، ص ۱۱۸۷، ص ۱۱۸۸، ص ۱۱۸۹، ص ۱۱۹۰، ص ۱۱۹۱، ص ۱۱۹۲، ص ۱۱۹۳، ص ۱۱۹۴، ص ۱۱۹۵، ص ۱۱۹۶، ص ۱۱۹۷، ص ۱۱۹۸، ص ۱۱۹۹، ص ۱۲۰۰، ص ۱۲۰۱، ص ۱۲۰۲، ص ۱۲۰۳، ص ۱۲۰۴، ص ۱۲۰۵، ص ۱۲۰۶، ص ۱۲۰۷، ص ۱۲۰۸، ص ۱۲۰۹، ص ۱۲۱۰، ص ۱۲۱۱، ص ۱۲۱

اس کا چناؤ نہ پڑھنا، اس کو دشمن، جھوٹا، ذلیل سمجھنا، اس سے دوستی رکھنے پر اہمال کا نتائج ہونا اور ہمیشہ اللہ کے غضب کا شکار رہنا وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ جمعیت ان ہی لوگوں کو اپنا کاربند سمجھتی ہے اور ان سے تعلق پر ناکرہتی ہے جن کے اہمال بدعات سے بھی آلودہ ہیں۔ ان کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

کسی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام فرض صلوات کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی یا انفرادی دعا کرتے ہوں۔ لیکن دیوبندی مسلک اور ان سے تعلق پر نازاں اشاعت التوحید والستہ والوں کی مساجد میں ہر فرض صلوات کے بعد امام اور مقتدی ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرتے ہیں۔ خیر القرون میں علماء دین کے لئے کبھی بھی لفظ ”موالانا“ استعمال نہیں ہوا۔ آج کے عرب ممالک میں بھی یہی روانہ ہے لیکن تمام دیوبندی اور ان کے تعلق دار اشاعتی اس لفظ کا لازمی استعمال کرتے ہیں بلکہ اس کے بغیر علماء کو خطاب کرنا سوء ادب سمجھتے ہیں۔ مولوی طیب علی میری تو قرآن وحدیث کے کسی حوالے کے بغیر یہاں تک فرماتے ہیں کہ

”ہم ہر اس شخص کو موالانا کہتے اور بھلے کہتے ہیں جس کے چہرہ اور ہر پگیزی و حالانکہ وہ ”مولانا“ نہیں ہوتا۔ موالانا وہ ہے جس نے اپنی انصاف و علم ہند کی ہوں جس نے باقاعدہ درس دیا ہو جس کے شاگرد ہوں۔“

(نور حید، ۱۹۹۹ء، ص ۲۱)

صحیح احادیث میں عورت مردوں کے لئے نبی ﷺ کا ایک ہی کلمہ ہے کہ

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اَصَلُّ

”صلوات اس طرح ادا کرو جس طرح مجھے ادا کرتے دیکھتے ہو۔“ (۳۵)

یعنی عورت مردوں کی ایک ہی طریقے سے صلوات ادا کریں۔ لیکن ضعیف روایات کی بنیاد پر یہ مسلک پرست عورت کی صلوات کا طریقہ مردوں سے مختلف بیان کرتے ہیں۔ خیر القرون میں مردوں کو ثواب ایصال کرنے کے لئے قرآن خوانی کا رواج نہ تھا۔ لیکن دیوبندی مساجد میں کسی کے مرنے پر قرآن خوانی کر کے میت کو ثواب ایصال کیا جاتا ہے۔ (۳۶) خیر القرون و بعد میں قبروں پر کتبے نہیں لگائے جاتے تھے۔ دیوبندیوں میں اس کا رواج عام ہے۔ ان کے علماء و مفتیوں کی قبریں تک ان کتبوں سے خالی نہیں۔ کیا یہ سارے کام بدعات کے زمرے میں نہیں آتے؟ ان کی اپنی پیش کردہ حدیث کے مطابق نبی ﷺ نے توبہ مکتی کی تعلیم سے منع فرمایا (۳۷) بدعتی عمل کو مردود (۳۸) مگر اسی (۳۹) اور جہنم کی آگ کا سبب قرار دیا (۴۰) اور آخرت میں نبی علیہ السلام ان کو خود سے دور کر دینے کا حکم دیں گے۔ (۴۱) ایسے بدعتی لوگوں کے ساتھ تعلق اور اس پر فخر کرنا کون کی کتاب وسنت کی تعلیم ہے؟ یہ کون سی ”اشاعت السنۃ“ ہے؟ یہ بدعات کا خاتمہ ہے یا ان کا احیاء و ترویج؟

۴ جمعیت کے حنفی سربراہ علامہ عبداللہ قادری صاحب نے توبہ مکتی کو بدعت اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ انچھ بدعات معلومہ مشکوٰۃ میں درج ہیں۔ (۳۵) بخاری کتاب الاذان، باب الاذان لکھنؤ (۳۶) مشکوٰۃ زبور، صفحہ ۷۷۷، باب الاذان، باب الاذان لکھنؤ (۳۸) مشکوٰۃ زبور، صفحہ ۷۷۷، باب الاذان، باب الاذان لکھنؤ (۳۹) مشکوٰۃ زبور، صفحہ ۷۷۷، باب الاذان، باب الاذان لکھنؤ (۴۰) مشکوٰۃ زبور، صفحہ ۷۷۷، باب الاذان، باب الاذان لکھنؤ (۴۱) مشکوٰۃ زبور، صفحہ ۷۷۷، باب الاذان، باب الاذان لکھنؤ

بہت یہ لوگ اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم دیوبندی مسلک کے پیرو ہیں (ان کی مساجد تک پر لکھا ہوتا ہے ”مسلک دیوبند“) تو پھر انہیں ”اشاعت التوحید والسنۃ“ کا لیٹل لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ ان کے اور دیوبندیوں کے عقائد میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے (فرق صرف نام کا ہے۔ یہ لوگ توحید وسنت کا نام دے کر جھوٹے دیتے ہیں جبکہ وہ لوگ دیوبندی ہی ملاقاتی نسبت استعمال کرتے ہیں) مثلاً

”دیوبندیوں کی طرح یہ بھی نبی ﷺ کو قبر میں زندہ مانتے ہیں (۱)

”دیوبندیوں کی طرح ان کا بھی عقیدہ ہے کہ انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں لگاتی۔ اپنے اکابرین کے عقائد کی حمایت میں لکھتے ہیں کہ

”نبی پر حرام نہ کر دیا گیا ہے اسناد انبیاء کو گھانا، ایسے ہی آگ پر حرام نہ کر دیا گیا ہے اسناد انبیاء کو گھانا، ایسے ہی گھسوں پر حرام نہ کر دیا گیا ہے اسناد انبیاء کو گھانا۔“ (۲)

”جو بات عقائد علماء دیوبند میں بیان کی گئی ہے، یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے جسد اطہر سے مٹی ہوئی مٹی یا حلقہ حاد مرثیہ میں سے افضل ہے۔“ (۳)

”الحمد میں دیوبندی علماء کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دعاؤں میں پڑگوں کا توکل جائز ہے ماں کی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی (ص ۱۰۰) اسی طرح یہ اشاعتی بھی کہتے ہیں کہ

”جرمہ قتال علماء جسے کوئی کلام نہیں۔ یہ سب کے نزدیک جائز ہے۔“

التوحید والسنۃ، ص ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴

”اُنہی مشکل کا حل اللہ تعالیٰ سے بزرگوں کے توسل سے طلب کرنا سچا اور سب سے بہتر ہے (پھر آگے فرمایا) اسے بھائی جو جان لے کہ یا رسول اللہ! طہارت اور توسل کے کہنا اختلافی بحث سے خارج ہے (کیونکہ وہ جائز ہے)۔ پھر آگے فرمایا کہ اسی توسل اور حجت کے طور پر ہے جو اب صدیق حسن خان نے فرمایا کہ
 اے خدا کے بندے! اگر تم لوگوں کو اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملے گی تو اسے اللہ کی طرف سے ہی مانو۔
 یہ توسل (اور توسل) فرمایا ہے۔ چنانچہ بھائی میں لوگ کہتے ہیں
 خدا اور وہی ہے (۱)“

جس طرح دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ جہنم پر روعوں کا اور علیین شیعہ روعوں کا ممکن ہے، اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ
 ”علیین اور جہنم دو ایسے مقام ہیں جو قبروں کے پاس نہیں ہیں بلکہ ان سے بہت دور ہیں۔“ (۲)

جس طرح دیوبندی اپنے خوابوں میں نبی ﷺ اور دوسرے فوت شدہ بزرگوں کی زیارت کرتے رہتے ہیں تو اس معاملے میں بھی اثنائتی ان سے پیچھے نہیں۔ جمعیت کے بانی حسین علی صاحب نے نبی ﷺ اور تمام ائمہ علیہم السلام کو دیکھا (۳)۔ جمعیت کے سربراہ طاہر شیخ جی صاحب نے ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا (۴)۔ غلام اللہ خان صاحب نے اپنی کتاب جو ابراہیم و موسیٰ میں لکھا کہ خلیفہ منصور نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اور اس سے اپنی بقیہ عمر دریافت کی۔ (۵)

دیوبندیوں کی طرح ان اثنائتیوں نے بھی دین کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ امامت، اذان، تعلیم قرآن، نکاح خوانی، وغیرہ دینی امور پر اجرت و معاوضہ بلا خوف و خطر وصول کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو دین کی خدمت بھی سمجھتے ہیں گویا:

مع رعد کے رعد ہے ہاتھ سے جنت نہ ملے

اثنائتیوں کے ملحق نیلوی صاحب کا تو یہ دھڑلہ مٹا گیا ہے کہ جہاں ان کے مسلکی عقیدہ و عمل کے خلاف کوئی تحریر سامنے آتی وہیں ان کا قلم فوراً حرکت میں آگیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ قبل قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین ایک کتابچہ ”دین و داری یا دکانداری“ کے عنوان سے لکھا گیا تھا جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے

فرمان کی روشنی میں دین کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنانے کی ممانعت بیان کی گئی تھی۔ موصوف نے مولویات انداز میں اس کتاب کا رد لکھ کر اپنے ہم پیشہ لوگوں کو دلا دیا ہے کہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں، دین کی کمائی کھانا ہرگز ممنوع نہیں بلکہ کاروبار ہے! فنکلو! منہا صحبت! شکر و خدا!

دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امت کے اعمال صبح شام نبی ﷺ پر پیش ہوتے ہیں۔ اسی طرح عرض اعمال کا ان کا بھی عقیدہ ہے۔ غلام اللہ خان صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے متعلق علم الغیب کے عقیدے کو رد کرتے ہوئے فتویٰ نقل کیا کہ
 ”ب (ابوہاشم) اسطرۃ کو علم غیب نہیں تو یہ رسول اللہ کا بھی نہ جائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ اس سے سنتے ہیں، اسباب ہم غیب کے تو وہ خود کلمہ ہے۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کلمہ نہیں بلکہ کلمہ ہے۔ البتہ ان میں فرق ہے، خود شریف کے عقیدے میں کہے اور یہ عقیدہ کہ کہے کہ ملائکہ اس پر مشرف ہو، آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ سونے کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ اسی مذمت پر ہیں۔“ (۱)

لیکن حیرت ہے کہ عقاید و اعمال کی اس یکسانیت کے باوجود اثنائتی لوگ آج کے دیوبندیوں کو گمراہ لیکن سائقین کو ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں جیسا کہ نسیا، اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں واضح فرمایا:

”تو جو انوارِ دیوبندیت کا قافلہ قلعہ حق تھا لیکن آج کے دیوبندی دیوبندیت کی پیشانی پر ہنواؤں بن چکے ہیں۔ آج کل کے دیوبندی دیوبندیت کے لئے کالی منی بن چکے ہیں۔ آج کل کے دیوبندی دیوبندیت کی عزت منانے پر تکتے ہوئے ہیں۔ آج کل کے دیوبندی اس قافلے میں کہ انہیں دیوبندی کہا جائے۔ تو جو ان کو جان بھال کر سوا، اشاعت التوحید و التمسک کا قافلہ ال ملک میں دیوبندی آ رہا کہ مصالک کر چل رہا ہے۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ اگر ان ملک میں اشاعت التوحید و التمسک کے یہ بزرگ بچاؤ نہ ہوتے۔ دین کا صاف اور سچا کام نہ کرتے تو آج دیوبندیت کے پلے کچھ نہ جتا کچھ نہ جتا آج نہ ہوتا۔“ (۲)

اور مولوی طاہر شیخ جی صاحب نے آج کے دیوبندیوں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:
 ”اکابرین دیوبند جمہور اللہ نے جن چیزوں کو بدعات فرمایا مثلاً بیسے، دائرہ اسقاط، عرس اور مولود، انھیں ایام، وغیرہ لیکن امام بنیاد میں ان بدعات کی سرپرستی کرتے ہیں اور ان کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں۔“ (۳)

(۱) مولیٰ حسین احمد از فرزند مولیٰ محمد احمد، کوثر اقبال، ص ۲۰۰ (۲) تقریر جو ابراہیم و موسیٰ، ص ۵۰ (۳) ہندو اخبار، تحصیل آگے آگے ہے (۴) یہ واقعہ چھپنے سے قبل رکھنا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ان کے سربراہ مولوی بادشاہ خان فرماتے ہیں:

”حضرت مرشدی و مرشد اعلیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اوقات اور بیعتوں پر ہزاروں ہزار حضرات اور اہل علم و اسلام کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ ”مکتوبہ کبریٰ“ تو آج بابت ایک حائف مبدلان (جس میں ہزاروں لوگ سوچتے ہیں) اور کتب مرشدی کی قہار اولیٰ کلمہ سے ہرگز خواب کو نہ لگے کہ تقریر نہ کرے اور یہ چار اولیٰ کو حیدر کے تحت دشمن تھے جس وقت وہ تھے حضرت سیدنا امام علیہ السلام نے فرمایا: ”خداوند سبحان و تعالیٰ و شہد و شہداء“۔ لیکن یہ قرآن کی عبادت اور امور ہیں۔ اور تقریر کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت قرآن میں ہونے اور فرمانے کے کیے کلمہ ہمارا کام ہے اگر ہم سے ملنے ہے تو جاری رکھو۔ (ابھی تقریر) لیکن ان حضرات کا قابل مرشدی مولیٰ محمد طاہر خان بادشاہ، علیہ السلام اور ان کے والدین و اولاد، گویا ان کو اس صوفی (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳)

لیکن لطیف یہ ہے کہ آج کے دیوبندی جن کفریہ عقائد کو اختیار کئے ہوئے ہیں، وہ آج کی پیداوار نہیں بلکہ انہی "سابقون الاولون" کے عطا کردہ ہیں جن کو یہ اشاعتی "حق" پر کہتے ہیں۔ دیوبندی مسلک کے عقائد جن پر اس مسلک کے تمام لوگوں کا اتفاق ہے، ان کی مشہور کتاب "المہند علی العقیدہ" میں بصراحت بیان کر دئے گئے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو رضا خان بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" کے جواب میں لکھی گئی جس میں فاضل بریلوی کے علمائے دیوبند سے منسوب کردہ عقائد کی تردید کرتے ہوئے اپنے عقائد واضح کئے گئے۔ کتاب کے مصنف مولوی ضلیل احمد سہارنپوری ہیں جو رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے، جن کو اشاعت التوحید والے اپنا معتقد مانتے ہیں جیسا کہ ان کے دستوری حوالے میں ذکر ہوا۔ اس کتاب میں مذکور عقائد کی تصدیق اس وقت کے درج ذیل دو درجہ علماء نے کی:

محمود حسن، میر احمد حسن، عزیز الرحمن، اشرف علی تھانوی، شاہ عبدالرحیم ہانپوری، خادم گنگوہی، محمد حسن، قدرت اللہ، حبیب الرحمن، محمد احمد، غلام رسول، محمد افضل، مول، عبد الصمد بجنوری، محمد اعلیٰ منصوری، ریاض الدین، مفتی کفایت اللہ، محمد قاسم، ضیاء الحق، محمد عاشق الہی میرٹھی، محمد مصطفیٰ بجنوری، محمد مسعود احمد بن رشید احمد گنگوہی، محمد یحییٰ سہرانی، کفایت اللہ (عقائد علمائے دیوبند)

یہ چوبیس علماء کوئی بجا و غیر معروف قسم کے "دور کھتی ٹٹا" نہ تھے۔ ان کے مقام و مرتبے کا اندازہ ان کے ناموں کے ساتھ استعمال کئے جانے والے القابات سے کیا جاسکتا ہے جو اس کتاب کے اردو ترجمے میں لکھے گئے ہیں:

قدوة العارفين زبدة المحدثين..... سيد العلماء صفوة الصالحين..... عمدة الفقهاء واسوة الاصفياء..... طبيب العلة حكيم الامة حضرت مولانا الحاج الحافظ..... شيخ الانبياء وسند الابرار..... رئيس الحكماء امام الفضلاء..... جامع الكمال صادق الاحوال..... بقية السلف قدوة الخلف..... حاوي الفروع والاصول جامع المعقول والمنقول..... شمس فلك الشريعة البيضاء و بدر السماء لطيفة الغزاء..... ذروة سنام الدين وعروة الحب المتين..... ربيع رياض الاسلام مقتدائے انام..... جامع العلوم العقلية والفنون العقلية..... ذوالفضل والفضائل عمدة الاقوان والامثال..... ذوالمجد الفاخر والعلم الداخر والفهم الباهر والراشد الزاهر..... معدن معاطم الاشفاق و مخزن محاسن الاخلاق..... عين الانسان الكامل و انسان عيون الافاضل..... منطقة بروج الفضائل مطروح انظار السلاوة والافاضل..... فاشر العلوم العربية و سابر الفنون الادبية.....

کیا ان مباغضاً آمیز القابات کے حامل "معزز علماء کرام" کی صدقہ بات ایسی ہو سکتی ہے کہ اسے "آج کے دیوبندی" کہہ کر کوئی اشاعتی نظر انداز کر دے۔ مزید تائید کے

لئے قارئین ایک نظر ان کے لئے استعمال کئے جانے والے دماغی کلمات پر بھی ڈال لیں جس سے ان کی "صدافت" مزید روشن ہو جاتی ہے۔ مترجم کتاب ان کے لئے کہتا ہے:

دامت فضائلہم، قدس الله سرہ، مدت برکاتہم، دام الله فیوضہم، عمت مکارمہم، زیدت محاسنہم، برونث فی احوالہ، اناہ الله برہانہ، طاب الله ثراہ، اطال الله بقاءہ، زید فضله العمیم، کثر الله امثاله، نصبر الله بمنہ، اید الله بروح القدس

لیکن ہٹ دھرمی اور دوہرہ دیکھئے کہ ایک طرف تو ان "سابقون الاولون" علمائے دیوبند کو "قافلہ حق" گردانا جاتا ہے اور ان سے تعلق پر فخر کیا جاتا ہے جبکہ انہی کے مصدق عقائد سے تمسک کر نیوالے دیوبندیوں کو "دیوبندیت کی پیشانی پر پونا داغ" اور "گالی" وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اس کتاب المہند میں مذکور عقائد کی تصدیق کرنے والے ایک عالم اشرف علی تھانوی صاحب جن کے کارناموں کا ہر دیوبندی معترف ہوتا ہے، کے متعلق منابت اللہ بخاری صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے دوسرے علماء کے علم و عمل پر اعتماد کرتے ہوئے تائیدی و تحفظ کئے ورنہ ان کے اپنے یہ عقائد نہ تھے (۱)۔ حالانکہ انہوں نے صرف "تائیدی و تحفظ" نہیں کئے بلکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ:

"نقربہ و نعتقدہ ولکل امرالمفترین الی اللہ و انا اشرف علی التھانوی الحنفی الجشتی ختم اللہ تعالیٰ لہ بالخیر" میں اس کا مقرر اور معتقد ہوں اور افترا کرنے والوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔ میں اشرف علی تھانوی علیٰ پیشی، اللہ تعالیٰ فائزہ خیر فرمائے۔ (۲)

اور حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے جن عقائد کی تصدیق کی، خود ان کے بھی یہی عقائد تھے۔ ان کی اپنی تحریریں اس پر گواہ ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "امداد المشائق" میں اپنے پیر امداد اللہ مہاجر کی کی "مبین الدین پیشی امیری اور "حکایات اولیاء" میں شاہ ولی اللہ کی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں استعانت کے واقعات نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ مراد ہستی انہیں متعلقین کے حالات سے پوری طرح باخبر ہوتی ہیں اور دنیا میں آ کر ان کی وغیرہ بھی کرتی ہیں۔ ان کی اس کتاب "حکایات اولیاء" میں تو ایسے ایسے واقعات ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ مراد ہستی ہے، دیکھتا ہے، بولتا ہے، کام کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

تھانوی صاحب کی تصدیق کے متعلق تو پیر بخاری صاحب نے یہ خادم فرمائی کی کہ انہوں نے دوسرے علماء کے علم و عمل پر اعتماد کرتے ہوئے تائیدی و تحفظ کئے (مادر حقیقت میں ان کا قصور یہ بھی ثابت کیا گیا)، المہند پر تصدیق کرنے والے ایک دوسرے عالم نے کسی دوسرے کے علم و عمل پر اعتماد نہیں کیا کیونکہ وہ "مفتی اعظم ہند" تھے بلکہ انہوں نے اچھی طرح پڑھ بچھ کر دیکھا کہ اور درج ذیل نوٹ لکھ کر اس بات

(۱) توحید، ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳،

کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی کہ بعد میں کوئی انہیں "اہل حق" گردانتے والا معتقدان عقائد سے ان کو بڑی الذمہ قرار دینے کی کوشش نہ کرے۔

"رأيت الاجوبة كلها فوجدتها حقة صريحة لا يحوم حول سرادقائها شك ولا ريب - وهو معتقدى و معتقد مشائخى رحمهم الله تعالى - وانا العبد الضعيف الراجى رحمة مولاه الموعود بكفايت الله الشاهجافقورى الحظى المدرس فى المدرسة الامينية الدهلوية"

"میں نے تمام جوابات دیکھے، جس سب کو یہ اہل حق و صریح پایا کہ اس کے ارد گرد بھی شک و ریب جس گھوم سکتا اور بھی یہ عقیدہ ہے اور میرے شیخ رحمہ اللہ کا عقیدہ ہے۔ میں ہوں بندہ ضعیف امیدوار رحمت خداوندی محمد کفایت اللہ شاہین پوری حلی مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ (۱۰)"

یہ وہی مفتی کفایت اللہ ہیں جن کیلئے ان کے شاگرد خاص، اشاعت التوحید والنتہ کے "شیخ الحدیث والفسیر حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی" لکھتے ہیں:

"حضرت مفتی اعظم ہند استاذی المکرم الشیخ المفلح سیدی و سندی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمة واسعة وافرة كاملة" (۲)
"حضرت شیخ المشائخ نعمان الوقت فقیہ النفس المحقق الدقق رئیس المحدثین والمفسرین ماهر المعقول والمقول استاذی و مولائی العلامة الفہامة المقام الطمطم الامام العربی الغطریف النقاد الکامل و مفتی اعظم ہند محمد کفایہ اللہ علیہ رحمۃ اللہ" (۳)

جن صاحب کو نیلوی صاحب اپنی "سند" قرار دے رہے ہیں وہ بقلم خود فرماتے ہیں کہ نہ صرف میرے بلکہ مجھ سے پہلے گذرنے والے سارے علمائے دیوبند کے بغیر کسی شک شبہ کے یہی عقائد تھے جو اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ کیا اس "سند" کی خود اپنی سند پر ان لوگوں کیلئے یہ تسلیم کر لینا کافی نہیں کہ امہد میں بیان کردہ تمام عقائد بلا استثناء تمام علمائے دیوبند کے متفق عقائد ہیں جن کو آج کے دیوبندی بھی مانتے ہیں۔ تو ایک ہی عقیدہ رکھنے پر پہلے والے "اہل حق" اور بعد والے "گمراہ" بدنام داغ لگائی۔ کیسے بن گئے! اشاعتی اور دیوبندی دونوں فقہ حق کے پیرو ہیں۔ فقہی موشگافیاں کرنے والوں کے نزدیک ایک متفقہ اصول ہے کہ اشتراک ملت کے سب علم بھی مشترک ہو گا۔ اگر باطل عقائد کے سبب آج کے دیوبندی گمراہ ہیں، حق سے دور ہیں، شکستے ہوئے ہیں، تو یہی عقائد رکھنے کی بناء پر ان

کے ساتھیوں بھی اس اصول کی رو سے کیا گمراہ نہیں ٹھہریں گے؟

اپنے اکابرین کے لئے مندرجہ بالا قسم کے مبالغہ آمیز خطابات کا استعمال ان اشاعتیوں کی اکابر پر ستائش و نیت کی فحاشی کرتا ہے۔ ان کے جلسوں کے اشتہارات، ان جلسوں میں کسی خطیب کی آمد پر اس کے تعارف کے لئے استعمال کئے جانے والے الفاظ اور سب سے بڑھ کر ان کی تحریریں اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ اپنے بانی جماعت کو یہ کہیں "مجدد مائتہ حامیہ" کہتے ہیں (۴)، کہیں "قدوة المحدثین، زبدة العارفين، مجدد دوران" کہتے ہیں (۵)، کہیں "امام الموحدين" کہتے ہیں (۶)، تو کہیں ان کا تعارف اس طرح کرتے ہیں:

"بانی جماعت اشاعة التوحيد و السنة رئيس المفسرين، سند المحدثين، قدوة الفقهاء، سلطان العارفين، الامام العلامة، حضرت مولانا حسين علي الوائى رحمة الله رحمة واسعة" (۷)

احادیث کا مطالعہ کریں تو یہ چیز مفقود نظر آتی ہے۔ بلکہ نبی ﷺ نے تو خود اپنی تعریف میں بھی کبھی قسم کے مبالغے سے منع فرمایا ہے (۸)۔ چنانچہ خیر القرون میں نبی ﷺ کے لئے صحابہ کرام نے مبالغہ آمیز القابات استعمال کئے، نہ تابعین نے اپنے اکابرین صحابہ کیلئے اور نہ ہی تبع تابعین نے اپنے اکابرین تابعین کے لئے۔ اس طرح کا انداز اپنا کر "اشاعة التوحيد والسنة" والے نہ جانے کس کی "سنت" کی اشاعت کر رہے ہیں؟

جن صاحب کے لئے یہ طول طویل القابات کا طومار باندھا جاتا ہے، ذرا ان کے کمالات تو حفظ فرمائیے۔ مولوی الوائى اپنی کتاب "بلغة الخیر ان" میں لکھتے ہیں:

مبشرات: رانیہ سیدی محمد عثمان اعطانی تفسیر القرآن صغیر الحجم قلقت أ هو تفسیر جمیع القرآن فال نعم و رانیہ انی أعطیت التفسیر من الرب تعالی و رانیہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اخذنی فی حجرہ و ادخل لسانہ المبارک فی فمی و الفی لعلہ فی فمی و رانیہ ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہائرنی بتصنیف تفسیر القرآن و رانیہ ان اللہ تبارک و تعالیٰ بقول لبی غفرت لک و لمن اتبعک رانیہ ان رسول اللہ ﷺ عانقنی و ذهب بی فی معانقہ علی الصراط ای پل۔ سراط رانیہ ان رسول اللہ ﷺ کتب لی ضمیۃ حتم علیہ بیدہ المبارک و کان معہ اکثر الاکابر دعوت عند بیت اللہ الحرام ثم حثت عند

(۱) عقائد ملت کے دیوبند، امام افریقین ص ۷۷-۷۸ (۲) لٹریچر ڈیپارٹمنٹ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۳-۳۴ (۳) علامہ محمد امجد علی دہلوی ص ۱۱۱ (۴) کتاب الافغانیہ لابن حجر عسقلانی ص ۱۱۱ (۵) حاشیہ علی التوحید ص ۱۱۱ (۶) حاشیہ علی التوحید ص ۱۱۱ (۷) حاشیہ علی التوحید ص ۱۱۱ (۸) حاشیہ علی التوحید ص ۱۱۱

رسول اللہ ﷺ قللت الصلوة والسلام عليك يا رسول
اللہ فعاثني ﷺ و علمني اللطائف والاذكار و راثيت ائمة
يسقط فامسكت واعصمته عن السقوط فعبرت لي
ذلك الوقت ان العباد اقامة دينه و محو الشرك قيل لي
من يخالفك في التوحيد هم دجالون كذابون وقعدت
عند مزار الامام الرباني فقال لي في المكالفة بيان
مسئلة التوحيد اعلى درجة عن السلوك و راثيت
الانبياء كلهم من آدم الى نبينا ﷺ كلهم ينادون
يا علي نداء ان من دعا غير الله دعائى معتقدا انه يعلم و
يسمع فهو كافر۔ (مسعود)

”جس میں علی بن محمد بن عبد اللہ کہتا ہے کہ۔۔۔ میں نے اپنے آقا محمد بن کو دیکھا
کہ انہوں نے مجھے تفسیر قرآن عطا کی جو عجم میں چھوٹی تھی۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا یہ
سادہ قرآن کی تفسیر ہے۔ آپ نے کہا ہاں۔ اور میں نے دیکھا کہ مجھے رب تعالیٰ
کی طرف سے تفسیر عطا کی گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ مجھے اپنے حجرے میں
لے گئے اور اپنی زبان میرے منہ میں داخل کی اور پتا لعاب میرے منہ میں ڈالا۔ اور
میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھے علم دیتے ہیں کہ تفسیر قرآن تصنیف کروں۔ اور میں
نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ میں نے تجھے بخش دیا اور اسے بھی جو تیری اجازت
کرے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے گئے سے لگایا اور اپنی آغوش میں
میں مجھے ہلے صراط پر لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے
جہانم لکھی۔ اور اپنے دست مبارک سے اس پر سر لگائی اور اکثر اکابرین اس
وقت آپ کے ساتھ تھے۔ میں نے بیت اللہ کے پاس دعا کی اور پھر رسول اللہ ﷺ
کے پاس آیا اور پھر کہا الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ اس پر رسول اللہ
ﷺ نے مجھے گلے لگایا مجھے طائف و اذکار سکھائے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ
گرنے لگے۔ پس میں نے آپ کو قہقام لیا اور گرنے سے بچایا۔ اس وقت میں نے اس
کی تعبیر یہ کی کہ اس سے مراد آپ کے دین کو قہقام کرنا اور شرک کو مٹانا ہے۔ مجھ سے کہا
میرا کہ تو حید میں جو تیری مخالفت کرے گا وہ جال و کد اب ہیں۔ اور میں امام ربانی کے
مزار پر بیٹھا تو امام نے رکاشتے میں مجھے مسئلہ توحید اور اعلیٰ مدارج سلوک بیان کئے۔ اور
میں نے آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام تک تمام نبیوں کو دیکھا جو
سب کے سب بلند آواز سے ندا دیکھ رہے تھے کہ جس نے اس استقامت کے ساتھ میرا اللہ کو
پکارا کہ وہ جانتا ہے اور سنتا ہے تو وہ فقیہ کا فر ہے۔“

الوانی صاحب کہہ رہے ہیں کہ نبی ﷺ گرنے لگے تو میں نے انہیں گرنے
سے بچایا۔ یہ تو کسی ہی بات ہے جو عبد القادر جیلانی کی کرامات میں بیان کی جاتی
ہے کہ جب سدرۃ المنتہی پر پہنچ کر جبرئیل امین نے مزید آگے جانے سے یہ کہہ کر
معذرت کر لی کہ ان کے پر چل جائیں گے تو وہاں شیخ جیلانی نمودار ہوئے جن پر
سوار ہو کر نبی ﷺ مقام قاب تو سین اور اوقیٰ عرش پر پہنچے اور ان سے فرمایا کہ
میرے یہ قدم تیری گردن پر اور تیرے قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہوں گے۔ (۱)
جو لوگ ایسے ”کمالات“ کے حامل ہوں تو پھر ان کے لئے جو کچھ نہ کہا جائے وہ

کم ہوگا۔ بلکہ ایسے پیچھے ہوؤں کو تو ”بندوں“ کی فہرست میں رکھنا ان کے شایان
شان نہ ہوگا۔ ان کا تو کوئی اور ہی ”مقام“ ہونا چاہئے۔ اور ایسوں کے لئے یہ کہنا تو
بالکل ہی غلط ہے کہ ان ”کامسک“ یقیناً قرآن کریم اور سنت مجھ کے عین مطابق
ہے۔ (۲) کیونکہ یہ ”کارنامے“ تو قرآن کریم اور سنت مجھ کا کھلا انکار کرتے ہیں۔

اس اکابر پرستی کی بھٹکیاں ان کی تحریروں میں نظر آتی رہتی ہیں۔ کبھی تو یہ اس
میں اتنے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبان و قلم سے ”عقیدت وے بھل“ برسنے
لگتے ہیں جیسے ان کے ایک حافظ صاحب نے عنایت اللہ بخاری کے لئے عنوان
مذکورہ سے اپنے سرانگی قصیدوں میں برسنائے جن کا ایک شعر ہے:

شہنشاہ علمی دنیا دا مرنی طرفوں سلام ہوئی

رسول اللہ دا عاشق ہیں سدا دنیا قلام ہوئی

(دیباچہ مہم کے بادشاہوں کے بادشاہ! میری طرف سے تجھ پر سلام ہو۔ تو رسول

اللہ کا عاشق ہے، دنیا ہمیشہ تیری قلام رہے) (۳)

اگر یہاں الوانی صاحب کے استاد

”عارف رائقہ قدوة السالکین حضرت مولانا رشید احمد

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ“ (۴)

جن کے الوانی صاحب

”شاگرد خاص اور ان کے طرز عمل کے دہلی تھے“ (۵)

کا مقام بھی بیان کر دیا جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جن کے لئے اشاعتوں کا یہ
بھی کہنا ہے کہ

”اپنے زمانے کے قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ الف الف رحمۃ تو

ہمارے لئے طاقتور بنامہ نور ہیں۔ ہمارا مشن اور ہماری تفسیر قرآنی ان کے واسطے سے

سید الانبیاء ﷺ تک پہنچتی ہے۔“ (۶)

موصوف کے ”غلیظہ خاص“ عاشق الہی میر غمی صاحب نے ”تذکرۃ الرشید“ کے نام
سے ان کی سوانح حیات لکھی ہے جس کی پیشانی پر یہ قرآنی آیت لکھی ہے:

ان هذا تذکرۃ فتمن لنا ذنوبہ

”یہ ایک یاد دہانی ہے جس کو چاہے اس سے نصیحت پکڑے۔“

چھ سو بڑے صفحات کی اس کتاب میں مؤلف نے اپنے ممدوح کے ایسے ایسے
کارنامے بیان کئے ہیں کہ عقل حیران و پریشان ہو جائے کہ ایک بندے میں وہ
سب ”کمالات“ کیسے جمع ہو گئے جن سے جلیل القدر تابعین، عالی مقام صحابہ، بلکہ
افضل الخلائق انبیاء علیہم السلام بھی محروم رہے۔ فرماتے ہیں کہ

”حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مقبولیت کمال اجازت سے کہ جب اس درجہ واضح

ہو چکی تھی کہ اگر میں اعلیٰ البدیعات لکھیں تو زیادہ کا تقصیر فی نصف اٹھارہ لکھیں تو بجا

ہے مگر جب محروم القدر اسباب کی غفلت باطنی و قضاوت قلبی نے خاتم الامین ﷺ کی

نبوت کا یہ وہ کئی فضائل کا یہ وہ اعتراف نہ کیا تو اب رسول قطب وقت پادشاہ ولایت

(۱) کمالات لغت الاطعم، مطبوعہ دار القرآن علی کتب خانہ لاہور میں۔ ۲۵ (۲) فتح ۲، دولہ ۱، دستورائتہ التوحید والحدیث (۳) تذکرۃ حید، فروری ۱۹۹۳ء، ص ۵۲ (۴) فتح ۲، دولہ ۱، دستورائتہ التوحید والحدیث (۵) ایضاً

(۶) تذکرۃ حید، جون ۱۹۹۳ء، ص ۶

یا عظمت کے انکار کرنے والوں پر انہیں فحش کیا جائے۔ اگر کسی کو حق تعالیٰ ہدایت عطا فرمادیں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کی ولایت پر زمین و آسمان اور اشجار و اجناس گواہ بنے ہوئے ہیں۔ تمام ذی روح مخلوق حتیٰ کہ حشراتِ اپنے بھٹوں میں اور پھلیاں سمندر و آب و زمین آپ کی ترقی و ترقی کے آئینہ پر بنے پائیاں رحمت کے نازل ہونے کی دعا نہیں مانگی تھیں۔ آپ کی بابرکت ذات اور مودت خاصہ وجودِ باوجود سے سرفہ نوع انسانی ہی متبع نہیں ہوئے بلکہ تو حتمی و قاری الہی اور کسی وجہ میں المیہاں و رحمت کے ساتھ گنہگار کا نفع ہر جائز حق کو پہنچا بلکہ سرسبز و شادابی کی نعمت سے زمین کی ہری گھاس اور درختوں کے پتے بھی محروم نہ رہے۔ جس قلب کو عارف بھاننے نے ادراک اور محسوس عطا فرمایا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ جو زولِ یکینہ آج سے تین برس پہلے عالم آفکار تھی اب اس کا وجود نہیں اس لئے کہ جس فرشتہ مصلحت سر پرست محبوب کے قبیل میں عالم کو اترا جا رہا تھا وہ پاستہ صادر چکا اور عالم خالی سے رحمت بعالم جا رہی ہو۔ (۱)

”مثنوی رحمت علی صاحب موضح رائے پور گوہر ان شیع جالندھر کے سرکاری مدرسے میں مدرس ہیں۔ ابتدا میں بدعات منیہ و رسومات مختصر مدرسہ میں بدعات شریعت تھے۔ حضرت حافظہ صاحب دامت برکاتہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ پڑھا اور مسائل شریف سے واقفیت پر امتحان فی الجملہ اصلاحت فی چند مثنوی صاحب کو ہندوستان حضرت جی ان پور عہدہ افتادہ جیلانی قدس سرہ کے ساتھ خاص محبت و عقیدت تھی انکی بدولت ان کو شیعہ کے ساتھ ایسا تعلق ہو گیا تھا کہ اکثر مہمات کے وقت حضرت شیخ خواب میں تشریف لاتے اور ہمیں فرمایا کرتے تھے فیہ اذی محبت کا تہ و تھا کہ زمانہ و اقلیت ہی میں اس کی تفریق تھی کہ کسی شیخ کا دامن پکڑوں اور اللہ کا نام سکھوں۔ حافظہ صاحب صاحب دامت برکاتہ کی شاگردی کے زمانے میں اکثر حضرت مولانا قدس سرہ کے حامد و مناد اب ان کے کان میں پڑتے مگر یہ متاثر نہ ہوتے اور یہ خیال کے ہونے تھے کہ جب تک حضرت جی ان پور رحمت اللہ علیہ خواب میں تشریف اگر خود ارشاد فرما دیتے کہ فلاں شخص سے بیعت ہو اس وقت تک بغور غور کسی سے بیعت نہ کرونگا۔ اسی حالت میں ایک مدت گذر گئی کہ یہ اپنے خیال پر تھے رہے آخر ایک شب حضرت جی ان پور قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی کو حق تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا اسلام شہدائے کبار ہے تو آپ اس کے ارادے سے واقف ہو جاتے ہیں۔ چند روز بعد حضرت جی ان پور کی زیارت سے دوبارہ مشرف ہوئے اور پھر بارہ اور چوتھی مرتبہ غرض تواتر گئی ہادیکی خواب نظر آیا کہ حضرت جی ان پور ارشاد فرماتے ہیں کہ مولانا رشید احمد صاحب کو حق تعالیٰ نے دونوں علم پر دے عطا فرمائے ہیں۔ نیز خواب میں ہی میں حضرت امام ربانی قدس

سرہ کی ان کو زیارت کرائی تھی اور دیکھا گیا کہ یہ شخص جی ان کی خدمت کا دیار حکم سکھایا جاتا ہے۔ (۲) ۱۲۱۲ھ

”حضرت مولانا شریف علی صاحب دامت برکاتہ فرماتے تھے ایک مرتبہ مجھے خیالی دعا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ولایت تو ظاہر ہے مگر اولیاء اللہ کے مراتب مختلف ہیں خدا جانتے حضرت کا مرتبہ کیا ہے؟ ایک دن مجھ کو کچھ جاگتا تھا۔ لیکن کیا ہوں کہ حضرت قدس سرہ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور میں سناٹے بیٹھا ہوں۔ ایک بزرگ مصباحہ میں لے کر تشریف لائے اور حضرت کی طرف اشارہ فرما کر مجھ سے مخاطب ہو کر یوں ارشاد فرمایا کہ ”و کھو یہ قلب الارشاد ہیں۔“ اس کے بعد فوراً آنکھ کھلی گئی اور وہی کو اطمینان ہو گیا۔“ (۳)

”حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مجددی قدس سرہ دامت برکاتہ و ایلکام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خزانہ انوار میں سہ ماہی تشریف حاضر ہونے کو آپ کو معلوم کرایا گیا کہ امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قطب الارشاد ہیں۔ حضرت مولانا صدیقی احمد صاحب انصاری مدت فیوضہ جو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلیفہ کا مکتبہ میں صاحب حالات مجیدیہ و اہل سنت تشریف ہیں تشریف فرماتے ہیں کہ ان عاجز کو یہ معلوم کرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فارسیہ قدس سرہ اس زمانے کے قطب الارشاد تھے۔ آپ کا لقب عالم بالا میں مجدد عالم ہے۔ آپ ولایتِ ائمہ و مقام محمدی میں نہایت راجح تقدم ہیں۔ اولیاء امت محمدیہ میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں کہ ان مقام عالی میں استقامت و سستی رکھتے ہیں۔ یہ مقام حضرت فخر عالم رسول اکرم ﷺ کے زیر قدم ہے۔“ (۴)

”حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ“ جو اپنے ”مزار پر انوار“ سے زائر کو ”معلوم“ کر رہے ہیں کہ ”امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قطب الارشاد ہیں“، خود اپنی کتاب مبداء و معاد میں اس منصب ”قطب الارشاد“ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”قطب الارشاد جس میں قریبیت کے محال کمالات بھی پائے جاتے ہیں نہایت قبیل الوجود ہوتا ہے۔ کئی صدیوں بلکہ سہ ہزار سال کے بعد اس قسم کا موعود ظاہر ہوتا ہے جس کے نور خورشید سے تاریک دنیا روشن ہو جاتی ہے۔ اسی کی بدولت اللہ شاہد عرش سے لے کر سرگرم زمین تک تمام جہاں کو حاصل ہوتا ہے۔ اس شخص کو شہادہ بدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہوتے ہیں اسی کی وساطت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے وسیلے کے بغیر برادر است کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی کہ اس کا نور بدایت سمندر کی طرح تمام جہاں کو گھیرے ہوتا ہے اور وہ ایک منہ سمندر سے جو باطن اعلیٰ حرکت نہیں کرتا۔ جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی گفتگوں ہوتا ہے یا دوزخ کسی طالب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو توجہ کی وقت طالب کے دل میں گویا ایک نور اعلیٰ فاضل جاتا ہے جس کی روانہ

(۱) تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، صفحات ۳۲۵، ۳۲۶ (۲) ایضاً میں۔ ۱۲۱۲، ۱۲۱۳ھ کے اس پر ”مشرف“ کر کے اس پر ”کلاف“ و ”اکرام“ فرمانے والے عہد افتادہ جیلانی صاحب کے بدولت اور بدعتیوں کے متعلق ارشاد اللہ بھی حافظ فرمائیے جن میں سے کچھ کو ہمیں ۱۲۱۲ھ کے نقشہ قیود (میں۔ ۱۲۱۲ھ) میں بھی جان لیا گیا ہے کہ ”تذہد علیوں سے بہت زیادہ بحث و مباحثہ نہ کرو اور ان کے مذہب کو اور کھلم کھلا دہاؤ نہ کرو اور ان کے پاس میں نہ جاؤ اور نہ انھیں سلام کرو کیونکہ ہمارے امام حسن مظلوم رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے بدعت کو سلام کیا اس نے اس سے بدعت کی ایک کھوکھلی پیچھے لے کر لیا ہے جو اس میں سلام عام کرواں سے ایک دوسرے میں محبت پیدا ہوگی اور دشمنان کے ساتھ اچھا بیچھا اور دشمنان سے صلہ ہو جائے اور یہ عقیدہ قریبیت سرست کے متعلق ہے انھیں مبارکباد دے دو اور دشمنان کے ہتھکڑی کی غماز پر دھواں نہ لگا کر آئے نہ اٹھاؤ اور تم کو ہر ایک ان سے دور رہو اور ہر ایک کی دشمنی کا طعن کو اپنا دشمن ہی تصور کرو اور بدعتیوں کے مذہب کے باطن میں ہونے پر یقین نہ کرو اور نہ ہیبت کر لو کسی پر عظیم خواب اور بدعتیہ ارشاد اللہ علیہ السلام ہے۔ یہی حقیقت ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص بدعت کو اپنے اہل دشمن تصور کرے اللہ اس کا دل امن و امان سے محروم کرے گا اور بدعتی کو اس سے بغض رکھ کر اسے حق تعالیٰ سے قیامت کے دن امن و سلامتی عطا فرمائے گا اور جو بدعتی کو حق تعالیٰ سے بغض میں اس کے سوا رہے بلکہ فرمائے گا اور جو اس سے شہ و بیعت یا اسطرح لے کہ وہ خوش ہو جائے تو اس نے وہ کام پاک سمجھ کر جو حق تعالیٰ میں عہدہ لے اپنے ہی ہاتھ لگا رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا جب تک وہ بدعت نہ چھوڑ دے۔ فضیل بن عیاض کہ جس بدعتی سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو عارت فرما دیتا ہے اور اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے اور جب اللہ کے علم میں کوئی شخص بدعتی سے بغض رکھنے والا ہوتا ہے تو مجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔ گو اس کے عمل کو عارت فرما دے گا۔ اگر تم راہ میں بدعتی کو دیکھو تو دوسری راہ اختیار کرو۔ فضیل بن عیاض صحاح ابن عباس: اگر کوئی بدعتی کے جنازے کے ساتھ گیا تو جب تک وہ اس میں آئے گا اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب میں رہے گا۔ یہی حقیقت ہے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے فرمایا جس نے بدعت ایجاد کی یا بدعت کو پھیلانے کی بدعتی بدعتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے فرائض و اہل قبول نہیں فرماتا۔“ (۳) تذکرۃ الرشید، حصہ دوم میں۔ ۱۲۱۲، ۱۲۱۳ھ (۴) ایضاً میں۔ ۱۲۱۲، ۱۲۱۳ھ

ان دنیاں تو بہ اور ان خاص کے موافق یہ آپ ہوتا ہے۔ وہی طرح جو شخص کراچی میں مشغول ہے لیکن اس بزرگ (قطب ارشاد) کی طرف متوجہ نہیں ہو کر انکاری دینے سے نہیں بلکہ اس کے لئے کہ وہ اسے پہنچائیں تو بھی اسے اس قدر کا فائدہ پہنچتا ہے مگر یہی صورت میرا یہ نسبت اس سے کہ زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص قطب ارشاد کا منہ سے یا وہ بزرگ اس سے عداوت ہے خواہ وہ کتنا ہی ذہن الہی میں مشغول رہے پھر بھی ارشاد و حمایت کی حقیقت سے غور و مہارت ہے۔ وہی اس کا انکار اس کے فیض کا سد راہ ہوتا ہے خواہ قطب ارشاد اسے قائل و نہ چاہے کہ اسے یا نقصان پہنچانے کے لئے قہر نہ لے کر۔ ایسے شخص کو ہدایت کی حقیقت پھر نہیں پہنچتی۔ تو اسے رہنمائی صورت حاصل ہوتی ہے لیکن محض صورت سے یہ کام نہیں سکتا ہے۔ صورت سے ہی سے بہت غور و فکر حاصل ہوتا ہے۔ جو لوگ قطب ارشاد کے محبوب و محقق ہوتے ہیں ان کو وہ ان الہی اور توحید مذکور سے غافل ہی ہوں تو بھی کس محبت کی وجہ سے، شہ و ہدایت کا نور پہنچتا ہے۔

سے مولانا سر علی رضا صاحب الہادی (۱۱)

عبد و صاحب نے قطب ارشاد کا مقام واضح کر کے دیو بند یوں اور ان کے مطلق اشتیاق کی نیابت اور ان کے حریف بریلویوں کی برہادی کا سامنا کر دیا کیونکہ دیو بندی اور اشاعتی اپنے گنگوہی قطب ارشاد سے حمایت و درہمقیدت رکھتے ہیں اگرچہ بریلویوں کے ہر ہم ان کے افعال پر باور ہی کیوں نہ ہوں اور تمام بریلوی بشمول اپنے رضا خانی امام کے غائب و خفا ہیں خواہ وہ جو بھی مصلحت سے کتنی ہی محبت اور عشق کے دعوے کیوں نہ کریں کیونکہ وہ اس گنگوہی قطب ارشاد سے ان کے ”امکان کذب“ کے مسئلہ میں انہیں خارج از احکام سمجھتے ہوئے حدود بغض رکھتے ہیں۔ ”امکان کذب“ (یعنی ذات باری تعالیٰ کے لئے جھوٹ کا امکان) ان گنگوہی قطب ارشاد کا پھوڑا ہوا ایک مشہور شوش ہے جس پر ان کے زمانے میں بہت سے دے ہوئی تھی اور ان کے مخالف مسلک والے آج تک اس لکیر کو پیٹ رہے ہیں۔ گنگوہی صاحب نے فتویٰ صادر کیا تھا کہ (اس نے کذب و انحراف باللہ سے کذب بیان کا صدور ممکن ہے کیونکہ وہ ہم چیز پر جا رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ جب ان کے علماء کی قہروں میں قرآن و حدیث کے خلاف کفر یہ شرکیہ جھوٹی باتوں کی نشاندہی کی جائے تو یہ لوگ ان کا دفاع کرتے ہوئے کہتے جاتے ہیں کہ یہ لوگ اسے بڑے عالم تھے ایسی بات لکھ ہی نہیں سکتے، ان سے ایسی باتوں کا صدور ہوتی نہیں سکتا۔ لیکن تعجب ہے کہ اللہ رب العزت کی ذات سے جھوٹ کا صدور انہیں ممکن نہ تھا آج ہے!! ایسے ہی مواقع پر اللہ شکوہ کرتا ہے کہ مائیکم اخرجوں للہ و قارا اہل یہ فتویٰ قرآن و حدیث کے صریحاً مخالف ہے۔ اصدرو القول (۱) اور اصدیق الحدیث (۲) رب سے کذب کے صدور کا امکان بھی محال ہے اور ایسا سوچنا بھی سلب ایمان کے لئے کافی ہے جو جو من اظہر من الشمس افتری علی اللہ الکذب کے ذمہ سے میں آتا ہے۔ لیکن تذکرۃ المرشد کا مصنف اس معاملے میں لکھتا ہے کہ:

”انہیں زمانہ میں مسجد امکان کذب پر آپ کے مخالفین نے طعن کیا اور غلطی کا لٹوئی شائع کیا ہے سائیں تو میں شاہ صاحب انہادی کی مجلس میں گئی مولوی نے حضرت امام ربانی توں سر و کذا کر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری کے قول میں۔ یہ ان کرام میں تو قیل و شواہد صاحب نے انہوں نے بھائی اور حوالی دینے پر اقب و کر منہ ادج و تھا کر اپنی بھائی زبان میں الفاظ (۱) فرمائے تو کو تو کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا ظلم عرض کے پر سے چھتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔“ (۲)

شاید یہی کوئی صاحب کی نظر سے ان کے استاد کے استاد کا یہ جھوٹ والا فتویٰ نہیں گذر اور نہ پھر ان میں یہ کہنے کا بار نہ ہوتا کہ:

فبقول الجملہ العباد باللہ ان اللہ یکذب لا الذکاب منہ معنی

والامکان۔ مسلمہ الہیہ مع اللہ من حدیث الیقین (۳)

”کیونکہ اللہ جہاں سے کہ عباد اللہ اللہ جھوٹ ہوتا ہے کیونکہ اس سے جھوٹ ممکن ہے اور انہی چیز کے امکان سے اس کا مانع ہونا لازم آتا ہے۔ فتویٰ یہ ان دعوات سے۔“

ہم حال حقیقت کچھ بھی نہ دہان دیو بندیوں اور ان کے مطلق اشتیاق کی کو کسی خوش فہمی میں نہ رہنا چاہئے کیونکہ یہ ”قطب ارشاد“ کا منصب محض سرعہ اور مختصر ہے اور قرآن و حدیث اس معاملے میں باطل خاموش ہیں یعنی کتاب و سنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ قرآن و حدیث کا صریح انکار و استہزاء ہے۔ پھر یہ لوگ اپنے باپنی رہامت کے استاد کو ”قطب ارشاد“ مان کر کون کی سنت کی اشاعت کر رہے ہیں؟ اور ان ”قطب ارشاد“ صاحب کے کارنامے تو ملاحظہ فرمائیے۔ جن صاحب کے لئے، بقول ان کے شیخ عبدالقادر دینانی صاحب نے فرمایا کہ:

”نہ انرا شہ احمد صاحب بنی قادی نے، ہوں ہم پر۔“ (۴) ملاحظہ فرمائیے جن (۵) یہ صاحب کس طرح قرآن و حدیث کا مذاق اڑا رہے ہیں جیسا:

”اللق نے وفات قبل از موت کا پہلے کا لایا ہی مرحوم عبدالرؤف شریف موصوف حضرت سے ملا یہ عرض کیا کہ اچھا۔ اگر ہم تہذیب اصول و نظام کی حیات خصوصاً صدور انہما خاتم الرسل سلوات اللہ و سلام علیہ کا حیات الہی ہونا مسلم ہے اور آج کر سلوات صحت و انہما صیور سے سب کا میت رہا معلوم ہوتا ہے۔ سال کے جواب میں کہو کسی پتا تھے نہ فرمائی کہ جو معلوم و خارج پر موقوف ہے۔ الفاظ اور مطلب سب وقت ہر حق طرح نحو و نہیں رہا کفر خدا ان کا بھائی تھا کہ موت سب کوشش ہے پھر انہما کی اور اس مشاہد و حال حق تعالیٰ و قائل آفتاب و نور باری تعالیٰ سے ان دہ پر ملتا جاتے ہیں کہ اجزا و بدن ان کا نہ رہتا ہوتا ہے کہ تمام بدن ہم ہوتا ہے اگر جتنا سے اور تمام جسم ان کا نہیں اور ان کے ارکان میلان ہوتا ہے اور یہ حیات دہری قسم کی سب ان حقیقت سے نکل اور اللہ حضور علیہ السلام ان کا کمال اسلوا (۱) اسلوا (۲) اسلوا (۳) اسلوا (۴) اسلوا (۵) اسلوا (۶) اسلوا (۷) اسلوا (۸) اسلوا (۹) اسلوا (۱۰) اسلوا (۱۱) اسلوا (۱۲) اسلوا (۱۳) اسلوا (۱۴) اسلوا (۱۵) اسلوا (۱۶) اسلوا (۱۷) اسلوا (۱۸) اسلوا (۱۹) اسلوا (۲۰) اسلوا (۲۱) اسلوا (۲۲) اسلوا (۲۳) اسلوا (۲۴) اسلوا (۲۵) اسلوا (۲۶) اسلوا (۲۷) اسلوا (۲۸) اسلوا (۲۹) اسلوا (۳۰) اسلوا (۳۱) اسلوا (۳۲) اسلوا (۳۳) اسلوا (۳۴) اسلوا (۳۵) اسلوا (۳۶) اسلوا (۳۷) اسلوا (۳۸) اسلوا (۳۹) اسلوا (۴۰) اسلوا (۴۱) اسلوا (۴۲) اسلوا (۴۳) اسلوا (۴۴) اسلوا (۴۵) اسلوا (۴۶) اسلوا (۴۷) اسلوا (۴۸) اسلوا (۴۹) اسلوا (۵۰) اسلوا (۵۱) اسلوا (۵۲) اسلوا (۵۳) اسلوا (۵۴) اسلوا (۵۵) اسلوا (۵۶) اسلوا (۵۷) اسلوا (۵۸) اسلوا (۵۹) اسلوا (۶۰) اسلوا (۶۱) اسلوا (۶۲) اسلوا (۶۳) اسلوا (۶۴) اسلوا (۶۵) اسلوا (۶۶) اسلوا (۶۷) اسلوا (۶۸) اسلوا (۶۹) اسلوا (۷۰) اسلوا (۷۱) اسلوا (۷۲) اسلوا (۷۳) اسلوا (۷۴) اسلوا (۷۵) اسلوا (۷۶) اسلوا (۷۷) اسلوا (۷۸) اسلوا (۷۹) اسلوا (۸۰) اسلوا (۸۱) اسلوا (۸۲) اسلوا (۸۳) اسلوا (۸۴) اسلوا (۸۵) اسلوا (۸۶) اسلوا (۸۷) اسلوا (۸۸) اسلوا (۸۹) اسلوا (۹۰) اسلوا (۹۱) اسلوا (۹۲) اسلوا (۹۳) اسلوا (۹۴) اسلوا (۹۵) اسلوا (۹۶) اسلوا (۹۷) اسلوا (۹۸) اسلوا (۹۹) اسلوا (۱۰۰) اسلوا (۱۰۱) اسلوا (۱۰۲) اسلوا (۱۰۳) اسلوا (۱۰۴) اسلوا (۱۰۵) اسلوا (۱۰۶) اسلوا (۱۰۷) اسلوا (۱۰۸) اسلوا (۱۰۹) اسلوا (۱۱۰) اسلوا (۱۱۱) اسلوا (۱۱۲) اسلوا (۱۱۳) اسلوا (۱۱۴) اسلوا (۱۱۵) اسلوا (۱۱۶) اسلوا (۱۱۷) اسلوا (۱۱۸) اسلوا (۱۱۹) اسلوا (۱۲۰) اسلوا (۱۲۱) اسلوا (۱۲۲) اسلوا (۱۲۳) اسلوا (۱۲۴) اسلوا (۱۲۵) اسلوا (۱۲۶) اسلوا (۱۲۷) اسلوا (۱۲۸) اسلوا (۱۲۹) اسلوا (۱۳۰) اسلوا (۱۳۱) اسلوا (۱۳۲) اسلوا (۱۳۳) اسلوا (۱۳۴) اسلوا (۱۳۵) اسلوا (۱۳۶) اسلوا (۱۳۷) اسلوا (۱۳۸) اسلوا (۱۳۹) اسلوا (۱۴۰) اسلوا (۱۴۱) اسلوا (۱۴۲) اسلوا (۱۴۳) اسلوا (۱۴۴) اسلوا (۱۴۵) اسلوا (۱۴۶) اسلوا (۱۴۷) اسلوا (۱۴۸) اسلوا (۱۴۹) اسلوا (۱۵۰) اسلوا (۱۵۱) اسلوا (۱۵۲) اسلوا (۱۵۳) اسلوا (۱۵۴) اسلوا (۱۵۵) اسلوا (۱۵۶) اسلوا (۱۵۷) اسلوا (۱۵۸) اسلوا (۱۵۹) اسلوا (۱۶۰) اسلوا (۱۶۱) اسلوا (۱۶۲) اسلوا (۱۶۳) اسلوا (۱۶۴) اسلوا (۱۶۵) اسلوا (۱۶۶) اسلوا (۱۶۷) اسلوا (۱۶۸) اسلوا (۱۶۹) اسلوا (۱۷۰) اسلوا (۱۷۱) اسلوا (۱۷۲) اسلوا (۱۷۳) اسلوا (۱۷۴) اسلوا (۱۷۵) اسلوا (۱۷۶) اسلوا (۱۷۷) اسلوا (۱۷۸) اسلوا (۱۷۹) اسلوا (۱۸۰) اسلوا (۱۸۱) اسلوا (۱۸۲) اسلوا (۱۸۳) اسلوا (۱۸۴) اسلوا (۱۸۵) اسلوا (۱۸۶) اسلوا (۱۸۷) اسلوا (۱۸۸) اسلوا (۱۸۹) اسلوا (۱۹۰) اسلوا (۱۹۱) اسلوا (۱۹۲) اسلوا (۱۹۳) اسلوا (۱۹۴) اسلوا (۱۹۵) اسلوا (۱۹۶) اسلوا (۱۹۷) اسلوا (۱۹۸) اسلوا (۱۹۹) اسلوا (۲۰۰) اسلوا (۲۰۱) اسلوا (۲۰۲) اسلوا (۲۰۳) اسلوا (۲۰۴) اسلوا (۲۰۵) اسلوا (۲۰۶) اسلوا (۲۰۷) اسلوا (۲۰۸) اسلوا (۲۰۹) اسلوا (۲۱۰) اسلوا (۲۱۱) اسلوا (۲۱۲) اسلوا (۲۱۳) اسلوا (۲۱۴) اسلوا (۲۱۵) اسلوا (۲۱۶) اسلوا (۲۱۷) اسلوا (۲۱۸) اسلوا (۲۱۹) اسلوا (۲۲۰) اسلوا (۲۲۱) اسلوا (۲۲۲) اسلوا (۲۲۳) اسلوا (۲۲۴) اسلوا (۲۲۵) اسلوا (۲۲۶) اسلوا (۲۲۷) اسلوا (۲۲۸) اسلوا (۲۲۹) اسلوا (۲۳۰) اسلوا (۲۳۱) اسلوا (۲۳۲) اسلوا (۲۳۳) اسلوا (۲۳۴) اسلوا (۲۳۵) اسلوا (۲۳۶) اسلوا (۲۳۷) اسلوا (۲۳۸) اسلوا (۲۳۹) اسلوا (۲۴۰) اسلوا (۲۴۱) اسلوا (۲۴۲) اسلوا (۲۴۳) اسلوا (۲۴۴) اسلوا (۲۴۵) اسلوا (۲۴۶) اسلوا (۲۴۷) اسلوا (۲۴۸) اسلوا (۲۴۹) اسلوا (۲۵۰) اسلوا (۲۵۱) اسلوا (۲۵۲) اسلوا (۲۵۳) اسلوا (۲۵۴) اسلوا (۲۵۵) اسلوا (۲۵۶) اسلوا (۲۵۷) اسلوا (۲۵۸) اسلوا (۲۵۹) اسلوا (۲۶۰) اسلوا (۲۶۱) اسلوا (۲۶۲) اسلوا (۲۶۳) اسلوا (۲۶۴) اسلوا (۲۶۵) اسلوا (۲۶۶) اسلوا (۲۶۷) اسلوا (۲۶۸) اسلوا (۲۶۹) اسلوا (۲۷۰) اسلوا (۲۷۱) اسلوا (۲۷۲) اسلوا (۲۷۳) اسلوا (۲۷۴) اسلوا (۲۷۵) اسلوا (۲۷۶) اسلوا (۲۷۷) اسلوا (۲۷۸) اسلوا (۲۷۹) اسلوا (۲۸۰) اسلوا (۲۸۱) اسلوا (۲۸۲) اسلوا (۲۸۳) اسلوا (۲۸۴) اسلوا (۲۸۵) اسلوا (۲۸۶) اسلوا (۲۸۷) اسلوا (۲۸۸) اسلوا (۲۸۹) اسلوا (۲۹۰) اسلوا (۲۹۱) اسلوا (۲۹۲) اسلوا (۲۹۳) اسلوا (۲۹۴) اسلوا (۲۹۵) اسلوا (۲۹۶) اسلوا (۲۹۷) اسلوا (۲۹۸) اسلوا (۲۹۹) اسلوا (۳۰۰) اسلوا (۳۰۱) اسلوا (۳۰۲) اسلوا (۳۰۳) اسلوا (۳۰۴) اسلوا (۳۰۵) اسلوا (۳۰۶) اسلوا (۳۰۷) اسلوا (۳۰۸) اسلوا (۳۰۹) اسلوا (۳۱۰) اسلوا (۳۱۱) اسلوا (۳۱۲) اسلوا (۳۱۳) اسلوا (۳۱۴) اسلوا (۳۱۵) اسلوا (۳۱۶) اسلوا (۳۱۷) اسلوا (۳۱۸) اسلوا (۳۱۹) اسلوا (۳۲۰) اسلوا (۳۲۱) اسلوا (۳۲۲) اسلوا (۳۲۳) اسلوا (۳۲۴) اسلوا (۳۲۵) اسلوا (۳۲۶) اسلوا (۳۲۷) اسلوا (۳۲۸) اسلوا (۳۲۹) اسلوا (۳۳۰) اسلوا (۳۳۱) اسلوا (۳۳۲) اسلوا (۳۳۳) اسلوا (۳۳۴) اسلوا (۳۳۵) اسلوا (۳۳۶) اسلوا (۳۳۷) اسلوا (۳۳۸) اسلوا (۳۳۹) اسلوا (۳۴۰) اسلوا (۳۴۱) اسلوا (۳۴۲) اسلوا (۳۴۳) اسلوا (۳۴۴) اسلوا (۳۴۵) اسلوا (۳۴۶) اسلوا (۳۴۷) اسلوا (۳۴۸) اسلوا (۳۴۹) اسلوا (۳۵۰) اسلوا (۳۵۱) اسلوا (۳۵۲) اسلوا (۳۵۳) اسلوا (۳۵۴) اسلوا (۳۵۵) اسلوا (۳۵۶) اسلوا (۳۵۷) اسلوا (۳۵۸) اسلوا (۳۵۹) اسلوا (۳۶۰) اسلوا (۳۶۱) اسلوا (۳۶۲) اسلوا (۳۶۳) اسلوا (۳۶۴) اسلوا (۳۶۵) اسلوا (۳۶۶) اسلوا (۳۶۷) اسلوا (۳۶۸) اسلوا (۳۶۹) اسلوا (۳۷۰) اسلوا (۳۷۱) اسلوا (۳۷۲) اسلوا (۳۷۳) اسلوا (۳۷۴) اسلوا (۳۷۵) اسلوا (۳۷۶) اسلوا (۳۷۷) اسلوا (۳۷۸) اسلوا (۳۷۹) اسلوا (۳۸۰) اسلوا (۳۸۱) اسلوا (۳۸۲) اسلوا (۳۸۳) اسلوا (۳۸۴) اسلوا (۳۸۵) اسلوا (۳۸۶) اسلوا (۳۸۷) اسلوا (۳۸۸) اسلوا (۳۸۹) اسلوا (۳۹۰) اسلوا (۳۹۱) اسلوا (۳۹۲) اسلوا (۳۹۳) اسلوا (۳۹۴) اسلوا (۳۹۵) اسلوا (۳۹۶) اسلوا (۳۹۷) اسلوا (۳۹۸) اسلوا (۳۹۹) اسلوا (۴۰۰) اسلوا (۴۰۱) اسلوا (۴۰۲) اسلوا (۴۰۳) اسلوا (۴۰۴) اسلوا (۴۰۵) اسلوا (۴۰۶) اسلوا (۴۰۷) اسلوا (۴۰۸) اسلوا (۴۰۹) اسلوا (۴۱۰) اسلوا (۴۱۱) اسلوا (۴۱۲) اسلوا (۴۱۳) اسلوا (۴۱۴) اسلوا (۴۱۵) اسلوا (۴۱۶) اسلوا (۴۱۷) اسلوا (۴۱۸) اسلوا (۴۱۹) اسلوا (۴۲۰) اسلوا (۴۲۱) اسلوا (۴۲۲) اسلوا (۴۲۳) اسلوا (۴۲۴) اسلوا (۴۲۵) اسلوا (۴۲۶) اسلوا (۴۲۷) اسلوا (۴۲۸) اسلوا (۴۲۹) اسلوا (۴۳۰) اسلوا (۴۳۱) اسلوا (۴۳۲) اسلوا (۴۳۳) اسلوا (۴۳۴) اسلوا (۴۳۵) اسلوا (۴۳۶) اسلوا (۴۳۷) اسلوا (۴۳۸) اسلوا (۴۳۹) اسلوا (۴۴۰) اسلوا (۴۴۱) اسلوا (۴۴۲) اسلوا (۴۴۳) اسلوا (۴۴۴) اسلوا (۴۴۵) اسلوا (۴۴۶) اسلوا (۴۴۷) اسلوا (۴۴۸) اسلوا (۴۴۹) اسلوا (۴۵۰) اسلوا (۴۵۱) اسلوا (۴۵۲) اسلوا (۴۵۳) اسلوا (۴۵۴) اسلوا (۴۵۵) اسلوا (۴۵۶) اسلوا (۴۵۷) اسلوا (۴۵۸) اسلوا (۴۵۹) اسلوا (۴۶۰) اسلوا (۴۶۱) اسلوا (۴۶۲) اسلوا (۴۶۳) اسلوا (۴۶۴) اسلوا (۴۶۵) اسلوا (۴۶۶) اسلوا (۴۶۷) اسلوا (۴۶۸) اسلوا (۴۶۹) اسلوا (۴۷۰) اسلوا (۴۷۱) اسلوا (۴۷۲) اسلوا (۴۷۳) اسلوا (۴۷۴) اسلوا (۴۷۵) اسلوا (۴۷۶) اسلوا (۴۷۷) اسلوا (۴۷۸) اسلوا (۴۷۹) اسلوا (۴۸۰) اسلوا (۴۸۱) اسلوا (۴۸۲) اسلوا (۴۸۳) اسلوا (۴۸۴) اسلوا (۴۸۵) اسلوا (۴۸۶) اسلوا (۴۸۷) اسلوا (۴۸۸) اسلوا (۴۸۹) اسلوا (۴۹۰) اسلوا (۴۹۱) اسلوا (۴۹۲) اسلوا (۴۹۳) اسلوا (۴۹۴) اسلوا (۴۹۵) اسلوا (۴۹۶) اسلوا (۴۹۷) اسلوا (۴۹۸) اسلوا (۴۹۹) اسلوا (۵۰۰) اسلوا (۵۰۱) اسلوا (۵۰۲) اسلوا (۵۰۳) اسلوا (۵۰۴) اسلوا (۵۰۵) اسلوا (۵۰۶) اسلوا (۵۰۷) اسلوا (۵۰۸) اسلوا (۵۰۹) اسلوا (۵۱۰) اسلوا (۵۱۱) اسلوا (۵۱۲) اسلوا (۵۱۳) اسلوا (۵۱۴) اسلوا (۵۱۵) اسلوا (۵۱۶) اسلوا (۵۱۷) اسلوا (۵۱۸) اسلوا (۵۱۹) اسلوا (۵۲۰) اسلوا (۵۲۱) اسلوا (۵۲۲) اسلوا (۵۲۳) اسلوا (۵۲۴) اسلوا (۵۲۵) اسلوا (۵۲۶) اسلوا (۵۲۷) اسلوا (۵۲۸) اسلوا (۵۲۹) اسلوا (۵۳۰) اسلوا (۵۳۱) اسلوا (۵۳۲) اسلوا (۵۳۳) اسلوا (۵۳۴) اسلوا (۵۳۵) اسلوا (۵۳۶) اسلوا (۵۳۷) اسلوا (۵۳۸) اسلوا (۵۳۹) اسلوا (۵۴۰) اسلوا (۵۴۱) اسلوا (۵۴۲) اسلوا (۵۴۳) اسلوا (۵۴۴) اسلوا (۵۴۵) اسلوا (۵۴۶) اسلوا (۵۴۷) اسلوا (۵۴۸) اسلوا (۵۴۹) اسلوا (۵۵۰) اسلوا (۵۵۱) اسلوا (۵۵۲) اسلوا (۵۵۳) اسلوا (۵۵۴) اسلوا (۵۵۵) اسلوا (۵۵۶) اسلوا (۵۵۷) اسلوا (۵۵۸) اسلوا (۵۵۹) اسلوا (۵۶۰) اسلوا (۵۶۱) اسلوا (۵۶۲) اسلوا (۵۶۳) اسلوا (۵۶۴) اسلوا (۵۶۵) اسلوا (۵۶۶) اسلوا (۵۶۷) اسلوا (۵۶۸) اسلوا (۵۶۹) اسلوا (۵۷۰) اسلوا (۵۷۱) اسلوا (۵۷۲) اسلوا (۵۷۳) اسلوا (۵۷۴) اسلوا (۵۷۵) اسلوا (۵۷۶) اسلوا (۵۷۷) اسلوا (۵۷۸) اسلوا (۵۷۹) اسلوا (۵۸۰) اسلوا (۵۸۱) اسلوا (۵۸۲) اسلوا (۵۸۳) اسلوا (۵۸۴) اسلوا (۵۸۵) اسلوا (۵۸۶) اسلوا (۵۸۷) اسلوا (۵۸۸) اسلوا (۵۸۹) اسلوا (۵۹۰) اسلوا (۵۹۱) اسلوا (۵۹۲) اسلوا (۵۹۳) اسلوا (۵۹۴) اسلوا (۵۹۵) اسلوا (۵۹۶) اسلوا (۵۹۷) اسلوا (۵۹۸) اسلوا (۵۹۹) اسلوا (۶۰۰) اسلوا (۶۰۱) اسلوا (۶۰۲) اسلوا (۶۰۳) اسلوا (۶۰۴) اسلوا (۶۰۵) اسلوا (۶۰۶) اسلوا (۶۰۷) اسلوا (۶۰۸) اسلوا (۶۰۹) اسلوا (۶۱۰) اسلوا (۶۱۱) اسلوا (۶۱۲) اسلوا (۶۱۳) اسلوا (۶۱۴) اسلوا (۶۱۵) اسلوا (۶۱۶) اسلوا (۶۱۷) اسلوا (۶۱۸) اسلوا (۶۱۹) اسلوا (۶۲۰) اسلوا (۶۲۱) اسلوا (۶۲۲) اسلوا (۶۲۳) اسلوا (۶۲۴) اسلوا (۶۲۵) اسلوا (۶۲۶) اسلوا (۶۲۷) اسلوا (۶۲۸) اسلوا (۶۲۹) اسلوا (۶۳۰) اسلوا (۶۳۱) اسلوا (۶۳۲) اسلوا (۶۳۳) اسلوا (۶۳۴) اسلوا (۶۳۵) اسلوا (۶۳۶) اسلوا (۶۳۷) اسلوا (۶۳۸) اسلوا (۶۳۹) اسلوا (۶۴۰) اسلوا (۶۴۱) اسلوا (۶۴۲) اسلوا (۶۴۳) اسلوا (۶۴۴) اسلوا (۶۴۵) اسلوا (۶۴۶) اسلوا (۶۴۷) اسلوا (۶۴۸) اسلوا (۶۴۹) اسلوا (۶۵۰) اسلوا (۶۵۱) اسلوا (۶۵۲) اسلوا (۶۵۳) اسلوا (۶۵۴) اسلوا (۶۵۵) اسلوا (۶۵۶) اسلوا (۶۵۷) اسلوا (۶۵۸) اسلوا (۶۵۹) اسلوا (۶۶۰) اسلوا (۶۶۱) اسلوا (۶۶۲) اسلوا (۶۶۳) اسلوا (۶۶۴) اسلوا (۶۶۵) اسلوا (۶۶۶) اسلوا (۶۶۷) اسلوا (۶۶۸) اسلوا (۶۶۹) اسلوا (۶۷۰) اسلوا (۶۷۱) اسلوا (۶۷۲) اسلوا (۶۷۳) اسلوا (۶۷۴) اسلوا (۶۷۵) اسلوا (۶۷۶) اسلوا (۶۷۷) اسلوا (۶۷۸) اسلوا (۶۷۹) اسلوا (۶۸۰) اسلوا (۶۸۱) اسلوا (۶۸۲) اسلوا (۶۸۳) اسلوا (۶۸۴) اسلوا (۶۸۵) اسلوا (۶۸۶) اسلوا (۶۸۷) اسلوا (۶۸۸) اسلوا (۶۸۹) اسلوا (۶۹۰) اسلوا (۶۹۱) اسلوا (۶۹۲) اسلوا (۶۹۳) اسلوا (۶۹۴) اسلوا (۶۹۵) اسلوا (۶۹۶) اسلوا (۶۹۷) اسلوا (۶۹۸) اسلوا (۶۹۹) اسلوا (۷۰۰) اسلوا (۷۰۱) اسلوا (۷۰۲) اسلوا (۷۰۳) اسلوا (۷۰۴) اسلوا (۷۰۵) اسلوا (۷۰۶) اسلوا (۷۰۷) اسلوا (۷۰۸) اسلوا (۷۰۹) اسلوا (۷۱۰) اسلوا (۷۱۱) اسلوا (۷۱۲) اسلوا (۷۱۳) اسلوا (۷۱۴) اسلوا (۷۱۵) اسلوا (۷۱۶) اسلوا (۷۱۷) اسلوا (۷۱۸) اسلوا (۷۱۹) اسلوا (۷۲۰) اسلوا (۷۲۱) اسلوا (۷۲۲) اسلوا (۷۲۳) اسلوا (۷۲۴) اسلوا (۷۲۵) اسلوا (۷۲۶) اسلوا (۷۲۷) اسلوا (۷۲۸) اسلوا (۷۲۹) اسلوا (۷۳۰) اسلوا (۷۳۱) اسلوا (۷۳۲) اسلوا (۷۳۳) اسلوا (۷۳۴) اسلوا (۷۳۵) اسلوا (۷۳۶) اسلوا (۷۳۷) اسلوا (۷۳۸) اسلوا (۷۳۹) اسلوا (۷۴۰) اسلوا (۷۴۱) اسلوا (۷۴۲) اسلوا (۷۴۳) اسلوا (۷۴۴) اسلوا (۷۴۵) اسلوا (۷۴۶) اسلوا (۷۴۷) اسلوا (۷۴۸) اسلوا (۷۴۹) اسلوا (۷۵۰) اسلوا (۷۵۱) اسلوا (۷۵۲) اسلوا (۷۵۳) اسلوا (۷۵۴) اسلوا (۷۵۵) اسلوا (۷۵۶) اسلوا (۷۵۷) اسلوا (۷۵۸) اسلوا (۷۵۹) اسلوا (۷۶۰) اسلوا (۷۶۱) اسلوا (۷۶۲) اسلوا (۷۶۳) اسلوا (۷۶۴) اسلوا (۷۶۵) اسلوا (۷۶۶) اسلوا (۷۶۷) اسلوا (۷۶۸) اسلوا (۷۶۹) اسلوا (۷۷۰) اسلوا (۷۷۱) اسلوا (۷۷۲) اسلوا (۷۷۳) اسلوا (۷۷۴) اسلوا (۷۷۵) اسلوا (۷۷۶) اسلوا (۷۷۷) اسلوا (۷۷۸) اسلوا (۷۷۹) اسلوا (۷۸۰) اسلوا (۷۸۱) اسلوا (۷۸۲) اسلوا (۷۸۳) اسلوا (۷۸۴) اسلوا (۷۸۵) اسلوا (۷۸۶) اسلوا (۷۸۷) اسلوا (۷۸۸) اسلوا (۷۸۹) اسلوا (۷۹۰) اسلوا (۷۹۱) اسلوا (۷۹۲) اسلوا (۷۹۳) اسلوا (۷۹۴) اسلوا (۷۹۵) اسلوا (۷۹۶) اسلوا (۷۹۷) اسلوا (۷۹۸) اسلوا (۷۹۹) اسلوا (۸۰۰) اسلوا (۸۰۱) اسلوا (۸۰۲) اسلوا (۸۰۳) اسلوا (۸۰۴) اسلوا (۸۰۵) اسلوا (۸۰۶) اسلوا (۸۰۷) اسلوا (۸۰۸) اسلوا (۸۰۹) اسلوا (۸۱۰) اسلوا (۸۱۱) اسلوا (۸۱۲) اسلوا (۸۱۳) اسلوا (۸۱۴) اسلوا (۸۱۵) اسلوا (۸۱۶) اسلوا (۸۱۷) اسلوا (۸۱۸) اسلوا (۸۱۹) اسلوا (۸۲۰) اسلوا (۸۲۱) اسلوا (۸۲۲) اسلوا (۸۲۳) اسلوا (۸۲۴) اسلوا (۸۲۵) اسلوا (۸۲۶) اسلوا (۸۲۷) اسلوا (۸۲۸) اسلوا (۸۲۹) اسلوا (۸۳۰) اسلوا (۸۳۱) اسلوا (۸۳۲) اسلوا (۸۳۳) اسلوا (۸۳۴) اسلوا (۸۳۵) اسلوا (۸۳۶) اسلوا (۸۳۷) اسلوا (۸۳۸) اسلوا (۸۳۹) اسلوا (۸۴۰) اسلوا (۸۴۱) اسلوا (۸۴۲) اسلوا (۸۴۳) اسلوا (۸۴۴) اسلوا (۸۴۵) اسلوا (۸۴۶) اسلوا (۸۴۷) اسلوا (۸۴۸) اسلوا (۸۴۹) اسلوا (۸۵۰) اسلوا (۸۵۱) اسلوا (۸۵۲) اسلوا (۸۵۳) اسلوا (۸۵۴) اسلوا (۸۵۵) اسلوا (۸۵۶) اسلوا (۸۵۷) اسلوا (۸۵۸) اسلوا (۸۵۹) اسلوا (۸۶۰) اسلوا (۸۶۱) اسلوا (۸۶۲) اسلوا (۸۶۳) اسلوا (۸۶۴) اسلوا (۸۶۵) اسلوا (۸۶۶) اسلوا (۸۶۷) اسلوا (۸۶۸) اسلوا (۸۶۹) اسلوا (۸۷۰) اسلوا (۸۷۱) اسلوا (۸۷۲) اسلوا (۸۷۳) اسلوا (۸۷۴) اسلوا (۸۷۵) اسلوا (۸۷۶) اسلوا (۸۷۷) اسلوا (۸۷۸) اسلوا (۸۷۹) اسلوا (۸۸۰) اسلوا (۸۸۱) اسلوا (۸۸۲) اسلوا (۸۸۳) اسلوا (۸۸۴) اسلوا (۸۸۵) اسلوا (۸۸۶) اسلوا (۸۸۷) اسلوا (۸۸۸) اسلوا (۸۸۹) اسلوا (۸۹۰) اسلوا (۸۹۱) اسلوا (۸۹۲) اسلوا (۸۹۳) اسلوا (۸۹۴) اسلوا (۸۹۵) اسلوا (۸۹۶) اسلوا (۸۹۷) اسلوا (۸۹۸) اسلوا (۸۹۹) اسلوا (۹۰۰) اسلوا (۹۰۱) اسلوا (۹۰۲) اسلوا (۹۰۳) اسلوا (۹۰۴) اسلوا (۹۰۵) اسلوا (۹۰۶) اسلوا (۹۰۷) اسلوا (۹۰۸) اسلوا (۹۰۹) اسلوا (۹۱۰) اسلوا (۹۱۱) اسلوا (۹۱۲) اسلوا (۹۱۳) اسلوا (۹۱۴) اسلوا (۹۱۵) اسلوا (۹۱۶) اسلوا (۹۱۷) اسلوا (۹۱۸) اسلوا (۹۱۹) اسلوا (۹۲۰) اسلوا (۹۲۱) اسلوا (۹۲۲) اسلوا (۹۲۳) اسلوا (۹۲۴) اسلوا (۹۲۵) اسلوا (۹۲۶) اسلوا (۹۲۷) اسلوا (۹۲۸) اسلوا (۹۲۹) اسلوا (۹۳۰) اسلوا (۹۳۱) اسلوا (۹۳۲) اسلوا (۹۳۳) اسلوا (۹۳۴) اسلوا (۹۳۵) اسلوا (۹۳۶) اسلوا (۹۳۷) اسلوا (۹۳۸) اسلوا (۹۳۹) اسلوا (۹۴۰) اسلوا (۹۴۱) اسلوا (۹۴۲) اسلوا (۹۴۳) اسلوا (۹۴۴) اسلوا (۹۴۵) اسلوا (۹۴۶) اسلوا (۹۴۷) اسلوا (۹۴۸)

یہ تو صوفیوں کے عقیدہ طلول کی حمایت تھی۔ تصوف کے دوسرے عقیدے وحدت الوجود کے بھی یہ قائل تھے۔ چنانچہ یہ ضامن جس نے اپنی ایک پیشہ ور بدکار مزدور کو جو احساس گناہ کے سبب اپنے ہر صاحب کی زیارت کے لئے نہیں آتی تھی، یہ کہہ کر تسلی دی تھی کہ ”تم شرماتی کیوں ہو کرتے والا کون اور کرانے والا کون، وہ تو وہی ہے“ کے لئے یہ ”قطب“ صاحب فرماتے تھے کہ ”ضامن علی جمال آیاوی تو حیدری میں غرق تھے۔“ (۱۱)

مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں اور تقسیم ہند کے موقع پر کلہ پڑھنے والوں پر ناقابل بیان ظلم و استبداد کا بازو گرم کرنے والے دشمن اسلام سکھ مذہب کا بانی گورو نانک ان کے نزدیک مسلمان تھا۔ (۱۲)

حج کرنے کیلئے جب جہاز میں سفر کرنے لگے تو سمندر میں طوفان آ گیا، جہاز بچکے لے کھانے لگا تو اسکے ہر صاحب حاجی امداد اللہ اور حافظہ ضامن صاحب نے عالم واقعہ میں آکر جہاز کو اپنے کاندھوں پر رکھ کر طوفان سے پار لگایا۔ (۱۳)

نہ جانے کج کرنے کے لئے سفر کس جہت لیا کیونکہ یہ تو ہمارے سال تک روزانہ فجر کی نماز گنگوہ (ہندوستان) سے جا کر مکہ معظمہ میں پڑھتے رہے (۱۴)

فرمایا کہ: ”حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور زندگی سے یاس ہوئی تو یہ مکتبہ بے بضرت بچوں کی مصروفی کا تردد تھا، اسی وقت جناب رسول اللہ ﷺ کو لکھا کہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں تو گاہے کا فکر کر رہے ہو جیسے تیری اولاد ویسی ہی میری۔ آپ کو اطمینان ہو گیا۔ شاہ صاحب کی اولاد سب عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی۔“ (۱۵)

چھ پائی چائے سے میں بچوں آدمیوں کی ضیافت کر دی۔ سب نے چائے پی لیکن پھر بھی بچ رہی۔ ایک رکابی چاول سے چارہ آدمیوں کو ”خوب ہی حکم میر ہو کر“ کھلایا پھر بھی آدمی بچ گئی۔ (۱۶)

مولوی والا بیت حسین صاحب نے ایک دن دریافت کیا کہ حضرت قلندر صاحب کا مزار کرنال اور پانی پت دونوں جگہ کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا اصل قبر پانی پت میں ہے۔ بات یہ ہوئی کہ جب قلندر صاحب پانی پت میں بہت بیمار ہوئے تو کرنال کے معتقدین لائے کو گئے۔ وہاں حضرت کا انتقال بھی ہو چکا تھا۔ پانی پت والوں نے خوش جانے ندوی شب یہ لوگ شرم منانے کو ایک خالی غیش کی صورت بنا کر لے چلے اور کرنال میں آکر پروردہ کر کے دفن کر دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحب کو وحشت طاری ہوئی۔ تین دن تک حضرت قلندر صاحب کی قبر پر مراقب رہے مگر کچھ پت نہ چلنا تھا۔ آخر حضرت

میں حاجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور فرمایا امداد اللہ یہاں کیا بیٹھے ہونا پھر قبر کھود کر کھوادیا کہ کچھ نہیں ہے۔ (۱۷)

مسلم پرستوں کے سامنے جب بولاکل یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ مذہب وراثت اس دنیاوی قبر میں نہیں ہوتا جو سب کو ملتی بھی نہیں بلکہ یہ رزخ میں سب کو ملنے والی قبر میں ہوتا ہے تو یہ امر ادا کرتے ہیں کہ نہیں اسی دنیاوی قبر میں ہی سب کچھ ہوتا ہے، یہی رزخ ہے۔ حالانکہ رزخ کیلئے تو اللہ کا ارشاد ہے کہ وہ قیامت تک کے لئے ایک آڑ ہے (۱۸) لیکن ان کے لئے یہ آڑ مہر کرنا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

فرماتے تھے کہ ”جو لوگ ملازمین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں قبر کے امداد ان کا منہ قبلے سے پھر جاتا ہے، جگہ یہ فرمایا کہ جس کا منی چاہے دیکھ لے۔“ (۱۹)

مزار پر شیرینی لیٹانا اور بڑے کی فاتحہ دے کر بعض ایصال ثواب تقسیم کر دینا ان کے نزدیک جائز ہے۔ (۲۰)

صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر نبی ﷺ سے محبت و عقیدت، ادب و احترام، تعظیم و تکریم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے فرمان علیکم بستی یا کی تعمیل میں خود پر سنت رسولؐ کو لازم کر لیا تھا اور میں عمل علیکم بستی امرنا فہو دہ کی رو سے اس کو اسی انداز میں کرنے کا التزام کرتے تھے جس طرح نبی ﷺ نے فرمایا۔ صحابہ کے اس معاملے میں احتیاط کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ ایک آدمی نے جب عبد اللہ بن عمرؓ کے سامنے پھینک آئے پر کہا الحمد للہ واللہ اسلام علی رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن اس موقع پر نہیں کیونکہ میں نبی ﷺ نے اس طرح نہیں بتایا، ہمیں تو آپؐ نے یہ بتایا ہے کہ جب کسی کو پھینک آئے تو وہ یوں کہے: الحمد للہ علی حال۔ (۲۱) نبی ﷺ نے ارشاد کے جو الفاظ کھائے صحابہ کرامؓ یا کسی کی ویشی ساری زندگی اسی طرح پڑھتے رہے۔ لیکن ”قطب ارشاد“ صاحب اسے کافی نہیں سمجھتے۔

ایک مرتبہ مولانا والا بیت حسین صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت نماز میں درود شریف کے بعد لفظ سیدنا مانا چاہیے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا ”ہاں“۔ مولانا صاحب نے عرض کیا کہ کسی روایت میں لفظ سیدنا پاپا نہیں آیا۔ حضرت امام ربانیؒ نے فرمایا اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لفظ سیدنا نکر فرمایا ہو مگر ہمیں یہ لائق ہے کہ ملائیں۔ اس کی مثال اس سے سمجھو کہ جب میں حضرت سے بیعت ہوا تو بیعت کے وقت حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کیونکہ میں امداد اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں نے کہا جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس وقت جناب مولوی شیخ محمد

(۱) تذکرہ اشریہ، حصہ دوم، ص ۳۳۲ (۲) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۳۸ (۳) ایضاً، حصہ اول، ص ۲۰۵ (۴) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۴۲ (۵) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۶۶ (۶) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۰۶ (۷) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۳۲ (۸) سورۃ المؤمنین، ص ۱۰۰ (۹) تذکرہ اشریہ، حصہ دوم، ص ۳۴۲ (۱۰) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۶۱ (۱۱) ”تم میری منہ لازم ہے۔“ اس منہ احمد (۱۲) جس نے وہ کام کیا جس کا ہم نے حکم دیا ہو تو عمل مراد ہے۔ ”اسلم“ اب الاقصیٰ، باب لقصیٰ الا کام الیہ (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱)

صاحب بھی موجود تھے۔ فرمانے لگے آج محمد اور شخص آیا ہے نہیں تو لوگ
یونہی کہہ پا کر تے تھے "بے اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی"۔ (۱)
لیکن پھر بھی "مجمع کثیر" میں دعویٰ کرتے ہیں کہ
"..... جو میرا طریق ہے بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق ہے اس پر
ثابت قدم رہنا۔" (۲)

احادیث صحیحہ میں بھانڑ پھونک، دم (۳) سے اس کے جس میں شریک نہ ہوں، تعویذہ
تو (۴) محبت کے لئے کا لفظ کی ممانعت آئی ہے اور ان عملیات کو شرک کہا گیا ہے (۵)
لیکن "حضرت قطب ارشاد" کے ایک سے بڑھ کر ایک عملیات اسی کتاب "تذکرۃ
الرشید" میں نقل کئے گئے ہیں۔ (۶)

روزہ، اقرار حمل، حصول مقصد، بدھن، آسیب، جملہ امراض، محبت، اصحاب
کہف، وغیرہ وغیرہ کے تعویذ ویسے کا "حضرت" کا عام معمول تھا۔ (۷)
بعض دفعہ تو سو تعویذ روز لکھ کر دیتے۔ (۸)

غیب والی کے تو "حضرت قطب ارشاد" کے اسنے واقعات اس کتاب میں
بیان کئے گئے ہیں کہ ان کا ذکر ہی کیا۔ ایسا لگتا ہے کہ غیب ان کے لئے غیب
نہیں بلکہ شہودی شہود ہے۔

کیا ان "کارناموں" کو قرآن و حدیث کے مطابق کہا جاسکتا ہے؟ کیا یہی
کتاب و سنت کا مسلک ہے؟ کیا اس طرز عمل کی دعوت دینا "اشاعت التوحید
والرشد" ہے؟ وہ الفاظ و بارہ پڑھ لئے جائیں جو جمعیت کے دستور کی شق ۲۰۲۰ میں
تحریر ہیں کہ

"بانی جماعت، مجدد دوراں، مجدد العصر، بنی اللہ و اللہ محمد بنی، سلطان العارضین، اہل
السنۃ والجماعت کے جلیل ملیل، الامام، العلامہ حضرت مولانا حسین علی الہادی (۱) ان
مجددوں پر رحمۃ اللہ جو عارف باللہ و اللہ و اللہ بنی، مولا نا رشید احمد گنگوہی رحمۃ
اللہ علیہ کے شاگرد خاص اور ان کے طرز عمل کے داعی تھے، کا مسلک بغیر قرآن کریم
اور سنت صحیحہ کے مبنی مطابق ہے۔"

سنت کی اشاعت کے دعویداروں کا خلاف سنت ایک اور طرز عمل جبری
مزیدی ہے۔ قرآن و حدیث سے تعلق کے دعویدار بھی قرآن و حدیث کے منافی اس
دنیا کے تصوف پر فریفتہ نظر آتے ہیں۔ قرآن اولیٰ میں تصوف کا کوئی نام بھی نہ جاتا
تھا۔ تصوف کی اصطلاحات ثبوت، وحدت الوجود، وحدت الشیوہ، حلول، معرفت،
طریقت، حقیقت، قلب، قیوم، ابدال، قلندر، کشف و کرامات، خانقاہ، تکلیف وغیرہ کا
لفظ قرآن میں کہیں نہیں ملتا اور احادیث بھی ان کے ذکر سے جالی ہیں۔ رسول سے
دوم کشی عبادت ہے نہ قلب پر ضربات لگانے کا کہیں ذکر نہ پاس انھاس نفی اثبات،
نہ فعل اسم ذات، نہ بیعت و سلوک نہ صوفیانہ مجاہدہ، نہ چلے نہ مراقبہ۔ سب
مفقود۔ یہ علم صاف طور پر غیر اسلامی ہے اور اسلام میں دوسری صدی ہجری کی

پیداوار ہے۔ جب مسلمان یونانی اور ہندوستانی فلسفہ مذہب سے متاثر ہوئے تو
انہوں نے تصوف کا پختہ اسلام میں لگا دیا۔ ایسی غیر اسلامی اور خلاف دین چیز کے
لئے جب "حکیم الامت" یا تجویز فرمائیں کہ "تصوف کے بغیر کام نہیں چل سکتا" (۱)
تو پھر کوئی اس سے بھلا کیوں کر لائق رہے اپنا غیبتی جمعیت اشاعت التوحید والوہابی
صاحب کے پوتے صفی الرحمن کے بقول

"مولانا حسین علی صاحب ہندوستان سے واپس تشریف لائے تو کسی ایسے ولی کامل کی
حلاش کرنے لگے جس سے عروج سلوک و معرفت حاصل کر سکیں۔ پناہی علاقہ موہنی
رئی شریف کے جہ طریقت، مابشریت و ابد و عابد خیر محمد مہمان صاحب نقشبندی
مجددی جو مشہور و معروف ولی تھے، کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ مولانا صاحب عابدی
دوست محمد قدحاری کے خلفاء میں سے تھے۔ مولانا صاحب معروف عالم دین بھی تھے
اور کچھ تعداد میں مدد یافتہ ملا آپ کے پاس رہتے تھے۔ موسم گرما میں مولانا صاحب
سون یکسر تشریف لاتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر مولانا حسین علی سون یکسر
(شپ) لگے اور مولانا صاحب سے ملاقات کی کہ مولانا صاحب نے پوچھا "کہاں سے
آئے ہو؟" آپ نے کہا "واں چڑاں" سے۔ فرمایا مولوی حسین علی کا یہ حال معلوم
ہے؟ عرض کیا خیریت سے ہے اور آپ کے سامنے موجود ہے۔ مولانا صاحب ان کو
لے گئے اور نہایت عزت سے مقررہ مولانا حسین علی نے اس موقع پر مولانا
صاحب سے بیعت لی۔" (۲)

عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب جو اپنی وفات سے پہلے جمعیت اشاعت التوحید
والرشد کے سربراہ تھے، ان کیلئے جو جمعیت کا تعین بخیر اپنی ہر تحریر میں "حج طریقت" ہی
کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ حد یہ ہے کہ محمد حسین نیلوی صاحب بھی شاہ صاحب کے
لئے "حج طریقت" حضرت مولانا "کے الفاظ استعمال کرتے ہیں (۳) جن کے نام کے
ساتھ "شیخ الحدیث والفقیر حضرت علامہ مولانا مفتی" کا سا بیعت بھی ہوتا ہے۔ نہ جانے
یہ اصطلاح کس آیت کی تفسیر اور کس حدیث کی شریعت ہے جبکہ طریقت تو شریعت
اسلامی کے خلاف اختراع کردہ دین ہے!

اکابرین سے محبت میں غلو

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ اللہ کی
محبت میں شدید ہوتے ہیں (۱۰) یعنی اللہ سے محبت ہر محبت پر فائق، اللہ سے وفاداری
ہر وفاداری سے برتر و بالا، اللہ سے تعلق ہر تعلق سے اولیٰ و اعلیٰ، اللہ سے نسبت
ہر نسبت پر حاوی۔ لیکن "لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے ہر سر و ہر
رہے ہیں، وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جتنی اللہ سے۔" (۱۱) یہی وجہ ہے کہ جب
اس قسم کے لوگوں کے اکابرین کی کھلے شرک و کفر پر مبنی تحریریں ان کے سامنے پیش کی
جاتی ہیں تو یہ ایمان کے دعویدار لوگ ایمان والوں کا طرز اختیار کر کے واللہ
انھما اللہ حباً اللہ کا حق ادا کرتے ہوئے ان اکابرین سے برأت و بیزاری
ظاہر نہیں کرتے بلکہ آیت کے پہلے حصے "ومن الناس من يتخذ من دُونِ
اللہ انداداً یحسبونہم کحب اللہ کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے انہی سے

(۱) تذکرۃ الرشید: حصہ دوم، ص ۲۹۱ (۲) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۳ (۳) مسند احمد، سنن ابی داؤد وغیرہ۔ تصحیح دار السنۃ، اردو شریک "میں دیکھئے۔" (۴) تذکرۃ الرشید، حصہ دوم، ص ۲۹۲ وغیرہ
(۵) ایضاً (۶) ایضاً، حصہ دوم، ص ۳۰۳ (۷) الاقاۃ خادۃ اللہ، ص ۱۰، جلد ۸، بحوالہ جامعۃ رونی، کراچی کا ماہنامہ "نداء الخیر" اکتوبر ۱۹۹۳ء، ص ۲۶ (۸) تقریر کو جمعہ ۱۱ مارچ ۱۹۹۳ء، ص ۳۶ (۹) تقریر
توحید، بخاری ۱۹۹۳ء، ص ۳۶ (۱۰) وَالَّذِينَ اسْتَوُوا اللہَ اسْتَوُوا اللہَ (المعروفہ ۱۱) وَمَنْ يَتَّخِذْ مِنْ دُونِ اللہِ اَنْدَادًا يُحْسِبُوْنَہُمْ کَحَبِّ اللہِ کَاثِمًا فَرَاہِمَ کَرْتِہِ ہُوَ الَّذِیْ

ہوتی اور فرمایا آگے آؤ۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم آگے چلا گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ چار قریشیوں نے ان کی قبر کے نزدیک ایک تخت بنا رکھا ہے۔ صوم ہوا کہ اس وقت چوتھو شخص بندھے ہوئے پر رکھوں گے آج میں رات و نیار کی باتیں میں جو خالی تھیں وہی تھیں۔ پھر تخت پر بیٹھے اٹھ کر لے گئے۔ فرماتے تھے: دوسری مرتبہ ان کے مزار کی زیارت کے لئے گیا، ان کی روح ظاہر ہوئی، اور فرمایا: تمہارے پاس ایک قرآن ہوگا، اس کا وہم قطب الدین احمد رکھنا۔ پھر میری بیوی بن لیاں کو پہنچی ہوئی تھی۔ مجھے خیال گذرا کہ اس سے تم کو دینے کا مناسبی پوتا ہے۔ وہ خیال سے آگاہ ہو گئے۔ فرمایا: میرے مقصد نہیں ہے، یہ قرآن میری پشت سے پیدا ہوگا۔ ایک مدت کے بعد دوسری شامی کا خیال پیدا ہوا، رقم الخروف (شاہ ولی اللہ) پیدا ہوا، میری پیدائش کے وقت یہ تھا کہ ان کے کہہ بہن سے آکر گیا۔ میرا نام انہوں نے ولی اللہ رکھ دیا۔ پھر عرصہ کے بعد آیا تو دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔ (۱)

(VI) "ان تھے (شاہ ولی اللہ) اے ان اصحاب سے جو اس واقعہ کے معنی شہادت تھے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت والد ماجد محمد شاہ صاحب کے مزار کی زیارت کے لئے راستہ میں گئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ اسی جگہ آپ نے فرمایا: محمد وہ صاحب ہماری دعوت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کچھ کٹر جاویں۔" (۲)

(VII) "ہم ایک سایہ دار درخت کے نیچے آکر سے تمام اصحاب سامنے۔ میں ان کے کپڑوں کی حفاظت کے لئے جاکتا رہا۔ اسی اثنا میں میں نے چھ سو مرتبہ تلاوت کیں۔ وہاں چھ قبریں تھیں۔ صاحب قبر باتیں کرنے لگے۔ میں نے کہا: عرض ہوا قرآن نہیں سنا، میں اس کے سننے کا بیڑا مشتاق ہوں اگر کچھ اور تلاوت کر لی تو بڑا احسان ہوگا، میں نے کچھ اور پڑھا۔ جبکہ میں خاموش ہوا، اس نے پھر روکنا مست کی۔ تیسری بار بھی پڑھا۔ پھر دیکھا کہ وہی مردہ کرائی ہو جانے میں سورہے تھے تو غائب میں خام ہوا اور کہا میں نے انہیں بار بار تلاوت کے لئے کہا، انہوں نے قبول کیا، اب مجھے انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور میرا شوق باقی ہے۔ آپ ان سے کہیں کہ کچھ زیادہ پڑھیں۔ وہ بار بار کہے اور مجھے کہا میں نے زیادہ تلاوت کی کہ یہاں تک کہ میں نے اس صاحب قبر کو بہت خوش پایا۔ اس نے کہا: حذر اللہ عنہ حذر الجوراء۔ پھر میں نے اس سے عالم برزخ کے حالات پوچھے۔ اس نے کہا: مجھ ان قبر میں سے کسی کا حال معلوم نہیں لیکن اپنا حال بیان کرتا ہوں۔" (۳)

(VIII) "فرماتے تھے کہ میرے والد شہید ہوئے تھے۔ بعض اوقات میرے لئے مشکل رہ جاتی تھے اور میرا جوہر وادادہ خدا کی قربت دیتے تھے۔" (۴)

(IX) "حضرت والد ماجد بھٹک میں تھے، اس کا دن تھا۔ ایک بزرگ شریف اسے تو انہوں نے فخر شروع کر دیا۔ کچھ دن کے بعد فرمایا کہ کشتی بولہا کی روح ظاہر ہو کر قبر میں کر رہی ہے۔" (۵)

(X) "حضرت والد ماجد جب مدفون شاہ محمد قدس سرہ کی قبر کے نزدیک بیٹھے تو فرماتے کہ ان کی روح نماز میں میری اقتدا کرتی ہے اور مجھ سے علوم و معارف سنتی ہے۔ ایک مرتبہ اس قبور کی طرف متوجہ ہوئے اور بعض معارف بیان فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی روح نے کہا فلاں کو معرفت کی کچھ تعلیم دو۔ لاجلہ یہ بیان کیا گیا۔" (۶)

یہ ان بے شمار واقعات میں سے صرف وہ واقعات ہیں جو ان لوگوں کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں جنہیں یہ اشاعتی اپنے "اعلاف" شمار کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ واقعات "آج کل کے یوہندیوں" کے لکھے ہوئے نہیں ہیں جنہیں اشاعتی لوگ "یوہندیت کی پیشانی پر بدنامدار" اور "یوہندیت کے لئے گالی" کہتے ہیں (۷) بلکہ ان میں سے شروع کے چار واقعات تو ان کے مدوح حکیم الامت کے بیان کردہ ہیں جن کے متعلق اشاعتیوں کے پیر طریقت کا کہنا ہے کہ "حضرت تھانوی کا عقیدہ عدم سماع موتی کا تھا" (۸) اور چوتھا واقعہ تو ان کی بیہیت کے بانی کے استوار نے بھی بیان کیا ہے جن کے مسلک کی یہ لوگ دعوت دیتے ہیں۔ آخر کے چھ واقعات اس "ذات شریف" کے بیان کردہ ہیں جس کا تعارف "حضرت مولانا سید محمد حسین ندوی مدظلہ" نے ان الفاظ سے کر دیا ہے:

"حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ والعزیز" (۹)

بیہیت کے اوپر بیان کر دیا ہے پہلے فیصلے میں انہوں نے کہا کہ:

"سماع موتی عند القبر کے قائلین کو ہم کفر نہیں کہتے۔"

دوسرے فیصلے میں "بعض اللہ مضرفا للعادة" کا اتنی شامل کر دیا۔ تیسرے فیصلے میں یہ اضافہ کیا کہ:

"ہاں جو دور و نزدیک سے مطلقاً موتی کے سننے کا قائل ہو تو وہ شرک فی السمع کا مرتکب ہو کر شرک قرار پائے گا۔"

مذکورہ بالا دس واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ان کے بیان کرنے والوں کا عقیدہ "سماع موتی عند القبر" کا ہے، نہ صرف سماع کا بلکہ اسماع یعنی اپنا کلام سننے کا بھی عقیدہ ہے۔ اور واضح رہے کہ کسی بھی واقعے میں بعض اللہ مضرفا للعادة کا کوئی دستخط نہیں ہے بلکہ یہ سماع اور اسماع مطلق ہے۔ تو کیا اشاعت التوحید والے اپنے بانی جماعت کے استاد "قطب ارشاد" رشید احمد گنگوہی (جن کے مسلک کے بزرگ "ابن عربی" ان کے "خلیفہ خاص حکیم الامت" اشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقتدا "حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ والعزیز" کو اپنے اس فیصلے کی رو سے شرک قرار دیں گے؟ انہیں کیونکہ وہ ساتھ ہی یہ بھی فیصلہ کر چکے ہیں کہ:

"ہم ایسے الفاظ کی اجازت نہیں دیتے جن سے سلف صالحین میں سے کسی کی عیب لازم آتی ہو۔"

بلکہ وہ مسلک و اکابر پرستی کے دفاع میں یہ "واؤچیچ" لگاتے ہیں کہ یہ عبارات، جن سے کفر و شرک لازم آتا ہے، ان لوگوں کی اپنی تحریریں ہیں ہی نہیں بلکہ یہ "اوسالہ الشیخیں" ہیں۔ (۱۰) یہ بالکل وہی بات ہے جو بریلوی کتب فکر شاہ ولی اللہ کی کتاب "الابلاغ المبین" کو ان کی اپنی کتاب "تسلیم نہیں کرتا" (۱۱) کیونکہ اس کتاب میں تو حید کے مضامین بیان کئے گئے ہیں جن سے بریلویوں کے ان عقائد کی نفی ہوتی ہے جن کی تصدیق فاضل مصنف کی ہی دوسری کتاب "انسان العارفین" سے ہوتی ہے۔ یعنی "توسمون بعض الکتاب و نکفون بعض" والی بات ہے۔ ان

(۱) انحال اللہ تعالیٰ انہ میں ۳۵: ۳۸ (۴) ایضاً میں ۸۰: ۸۰ (۳) ایضاً میں ۸۱: ۸۲ (۲) ایضاً میں ۸۲: ۸۳ (۱) ایضاً میں ۸۳: ۸۴ (۶) ایضاً میں ۸۳: ۸۴ (۷) تقریر تاجیہ کوچ ۱۹۹۵ء میں ۳۳: ۸۶ (۸) تقریر تاجیہ کوچ ۱۹۹۵ء میں ۳۳: ۸۶ (۹) تقریر تاجیہ کوچ ۱۹۹۵ء میں ۳۳: ۸۶ (۱۰) تقریر تاجیہ کوچ ۱۹۹۵ء میں ۳۳: ۸۶ (۱۱) تقریر تاجیہ کوچ ۱۹۹۵ء میں ۳۳: ۸۶

سننے والے ایک جی صاحب کے مرید نے کہا **علیہ السلام** کی قبر پر اپنے جی صاحب کا سلام
کہا تو نبی **صلی اللہ علیہ وسلم** نے فرمایا اپنے بدعتی جی کو بھی تمہارا سلام کہہ دیا۔ (امام ابو داؤد، احمد، ابن
ماجرہ، مسند - ۱۰۰، ۱۰۱، ص ۱۰۰) یہ کوئی ”دیوبندیہ“ کے نام پر بدعتا داغ“ اور
”دیوبندیہ“ کے لئے گائی“ والے دیوبندی نہیں ہیں بلکہ ”حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
” ہیں جن کی تعریفی رائے بحق بائی جمعیت اشاعت التوحید والہدایہ اپریل ۱۹۹۲ء کے
نمبر توحید کی بائیں تقاضا نہت سن چکی ہے۔

”مولوی حسین علی ہولانا رشید اللہ ٹنکویں کے شاگرد ہیں۔ مفتی بڑا دکھ متبع شریعت و دعوت و صلاحات گوماناے والے ہیں۔ اسی وجہ سے جہتی لوگ ان کے مخالف اور دشمن ہیں۔ بدعتیوں کے اقوال ان کے دماغ میں غلاما ہیں۔“ (مطالعوں کو ان سے بدعتی نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ حضرت سے بحث کرنی چاہئے جو سوچ رہے ہیں۔) (ص ۱۳۵)

ان کے مفتی بیٹے اسی رسالے ”ابلاغ“ میں اس قسم کی تحریریں آج بھی لکھتے ہیں، جنہیں کسی طرح بھی ”ادھال الیاضین“ کی غزرتیں کیا جاسکتی ہیں۔ لیکن اگر ان تمام تحریروں کو بیک جنبشِ قلم رد بھی کر دیا جائے تو کیا بچے نہ کوڑ بختہ لکھے۔ ان کی تو تحریریں بھی ”ادھال الیاضین“ ہے جس میں حسین علی الوائی نے اپنے ”مبشرات“ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو گرتے دیکھا تو آگے بڑھ کر آپ کو قدام لیا۔“ اس آیت کے زیرِ نظر ”کارناموں“ کو دوسروں کی سیسہ کاری کا نتیجہ قرار دینے کے لئے ”ادھال الیاضین“ کی دفاعی اصطلاح انہی الوائی صاحب کی اپنی ایجاد ہے (نور الوائی ۱۹۹۷ء ص ۱۴۰)۔ الوائی صاحب کے معتقدین اشیائی بتائیں کہ نور الوائی صاحب کی کتاب میں مذکور وہاں تاخر پر بھی ”ادھال الیاضین“ کا نتیجہ ہے؟ اگر ہاں تو پھر اس تحریر کو اس کتاب سے نکال کیوں نہیں دیا جاتا؟ اگر اس کے درست ہونے پر اصرار ہے تو پھر بریلو، رشیدوں اور دیوبندیوں نے کیا تصور کیا ہے۔ ان کے لٹریچر میں جو وہ قرآن و سنت کے منافی مواد کو بھی

[illegible]

درست مانا جائے اور کسی "اخذ خال الباعضین" کی کاروائی نہ سمجھا جائے بلکہ کتاب و سنت کے ماننے والے ایک سچے مومن کا جو طرز عمل ہوتا ہے وہ اختیار کیا جائے۔ وہی طرز عمل جو براہیم علیہ السلام اور ان کے مومن ساتھیوں نے اپنی قوم کی کفریہ شرک و روث کو دیکھ کر اختیار کیا تھا اور جسے اللہ نے بعد کے ایمان والوں کے لئے اسوہ حسنہ ٹھہرایا ہے کہ یوں کہیں:

"ہم تم سے بڑی وجہ ار ہیں اور ان سے بھی جن کو تم اللہ کے علاوہ پوج رہے ہو۔ ہم تمہارا کفر کرتے ہیں اور تمہارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی رہے گی جب تک تم اسے لکھنے والے ایمان نہ لاؤ۔" (۱)

لیکن اسلاف پرستی کے شکار انسانیتوں میں اتنی جرأت نہیں۔ تو حید اور اکابر پرستی ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ اگر کو حید کو اپناتے ہیں تو کھمر یا طاعنوت لازم ہوگا اور ان کے سارے اکابرین اپنی ان کفریہ شرکیہ عبارتوں کی وجہ سے کافر ٹھہریں گے۔ دراصل دونوں کشتیوں میں ایک ساتھ سواری کے لئے یہ "اخذ خال الباعضین" کی حیلہ سازی ایجاد کی گئی۔ ان کے شیخ القرآن نے اس سلسلے میں ایک خود ساختہ قاعدہ مقرر کر لیا کہ

"بزرگان دین کی وہ عبارتیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں، ان کے ردہ قبول کا قاعدہ ہے کہ اگر واقعی وہ اللہ کا نیک بندہ اور وہی ہے تو یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ اللہ کے اس نیک بندے نے کوئی بات تو حید کے خلاف کہی ہو جیسا کہ اللہ نے مسائیں کے اس قول کے جواب میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں فرما گئے ہیں کہ مجھے پکارا کرو فرمایا یہ خدا ہے حاکمان لبشر ان یعرضہ اللعالم کتاب والحدیث والنبیۃ ثم یقول للناس اکتوبوا احادیثی من ذلک اللہ (۲) بلکہ وہ مشرکوں کی طرف سے افتراء ہوگا جیسا کہ یہودیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذمہ غیر اللہ کی پکار لگا دی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حاکمہم سلیمان ولیکن الشیطان کسروا (۳)

اور اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی جائے کہ وہ قول واقعی اس بزرگ کا ہے تو پھر اس قول کی تو حید نہ کی جائے گی اور اس کا ایسا مطلب بیان کیا جائے گا جو کتاب و سنت کے متن مطابق ہو۔ لیکن اگر وہ قول قابل توجہ ہو اور کتاب و سنت کی تعلیم کے مطابق اس کا کوئی مطلب نہ بن سکے تو صاف کہہ دیا جائے گا کہ وہ بزرگ صاحب حال ہے۔ معلوم نہیں کس حال میں اس سے یہ قول مراد ہوا ہے۔ لہذا انھوں نے کتاب و سنت کے مقابلے میں ان کا قول قابل رد ہے۔" (۴)

اپنی دوسری تصنیف "تفسیر جواہر القرآن" میں اس بات کو اس طرح بیان کیا:

"... شرکیہ عبارت قرآن یا آسمانی کتاب کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں منسوب کی جائے تو اس کی دوسور نہیں ہیں۔ اول یہ کہ جس نیک بندے کی طرف وہ عبارت منسوب کی گئی ہے حقیقت میں وہ نیک ہے ہی نہیں اس لئے وہ عبارت مردود ہے۔ دوم یہ کہ وہ بندہ واقعی بزرگ اور نیک ہے۔ اس لئے اب یہ تو یہ کہا جائے گا کہ اس شرکیہ عبارت کی نسبت اس نیک بندے کی طرف کچھ نہیں۔ شرک پسند لوگوں نے اس پر افتراء

کیا ہے لہذا وہ عبارت قابل رد ہے۔ جس طرح حضرت سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک شرکیہ قصیدہ منسوب کر دیا گیا ہے جو قطعاً حضرت علیؑ کا نہیں ہے اور اگر اس عبارت کی نسبت اس بزرگ کی طرف صحت سے ثابت ہو جائے تو اس عبارت میں مناسب تاویل کر کے کتاب و سنت کے مطابق اس کا مطلب بیان کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ عبارت قابل تاویل میں بھی نہ ہو اور اس کا کوئی صحیح مطلب نہ نکل سکا ہو تو اس عبارت کو بھی رد کر دیا جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ یہ بات اس بزرگ کی زبان سے علیہ حال میں صادر ہوئی ہوگی جو احکام شریعہ میں بحث نہیں۔" (۵)

یہ "غلبہ حال" کیا چیز ہوتی ہے؟ کیا یہ ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ جب بندہ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور باوجود یہ کہ قرآن و حدیث کا جائزہ والا ہے، قرآن و حدیث کا درس دینے والا ہے، ہزاروں اس کے شاگرد ہیں، مشکل سے مشکل موضوع پر اس کی بہتری تصانیف موجود ہیں، اس کیفیت میں صریح کفر و شرک کرنے لگتا ہے، تو پھر تو ایسا شخص عقل سے عاری، دیوانہ و مجنون ٹھہرے گا۔ پھر تو ایسے صریح کفر و شرک کہنے والے کیلئے یہ کہنا کسی طرح بھی طرح درست نہیں کہ انہوں نے ہی دین کو بچایا، قرآن و حدیث کی بے مثال خدمت کی، ان کی محفل و عطا میں تمام انبیاء و اولیاء، جن و انس شرکت کرتے ہیں اور حضرت علیہ السلام ہر ملنے والے سے کہتے ہیں کہ اگر نجات چاہتے تو ان کے وعظ میں شرکت کرو ورنہ غیرہ۔ بعض اوقات یہ لوگ جوش خطابت میں خود اپنے وضع کردہ قاعدے کا قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس قسم کی باتیں کہہ جاتے ہیں:

"انسان کامل تو ان سے بڑا ہے، اب وہ ایک طاقت کا مالک صرف ایک اللہ کو مانے۔ اور اس کے مقابل جن جن کو لوگوں نے عبادت و ارادہ مشکل کشا بنا رکھا ہے، ان سے بڑی گئی کرے۔ یہ بات جس قرآن قاسم ہے۔ لوگوں نے قرآن کو پس چوتے اور چائے تک محدود کر رکھا ہے اور ایمان سارے کا سارا بزرگوں کی کتابوں پر رکھا ہوا ہے۔ قرآن سے پوچھنا ہی نہیں کہ تو جیسا چاہا ایمان کیا ہے۔ مولوی تو کہتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔ اس زمانے کی کتابوں کے مصنف کہتے ہیں کہ قبر کے اندر بیٹھتے ہیں۔ تو بھی تو بتا۔ جس قرآن سے پوچھنا ہی نہیں اور بزرگوں کی کتابوں اور قولوں سے مست ہوا رہتا ہے۔ جس بندے کا ایمان بزرگوں کی قولوں اور قولوں تک وقف ہو وہ کھانا ایمان ہے۔ کمر اور خاص اس دن ہوتا ہے جس دن اس ایمان کو قرآن سے وصول کرے۔ سب سے خطرناک بات ہر زمانے کے بزرگ ہوتے ہیں۔ یہ لیا ہوا کہ ہر چیز بزرگ کے منہ سے نکلے وہ قرآن سے بھی بڑھ جائے۔ ہرگز نہیں۔ سن لو تو حید یوں اگر عنایت اللہ شاہ وہ بات کہے جو قرآن کے خلاف ہو تو امتاعت اللہ حید والے آنکھ بند کر کے کہیں کہ جو عنایت اللہ شاہ نے کہا ٹھیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امتاعت اللہ حید والوں نے عنایت اللہ کو بت دیا ہے۔" (۶)

بزرگوں کی باتوں پر آنکھ بند کر کے ایمان اٹا اور ان میں موجود صریح کفر و شرک کی تاویل کر لینا اور اگر کفر و شرک اس قدر صریح اور واضح ہو کہ اس کی تاویل بھی ممکن نہ ہو تو اس کو "غلبہ حال" پر محمول کر لینا کیا بزرگوں کو بت جانے کے

(۱) لا یغفرنا بکفر ربنا لہذا ولینکفر العبادۃ والعبادۃ لہذا حسن تو سون بالذہب وخلف (المستحضر: ۲) (۲) فاروق میں (۳) تفسیر جواہر القرآن تفسیر سورۃ آل عمران ص ۱۵ آیت ۸۰ مطبوعہ ۱۹۳۷ء
 (۴) شاہ صاحب غرہ خواہ تو لو سارا ساری کہہ کر پراگندہ صرف کردے ہیں لیکن ان کے اکابرین کے نزدیک یہ کوئی ایسا خاص مسئلہ نہیں ہے ان کے شیخ القرآن کا فرما ہے کہ اس زمانہ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتب پر پورا آرا ہے یہ مسئلہ امتاعت ضرور ہے میں نے جس میں لکھا یا ثابت ہو کفر و اسلام کا دار ہے بلکہ یہ ایک ملکی اور عقلی بحث ہے۔ جس میں بحث و تحقیق اور نظر و تحقیق کی کواش ہے۔ تفسیر جواہر القرآن سورۃ اہرام آیت ۵۵ مطبوعہ ۱۹۰۲ء
 (۵) انبیاء اللہ شاہ صاحب کی تقریر بلوچہ مئی ۱۹۹۹ء، ۲۶ جولائی ۲۰۰۵ء

مترادف نہیں "خیا اللہ صاحب جواب دیں کہ یہ ہندی بزرگوں کی مذکورہ بالا شریک کفریہ عبارتوں سے صرف نظر اور ان کی تاویل کر کے کیا اثباتی ان بزرگوں کو "ہت" نہیں بنا رہے۔

جمعیت اشاعت التوحید کے مفتی محمد جمیل ٹیلوی نے ہمارے ایک ساتھی کے سوال: "جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں شریک عبارتیں لکھی ہیں ان کو کافر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟" کے جواب میں لکھا: "اگر دلائل سے قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ واقعی صاحب کتاب کی اپنی عبارت ہے تو اس کو کافر کہہ سکتے ہیں ورنہ جتنا یہ کرے۔"

ٹیلوی صاحب کے فتویٰ کا عکس



آپ کے اپنے دید اور مستند علماء کی زیر سرپرستی آپ کے اپنے مسلک کے اثباتی ادارے ان کتابوں کو شائع کرتے ہیں اور آپ کے خراب و منہر سے انہیں بیان بھی کیا جاتا ہے۔ ان باتوں میں کوئی ترمیم و تبدیلی بھی نہیں کی جاتی بلکہ انہیں فاضل مصنف کی اپنی تحریر کی حیثیت سے درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو پھر اور کون سے دلائل کی ضرورت ہے جو ثابت کر سکیں کہ یہ واقعی "حضرت صاحب" ہی کی تحریر ہے!

ایصال ثواب

توحید الہی اور سنت رسول ﷺ کی اشاعت اور قرآن و حدیث سے تمسک کے دعویداروں کا توحید و سنت کے منافی اعمال کی ترویج اور قرآن و حدیث سے دوری کی مزید مثالوں میں ایصال ثواب، تہویہ ات اور دعا بعد اقرار انہیں بھی شامل

ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ
وَمَا تَجْزُوا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۶﴾
"تمہیں جو نہیں ملے گی تمہاری اعمال کی جہتم نے کئے۔"

اور

الْأَنْزِلُوا زُرُوعًا وَلَا حَرْثًا ﴿۱۰۷﴾
"یہ کہ کوئی نہیں کسی دوسرے کا جو نہیں اٹھائے گا کہ یہ کہ نہیں اٹھائی جاتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ اور یہ کہ اس کی کوشش کا ثواب دیکھی جائے گی، مگر اس کو یہ پورا بدلہ دیا جائے گا۔"

اور یہ کہ

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلِمَا أَتَىٰ بِهِ ﴿۱۰۸﴾
"جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے لئے اور اس کا ثواب اس کا اپنے لئے۔"

متحدہ آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ ایک انسان کے اعمال کا بدلہ ہی کو ملتا ہے۔ اعمال صالحہ کا ثواب کسی دوسرے کو منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ احادیث صحیحہ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایک آدمی اگر کسی کے لئے دعا کے قیام کرتا ہے (مثلاً تہجد میں پڑھی جانے والی دعا) تہجد باتوں کا قاعدہ مول کو بھی پہنچتا ہے۔ وہ روایات جن میں میت کی طرف سے صدقہ کرنے، حج ادا کرنے، اور زکوٰۃ دینے وغیرہ کا ذکر ہے، ان کا تعلق مذمت سے ہے۔ جو معمول قرض ہوتی ہے۔ چونکہ میت کا قرض ادا کرنا فرض ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کے اور سے روایت میں اتنی تاکید کی ہے۔ میت کے ترکے کی تقسیم سے پہلے اس کی وصیت پورا کرنے اور قرض ادا کرنے کو یاد دہار بیان کیا ہے۔ اس لئے میت کی اپنی زمینوں میں مافی ہونی مذروں کو ان کے ورثاء کی طرف سے پورا کرنا ضروری ہے۔ تاہم یہ ایصال ثواب والا معاملہ نہیں ہوتا۔ ہر مال احادیث صحیحہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک آدمی کوئی ایصال کرے اور اس کا ثواب کسی میت کو "ایصال" کر دے۔ مذروں کو ایصال ثواب کی اصطلاح اور اس کی میت کے ساتھ قرآن خوانی کرنا، کھانا پکانا اور کھانا، اس کی قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی لہذا یہ دعوت ہے۔ اشاعت التوحید والسنۃ والے اور ان کے مبعوث "صلی اکابرین دیوبند" ایصال ثواب کے قائل و قائل ہیں۔ رشید احمد گنگوہی دیوبانی جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ حسین علی الدہلوی کے استاد تھے اور جن کے "طراز عمل" کی یہ لوگ دعوت دیتے ہیں، جیسا کہ ان کے دستور کی وفد اشاعت میں درج ہے۔ ان سے

"مولوی والایت حسین صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت بطور پرہیزگار ہیں فاتح اور ایصال ثواب کرتے ہیں اس کا ثواب ان کے ذہن کو ملے گا۔" (معارف شاہد) مابقی اصل قرآن قرآن کا ثواب ان کے ذہن کے لئے ہے۔ ان کے ذہن کا ثواب ان کے ذہن میں ہے۔ (معارف مستطال) ذرا حیرانہ اور "انکار" (تہذیب اسلامی میں ۱۰۶)

اس فتوے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ایصال ثواب کا اہتمام فرماتے تھے۔

"ایک بار دارالافتاء فرمایا کہ ایک روز میں نے حضرت شیخ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کو لکھا، پکڑا تھا۔ اس روز حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ثواب میں دیکھا کہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوں۔ دیکھ کر آگے نکل گئی۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی

فرمایا کہ اس وقت سے مجھے مٹنی مذہب کے ساتھ محبت ہوگئی۔ شیخ کے ایصالِ ثواب کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زیارت کا کتاب حضرت سے کسی نے دریافت نہیں کیا اور کیا جپ تھا کہ کوئی بدیع فائدہ حاصل ہوتا۔ (۱۱)

شکر ہے کہ انگلو کی صاحب نے عبداللہ بن مسعودؓ کی زیارت پر بھی اکتفا فرمایا اور نہ جس ہستی کو "شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد حسین شاہ نیوی مدظلہ العالی" نے "حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز" لکھا ہے، وہ تو اپنے والد کو ایصالِ ثواب میں بہت آگے لے گئے۔ لکھا ہے:

"فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کے وفات کے دن میں مجھے کوئی بیچ دستیاب نہ ہوئی کہ آحضرت عیسیٰؑ کی نیاز پائی جاسے۔ کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بطور نیاز تقسیم کئے۔ ثواب میں میں نے ایک لاکھ آحضرت عیسیٰؑ کے مانتے انوار و اقدام کے کھانے پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ چنے اور گڑ بھی پیش کیا گیا۔ بڑی خوشی و مسرت سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہیں طلب فرمایا۔ ان میں سے کچھ لے کر تبادلہ فرمائے اور باقی ساتھیوں میں تقسیم کرے۔ رقم الخراف (ولی اللہ) کہتے ہیں کہ ان قصہ کی مانند پہلے ہر گون سے بھی روایت کیا گیا ہے، لیکن یہ قصہ یا شاہد حضرت والد ماجد کا ہے۔ یہ آپ نہیں کہہ کر دیا ہوا۔" (۱۲)

شیوکی صاحب کہتے ہیں کہ

"قرآن کے کھڑے ہو کر دعا و استغفار للہیت میں حتی و در مشغولی رہیں مٹنی ہر میں ایک اونٹ قرآن کر کے اس کا کوشت تقسیم کرنے میں لگتی ہیں۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ قرآن قرآن مجید اور دعا و استغفار سے اللہ تعالیٰ بہت ثواب دے گا اور دوسرا یہ کہ یہ وقت عالم برزخ میں اس بہت کی روئے سے مگر تیر کے سوال و جواب کا ہوتا ہے۔ اس وقت اگر ایصالِ ثواب کے لئے آپ عبادت قرآن مجید اور بہت کے لئے دعا و استغفار کریں گے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر شفقت فرمائیں گے تو اس بہت کی روح خوش ہوگی اور وہ لوگوں کے جواب خوشی خوشی دے سکے گا۔" (۱۳)

"بہر حال اگر بہت کسٹ کے مطابق یہ وقت قرآن کر دیا جائے تو یہی وقت عالم برزخ میں بہت سے سوال و جواب کا ہوتا ہے، اس لئے ان وقت بہت کے لئے استغفار کریں اور کچھ قرآن مجید چڑھ کر اس کا ثواب بہت کو بخش دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں تو اس بہت کو سوال کا اجر دے دیتے ہیں اسانی ہوگی۔" (۱۴)

پھر ایک بے سند وحوالہ روایت بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں جا کر سوراخاں میں پھر پھر کر اس کا ثواب لے لوں کو بخش دے تو جس قدر مرے اس قبرستان میں دفن ہیں، ان کا بھی ثواب اسے بھی ملے گا۔" (۱۵)

نعمہ توحید کے مدینے نے ثواب کی اس متعلق میں کافی دریافت اور محاورات کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ اپنے ایک مضمون میں جو ایصالِ ثواب کے انبات میں لکھا گیا، فرماتے ہیں:

"صدق کرتے وقت عام طور پر اولیاء و عظام رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کی روح کو

ثواب پہنچانے کی بہت کی جاتی ہے۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اولیاء کرام کے ایصالِ ثواب کے لئے صدق نہ کیا جائے۔ لیکن نور طلب بات یہ ہے کہ اولیاء کرام تو ایک لوگ تھے، ان سے کہیں زیادہ حضرت کی ضرورت عام رشتہ داروں اور دوستوں کو ہے۔ انہیں بکسر نظر انداز کر دینا کبھی طور مناسب نہیں۔ اس لئے اگر صدق کرتے وقت یہ نیت کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کا اجر و ثواب آدم علیہ السلام سے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کرام کو دے۔ ان کے امتوں کی اور رسول اللہ کے قیامت تک آنے والے امتوں کو پہنچائے تو سب اس ثواب میں شریک ہو گئے۔ یہ خیال نہیں آتا چاہئے کہ ثواب تقسیم ہوگا۔ اللہ کے خواہشوں میں کی نہیں، وہ ہر ایک کو اجر عظیم سے نواز سکتا ہے۔ جیسے روز و رات کا روز و رات نظر کرانے والے کو بھی روز و رات کے روزے پختہ ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔" (۱۶)

تعوذات

تعوذ کلموں سے متعلق احادیث صحیحہ میں نبی ﷺ کے واضح ارشادات موجود ہیں کہ

اللہ۔ "ہم تعویذ ہونے سے سب شرک ہیں۔" (۱۷)

بہ۔ "ہم نے تعویذ (کا یا اس نے شرک کیا۔" (۱۸)

نہ۔ "ہم نے کوئی چیز حق الہی و وحی پیچ کے پیر کر دیا جائے گا۔" (۱۹)

وہ۔ "نہرو (آسیب آکر) ایک شیطان کی ہے۔" (۲۰)

اللہ نے اپنی کتاب مقدس میں ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ
وَمَا أَشْكُرُ الرَّسُولَ فَعَلَّاهُ وَمَا أَكْفَرُ حَتَّى فَاسْتَوَى (البقرہ ۷۵)
اور جو چیز تم کو رسول دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔"

اجماع و اطاعت رسول ﷺ پر قرآن کی متعدد آیات میں بتا کر حکم دیا گیا ہے اور اس کے کرنے پر ملنے والے اعانات اور نہ کرنے پر ملنے والی سزا بھی وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ یہ ایمان والوں کی صفات میں شامل ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تعین کردہ فیصلے سے انحراف نہیں کرتے۔ یہ تو کفار و منافقین کی روش ہے کہ وہ فیصلہ رسول کو کافی نہیں سمجھتے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فَمَتَا يَخْشَعُوا بِهِنَّ
فُلْزَمُوا فَجَعَلُوا خُرُوجًا مِمَّا قُضِيََتْ وَفَعَلُوا
شَلِيلًا (النساء: ۶۵)

"آپ کے رب کی قسم، یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے معاملہ میں آپ کو فیصلہ کرنے والا مانیں اور پھر جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں کوئی عقیدہ محسوس کریں بخلاف وہ جتنی دہن لیں۔"

ایمان والوں کو تو فیصلہ رسول کے مقابلے میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کا ذرا بھی اختیار نہیں

(۱) تذکرہ ائمہ مصر، ص ۱۵۵، ص ۳۱۷ (۲) اعلان دارالکتاب، ص ۹۷ (۳) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۴) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۵) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۶) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۷) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۸) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۹) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۱۰) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۱۱) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۱۲) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۱۳) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۱۴) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۱۵) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹ (۱۶) مدارج، ص ۱۹۹، ص ۱۶۹

بے معنی و جمل کلمات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اشاعتی علماء انہیں "ناجائز اور حرام" "ان کا مفت لینا دینا بھی حرام" "ان پر اجرت لینا دینا بھی حرام" "ان کا "کاروبار کرنا بھی حرام" کہیں گے؟ اور ان کے لکھنے والے کو حرام کاموں کی اشاعت کرنے والا کہیں گے؟ خیال رہے کہ پہلے دو تعویذ تو ان کے "تکلیف الامت" کے اور آخری دو تعویذ بانی جمعیت کے استاد رشید احمد گنگوہی کے بتائے ہوئے ہیں جن کے متعلق اشاعتیوں کا دعویٰ ہے کہ "ان کا مسلک یقیناً قرآن و حدیث کے مطابق تھا" اور جن کے طرز عمل کے یہ اشاعتی دانی ہیں۔ کیا اشاعتی "توحید والہ" کے دانی ہیں یا اس کے جس کو وہ خود "حرام اور ناجائز" کہتے ہیں؟ کیا ایک "حرام اور ناجائز" کی اشاعت کرنے والوں کا مسلک "قرآن و حدیث کے مطابق" ہو سکتا ہے؟ کیا جمعیت والے تضاد کا شکار نہیں کہ ایک طرف کسی چیز کو "حرام و ناجائز" کہیں اور دوسری طرف اسی "حرام و ناجائز" کے موجود کے مسلک کو حق اور "قرآن و حدیث کے مطابق" قرار دے کر اس کی طرف دعوت دیں؟

اپنے اکابرین کی غلط باتوں کو درست قرار دینے میں ان لوگوں کو ملکہ حاصل ہے (اس سلسلے میں ان کے نو سائنس اصول پہلے بیان کر دئے گئے ہیں)۔ رحیم یار خاں کے عید الفتنی جابر دہلوی کی وفات پر یادگاری مضمون میں ان کے کارنامے بیان کرتے ہوئے لکھا گیا کہ:

"اشاعت التوحید والہ سے تعلق کا سبب جہاں حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں کی شاگردی اور خطیب اسلام حضرت مولانا سید عمارت اللہ شاہ بخاری مدظلہ سے عقیدت تھی وہاں ایک سبب اور بھی تھا۔ فرماتے تھے:

"مجھے خواب میں حضرت رئیس الشریعہ مولانا مسکن علی کی زیارت ہوئی اور میں نے خواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قرآن پاک کا ترجمہ پڑھا۔ اور اصل سبب تو یہ تھا کہ مولانا جابر دہلوی دہلی اندازی سے بھٹکتے تھے کہ حق وہی ہے جو اشاعت التوحید والہ سنت بیان کر رہی ہے۔" (۱۱)

لیکن جب ان کے اپنے ایک مولوی نے اس خوابی شاگردی پر اعتراض کیا تو مولوی مول جواب دے کر خواب پر کچھ تبصرہ نہ کیا بلکہ اس پر زور دیا کہ جابر دہلوی صاحب جمعیت اشاعت التوحید کو حق جانتے تھے۔ (۱۲)

یہ تو تحریر کا معاملہ ہے ورنہ تقریر میں تو یہ لوگ بہت کچھ کہہ جاتے ہیں مثلاً جب کسی نے پوچھا کہ خواب میں پورے قرآن کا ترجمہ کیسے پڑھا جاسکتا ہے تو بتایا گیا کہ "شیخ کی بات ہے اور اپنے آدمی ہیں" ان کے استاد عبداللہ درخوشتی اور سید حماد اللہ ہیں۔ "جبکہ ان کے استاد تعویذات اور مروجوں کے زندہ ہونے کے قائل تھے امرنے کے بعد ان کے ہاتھ لکھنے سے پاؤں کروٹے گئے جا کر فرشتے مصافحہ کریں تو تکلیف نہ ہو" اور سید صاحب کا یہ حال تھا کہ وہاں علوم دینیوں کے ہتھم قاری طیب صاحب کو

پاکستان بلا کر غلام اللہ خاں کو قہراً کش کرانی کہ آئندہ صالح موتی اور وفات النبی کے مسئلے کو بیان نہ کیا جائے ورنہ قاسم ناوٹووی سے لے کر قاری طیب تک سب کافر ٹھہریں گے۔ شاید تب ہی غلام اللہ خاں نے اپنی تفسیر قرآن میں صالح موتی کے مسئلے کو فروغی قرار دیا اور اکابرین کی خلاف قرآن باتوں کو درست ماننے کا حیلہ وضع کیا جس کا پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اپنے استاد اور ہی صاحب کے لئے جابر دہلوی صاحب کہا کرتے تھے کہ

"میرا مقصد ہے کہ ان دو ہستیوں کی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ اپنے مرشد صریح نہ دیکھا اور شیخ القرآن جیسا استاد نہ دیکھا۔" (۱۳)

"میرے شیخ کی موتی کی مٹی میری آنکھوں کا سرمہ ہے لیکن ہم اپنے جیہ و بطن کی شکل میں نہیں سمجھتے۔" (۱۴)

"مذہب اور کلام کی طرف جتنے کے وہ اسباب ہیں، ایک چار استادوں اور پچاس مرشدوں جن کو ان تصویروں کو وہ چیزیں مل گئیں صحیح استاد اور پچاس مرشد و قد اؤنہ کریم کو مل گئے۔" (۱۵)

مضمون بہت طویل ہو جائے گا ورنہ

مرشد الموحدين خاتمر المحدثين بغية السلف
 حجة المخلص وازد انبياء عارف بالله شيخ
 التفسير مرشد العلماء قدوة الاختباء حضرت
 العلامة الشيخ عبدالغنى حاجزوى نور اللامع قدس

کے "قرآن و سنت سے لبریز خطابات" کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے جن سے معلوم ہوتا کہ یہ قرآن و سنت سے کتنے "لبریز" ہیں۔ جسے اس کی خواہش ہو وہ ان کے صاحبزادے کے مرتبہ "خطبات جابر دہلوی" کا مطالعہ کرے۔

دعا بعد الفرائض

توحید والہ کی اشاعت کے دہلی ادواروں کا سنت کے خلاف کاموں میں ایک فعل ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ہے۔ جس طرح دہلی بندیوں کی ہر مسجد اور محفل میں ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کی جاتی ہے، اسی طرح دہلی بندیوں کی شفلی جمعیت اشاعت التوحید والہ کا بھی عمل ہے، اور یہ بھی صرف فرائض کے بعد ہی ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا نہیں کرتے بلکہ ان کے ہر اجتماع میں بھی اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔ (۱۶)

بلکہ یہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میت کو دفن کرنے کے بعد "قبر کے گرد کھڑے ہو کر دعا کریں۔" (۱۷)

اس معاملے میں جب ان کے سامنے نبی ﷺ کا طرز عمل پیش کیا جاتا ہے جو صحیح احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سوائے بارش کی دعا کے کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (سوائے چند مخصوص مواقع کے اور وہ بھی صلوة کے علاوہ) (۱۸) تو ان کے متضاد جوابات سامنے آتے ہیں مثلاً:

(۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۱۸، (۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۴۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۵۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۶۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۷۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۸۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۹۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۰۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۱۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۲۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۳۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۴۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۵۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۶۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۷۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۸۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۱۹۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۰۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۱۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۲۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۳۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۴۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۵۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۶۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۷۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۸۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۲۹۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۰۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۱۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۶) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۷) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۸) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۲۹) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳۰) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳۱) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳۲) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳۳) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳۴) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳۵) نور محمد، ماری ۱۹۹۵ء، ص ۲۸، (۳۳

[illegible]

قادر نہیں بتا سکتے کہ اب تک جمعیت اشاعت التوحید والہ کے جو کارنامے بتائے گئے ہیں، کیا ان سے اللہ کی توحید کا نفاذ ہوتا ہے؟ کیا سنت کا بول بالا ہوتا ہے؟ کیا شرک و بدعت مٹانے کی سعی ہوتی ہے؟ کیا مشرکوں سے دشمنی اور مبتدعیوں سے لڑائی کی اس میں کوئی جھٹک نظر آتی ہے؟ حقیقی صورت حال تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ سنت کا بول بالا کرنے کے دعوے دار بدعت و فروع سے دے رہے ہیں (اس کا نام دوسرے کچھ سلف سے آپ نے ماخوذ کیا) مشرکوں سے دشمنی کے بدی کی بحیثیت عقیدت اور اطاعت کا دم بھر رہے ہیں اور اس طرح سے توحید و سنت کی اشاعت کا ان کا دھوکہ باطل ثابت ہو جاتا ہے اور ان کا کفر یہ، شرک یہ، مبتدعہ و بدعتی مسلک کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ دراصل یہ وہی صورت حال ہے جس کی پیش گوئی نبی ﷺ نے فرمادی کہ

لَتَبْعَنَ خَنَسٌ مِّنْ أَسْكَانٍ فَلَئِنَّ شَيْئًا بَشِيرًا بَشِيرًا وَخَرَابًا
وَقَدْ رَاحَ حَتَّىٰ لَوْ رَحِلُوا جَمْعًا صَبَّ مَعَهُمْ وَهَرٌ

(بخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی ﷺ)

”تم لوگ ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی ایک ایک بات اور ایک ایک بات کو چروہ کر کے حتیٰ کہ اگر وہ گوہر کیل میں گئے ہوں گے تو تم بھی جاؤ گے۔“

اکابر پرستی کی بنیاد پر اسٹے والے مسلکی شجر خبیث کی جو شاخ نکلے گی وہ کفر و شرک کے جراثیم سے پاک کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ آنکھ بند ہونے سے پہلے انہیں آنکھیں کھول کر دیکھ لینے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

ابلاحیث

اب توحید و سنت کے دعویدار اس دوسرے گروہ، یعنی نام نہاد اہل حدیث، کے متفاد و اعمال کا مختصر جائزہ ان کی اپنی کتابوں اور رسالوں کے حوالے سے پیش کیا جائے گا۔

اہل حدیث مسلک کی حامل مختلف جماعتیں مثلاً مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، جمعیت اہل حدیث سندھ، جمعیت ترمذ اہل حدیث پاکستان، مرکز الدعوة والارشاد مصر کے (الشکر طیب) وغیرہ کے نام سے یہاں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان سب کا دھوکہ ہے کہ یہ سب قرآن و حدیث کی پیروی کرتے ہیں لیکن آئندہ صفحات کے مستند حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے عقائد و اعمال میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی عمل کو ایک فریق شرک کہتا ہے تو دوسرا مبینہ سنت! ایک کے نزدیک کوئی عمل باعث رحمت ہے تو دوسرے کے نزدیک جہنم میں جانے کا سبب!

لفظ ”اہل حدیث“ کا مطلب ہے حدیث والے، جس طرح ”اہل ایمان“ کا مطلب ہوتا ہے ایمان والے۔ یعنی ”اہل“ کا سابقہ اپنے مابعد سے نسبت و تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح بظاہر معنی کے اعتبار سے اہل حدیث وہ شخص ہوگا جس کا تعلق حدیث سے ہو، جو حدیث پر عمل کرنے والا ہو۔ اور یہی ان نام نہاد اہل حدیثوں کا

دھوکہ بھی ہے کہ وہ حق کے ساتھ احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ ذرا ان کے دعوای کی شدت تو ملاحظہ فرمائیے:

(الف) اہل اہل کے مقابلے میں اہل حدیث جماعت نے مہر رسول ﷺ سے لے کر آج تک حدیث کا جان بجز رکھا اور اس کی اطاعت میں وہ کارہائے اراکین انجام دے کر اپنی نفس و دھرم بچا ہے۔ ایک ایک حدیث کی طلب اور تنقید کے لئے ہنگامہ بازی اور جہاد میں لگے اور ایک ایک حدیث کی موٹی پتھر پر لاشی میں چڑھ کر یہ دعویٰ لوگ کرتے ہو مارا علیہ و اولہ و اسحاق کی مشعل تصور تھے۔ یہ اتنے ہی قدیم ہیں جتنا خود قرآن اور حدیث قدیم ہے۔ جب سے قرآن کا نزول اور حدیث کا وجود ہوا ہے اس وقت سے اہل حدیث اہل حدیث کا وجود ہے کیونکہ اہل حدیث کے نظریات یعنی قرآن اور حدیث کے بیان گروہ ہیں۔ اہل حدیث نے اپنی طرف سے کوئی عقیدہ نہیں کیا ہے نہ کوئی عمل۔ قرآن و حدیث پر عمل کرنے پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق تھا اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ وہ قرآن اور صحابہ قرآن سے ایک قدم بھی اگلا نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ تابعین قرآن و حدیث تھے اور محمد اللہ اہل حدیث کا بھی قرآن و حدیث پر عمل کرنے کا عقیدہ و سرچشمہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کا تھا۔ (۱)

(ب) ”اہل حدیث“ سب سے قدیم مذہب ہے جو اپنے صحابہ کرام کا مذہب ہے۔ (۲)
(ج) ”ان حقائق کا انکار کرنا آسان بات نہیں ہے کہ اہل حدیث اہل اسلام کا سب سے قدیم مذہب ہے اور اصول اور فروع میں سچ صحابہ کا مآخذ ہے۔“ (۳)
(د) ”اہل حدیث“ اگر وہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کی زبان اور بیان پر ہمیشہ حق غالب رہا، جس کا جائزہ وہ امن پاک ہے، جن کے عقائد و دعوات، باطل اور قوائیں پرستی سے پاک ہیں۔“ (۴)

(۵) ”اہل حدیث صرف اہل حدیث ہیں باقی زیر نفوذ کے دعویدار ہیں۔ سب نامی فرقہ پرست ہیں اور پرست صرف اہل حدیث ہیں اور وہی کا نامی ہونا ضروری ہے تو ثابت ہوا کہ وہی صرف اہل حدیث ہی ہو سکتا ہے۔“ (۵)

ذلک خو لہم با فواہم۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ اپنے زعم میں کہتے پھرتے ہیں کہ ان لوگوں کے وہی عقائد و اعمال ہیں جو صحابہ کرام کے تھے لیکن اگر ان کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔ انہوں نے نماز میں ٹانگوں کو چیر کر کھڑا ہونا، زور دار آواز سے آمین کہنا، امام کے پیچھے جہری قرأت میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھنا، رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کو لازمی قرار دینا، وغیرہ جیسے مخصوص مسائل کو دانتوں سے پکڑ رکھا ہے اور انہی پر ان کا سارا زور صرف ہوتا ہے۔ انہیں ثابت کرنے کے لئے وہ ہزاروں امداد اپناتے ہوئے چیلنج اور خطیر رقبتوں کا اعلان بھی کرتے ہیں، اشتہار بازی اور لغو بازی کرتے ہیں، مگر دھوکہ پھر بھی حالانکہ علیہ و اولہ و اسحاق ہونے کا کرتے ہیں۔ ان کی حقیقت ان کے اپنے ہی مسلک کے آدمی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیے:

”یہ مقتصدان کا گروہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے انکی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجتماعی کی جس پروا نہیں کرتے۔ نہ ملک صالحین صحابہ اور تابعین

کی قرآن کی تفسیر صرف لغت سے سنائی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آج بھی ہے اس کو بھی نہیں سمجھتے، ماضی ماضی کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف دفعہ یہ سن اور آئین بالآخر کو اہلحدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور مثنیٰ اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، نصیحت، صبر، افتراء سے پاک نہیں کرتے۔ (۱)

یاد رہے کہ یہ بات کہنے والی اہلحدیثوں کی وہی سرکردہ و معتبر ہستی ہے جسے اہلحدیث علماء اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

”نواب عالی جناب، عالم باہل مقلد وقت محبت اللہ و حبہ الزماں بن مسیح الزماں (الحدیث)۔“ (۲)

اپنے نام نہ ہوں کی ”نصیحت، صبر، افتراء“ سے بے باکی کا رد کارونے والے نواب صاحب بھی ان ”اوصاف“ سے خالی نہیں۔ چنانچہ جس تاہی کو زبان نبوت ”مغفور“ قرار دیتی ہے (۳)، ان کی ”زبان گہر بار“ اسے، لفظی، ملعون، مردود اور ”زیادہ پلید“ کہتی ہے۔ (۴)

اہلحدیث مکتب فکر کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث سے تمسک کرنے کے ان کے دعوے باطل ہیں اور یہ بھی ان خرابیوں میں ملوث اور آلودگیوں سے تھڑے ہونے ہیں جن میں دیگر فرقے و مسلک جھٹلاتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے ان کی آلودگی شدید تر ہے کیونکہ دوسرے فرقے و مسلک کا قرآن و حدیث سے تعلق کا دعویٰ کسی شخصیت کے تقلیدی تعلق سے منسلک ہے جب کہ یہ ایسے تمام تعلقات کو شرک قرار دیتے ہیں اور قرآن و حدیث سے براہ راست تمسک کے دعویدار ہیں۔ لیکن یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس بھی ان شخصی تعلقات کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ البتہ یہ مزید افسوسناک بات ہے کہ اس سلسلے میں وہ دہرئی پالیسی اور دو ٹوٹے پن سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اگر کوئی بات شخصی منسلک میں ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک قابلِ تفرین اور لائقِ ملامت ہے تو ان شخصیات کے لئے پسندیدہ فہم ہوتی ہے جو ان کے مشہور ممتاز مسائل کی کسی طرح تائید کرتی ہیں، مثلاً تقلید ان کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت چیز ہے۔ ان کا ہر آدمی بڑی ویدہ و جہی سے اس پر اپنی ”عالمانہ رائے“ کا اظہار کرتا ہے اور اس کے رد و قدح میں پورا زور صرف کرتا ہے۔ کوئی تو اس حد تک چلا جاتا ہے کہ کہنے لگتا ہے:

”ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک۔ عبادت کہنے ہیں دوسرے کو بڑے سے بڑا جان کر، اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں چھوٹے سے چھوٹا سمجھتا، یہی کچھ مقلد اپنے امام سے کرتا ہے۔ وہ اپنے امام کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ خود اس کے سامنے جانور سمجھتا ہے اور جانوروں کی طرح اس کا قہار و گھگھے میں ڈالنے کو اپنی سعادت خیال کرتا ہے، پھر آہستہ آہستہ اللہ کا شریک ٹھہر لیتا ہے۔“ (۵)

لیکن تقلید کا یہی مشرک جب ان تیبہ، امن، قیام، امن کثیر، عبدالقادر جیلانی، اور دیگر حبلی و شافعی سرکردہ شخصیات میں پایا جائے تو انہیں ”شیخ الاسلام“، ”الامام“، ”الشیخ“ وغیرہ جیسے بلند مقام پر بٹھادیا جاتا ہے اور وہ زبانیں جو تقلید کی مذمت و ملامت کرنے میں نہیں ٹھٹھکیں، ان مذکورہ شخصیات کے من کاٹے گنتی ہیں، صرف اس وجہ سے کہ وہ دفعہ یں کرتے تھے، زور سے آمین پکارتے تھے، تین طلاقوں کو ایک کہتے تھے، امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ تقلید کی مذمت کرنے اور مذکورہ شخصیات کی تعریف میں زبان تر کرنے سے پہلے ان مرحومہ اہلحدیثوں کو اپنے ”شیخ الاسلام“ کا یہ فتویٰ بھی سامنے رکھنا چاہئے:

”میں شریعت سے ابوحنیفہ، ثوری، مالک بن انس، ابو زامی، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق، داؤد وغیرہ اور فقہ کا قول مراد ہوتا ہے۔ سو یہ لوگ اپنے اقوال کے لئے کتاب و سنت سے اہل لاتے ہیں۔ جب کوئی مقلد ان میں سے کسی کی تقلید مسب غلو یا ش کرے تو جانا ہے اور اس کی تقلید نہ کرے تو کسی اور کی تقلید شرط غلو یا ش کرے تو جائز ہے۔“ (۶)

مسلک اہلحدیث کی تحریروں پر نہ کہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ انداز شاید خفیوں سے بغض رکھنے کے سبب اپنایا ہے ورنہ قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے والوں کا وہ ہر امتیاز نہیں ہو سکتا۔ حدیث سے تو یہ اصول ملتا ہے کہ اشتراکِ ملت کے سبب حکم عام ہوگا اور کسی کا اس میں کوئی استثناء نہ ہوگا، خود کو کوئی بھی ہو۔ پوری کا فعل خواہ مخواہی فاطمہ بنت اسود سے ہو یا قریشی فاطمہ بنت محمد سے، زبان نبوت کہتی ہے کہ دونوں کا کاتھ کا نا جائے گا۔ (۷)

اور جنہیں شیخ الاسلام کہہ کر ان پر اللہ کی رحمت کے ڈنکے برسائے جا رہے ہیں، ان کے کارنامے بھی تو دیکھئے، انہوں نے قرآن و حدیث کی کیسی ”خدمت“ کی۔ قرآن کہتا ہے کہ جو ایک دفعہ مر گیا، قیامت تک مرد ہے، اس میں قیامت سے پہلے روح نہیں لوٹ سکتی (۸)، وہ شعور، اور ایک فہم، تمام حواس سے عاری ہے (۹)، کچھ بھی نہیں سن سکتا (۱۰)، اس کے اور دنیا والوں کے درمیان قیامت تک ناقابلِ عبور رکاوٹ حائل ہے (۱۱)۔ لیکن اہلحدیثوں کے ”شیخ الاسلام“ فتویٰ دیتے ہیں کہ:

”مشہور اور مشہور شخصیات احادیث سے جاہت ہے کہ مرد اپنے اہل و عیال اور دوستوں کے اعمال کو جانتا ہے جو ان کو دنیا میں پیش آتے ہیں اور یہ حالات اس پر پیش کئے جاتے ہیں اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ دیکھتا بھی ہے اور بوجھتا بھی ہے کہ اس کا کیا جاتا ہے، اس کو جانتا بھی ہے۔ اگر وہ کاروائی اچھی ہو تو اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اگر وہ بری ہو تو اس کو اس سے روکنا چھوٹا ہے اور مردوں کی رو میں امتیاعات بھی کرتی ہیں۔ لیکن صرف علی رو میں ان کی طرف تزلزل ہوتی ہیں اس کے برعکس نہیں۔“ (۱۲)

وسمعا ج العصب للاموات من السلام والقدرة الحق
”مرد کا سلام اقرآت کی آوازوں کو نہ سنا حق ہے۔“ (۱۳)

(۱) لغات الحدیث از اب دھیراں، جلد ۱، صفحہ ۹، کتاب فی بحوالہ حدیث اور اہلحدیث میں، ۱۰۳ (۲) بدیع الدین شہناور راشدی، ہدایہ المستفیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۳، بحوالہ حدیث اور اہلحدیث میں، ۱۳۵ (۳) بخاری، کتاب الحج، باب الحج فی قال لہم انکم احبہر، باب من لا یصلی باللیلۃ (۴) تیسرا بخاری شرح من بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵، جلد ۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳، صفحہ ۱۳۵، جلد ۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۵۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۶۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۷۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۸۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۹۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۰۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۱۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۲۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۳۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۴۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۵۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۶۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۷۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۸۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱۹۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۰۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۱۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۲۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۳۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۴۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۵۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۶۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۷۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۸۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲۹۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۰۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۱۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۲۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۳۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۴۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۵۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۶۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۷۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۸۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۳۹۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۰۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۱۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۲۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۳۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۴۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۵۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۶۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۰، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۱، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۲، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۳، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۴، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۵، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۶، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۷، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۸، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۷۹، صفحہ ۱۳۳، جلد ۴۸۰، صفحہ ۱۳

”مفسرین نے فرمایا کہ میری قبر پر میل نہ چاہنا، جہاں کہیں تم ہو مجھ پر روضہ بھیجتے رہنا۔ تمہارا روضہ مجھے ضرور پہنچے گا۔“ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ روضہ کو میری طرف لے جاتا ہے، میں اس شخص کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر فرشتے تعینات کر دیے ہیں جو کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچا دیا کریں گے۔ تمہارا روضہ میرے سامنے پیش کیا جائے گا۔۔۔۔۔ (۱)

الہمدیٹوں کے ان ”شخصین“ کی بیان کردہ انہی ضعیف و مہضوع روایات کی بنیاد پر آج ان نام نہاد الہمدیٹوں کا یہ عقیدہ بنا ہوا ہے کہ مردہ اسی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے، اس کی روح لوٹ آتی ہے، وہ سلام سنتا ہے، اس کا جواب دیتا ہے، اس پر زندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں الہمدیٹ مسلک کے بانی میاں نذیر بادوی، نواب صدیق الحسن خان، نواب وحید الزماں، میر جہند ایدلہ الدین راشدی، وغیرہ ان باتوں پر قرآن و حدیث کے خلاف فتویٰ دیتے رہے، جس کی تفصیل ہمارے کتابچے ”غذاب بدترت“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ زمانہ حال کے الہمدیٹ خود کو ان اسلاف کا پیروکار ثابت کرتے ہوئے ایسے ہی خلاف قرآن و حدیث فتوے دیتے ہیں۔ پروفیسر عبد اللہ جہا پوری نے اپنے کتابچے ”کیا مردے سنتے ہیں؟“ میں ”کالے کی عقل میں سماج موتی کا رد کرنے کی کوشش کی لیکن ”سلفی“ ہونے کی وجہ سے اپنے ان اسلاف کے عقائد کی تائید ان الفاظ میں کی:

”ہم کہتے ہیں کہ مفسرین جتنے سلام پڑھتے ہیں وہ سب سلام دعا ہوتے ہیں۔ ان کا سنا اور اسی وقت جواب دینا ضروری نہیں بلکہ اللہ کے مقرر کردہ فرقے ان تمام سلاموں کو بھی کر کے کسی خاص وقت میں جب اللہ کو منظور ہو جائے ضرور کو پہنچا دیتے ہیں اور پھر آپ سب کے حق میں برائی ادا دیتے ہیں۔۔۔۔۔ سلام کا جواب دینے کے لئے نبی کی روح کوٹائی جاتی ہے۔“ (۲)

الفکر علیہ والے بھی مردے کی روح دنیا میں لوٹا کر قبر میں اسے زندہ کر دیتے ہیں (۳)۔ الہمدیٹوں کے عقائد بیان کرتے ہوئے سنی گوند لوی صاحب اپنے اسلاف کے ارشاد سے بھلا کیسے انحراف کر سکتے تھے، لہذا وہ بھی اس کو بیان کرتے ہیں (۴) لیکن وہ اس میں مزید پیش قدمی کرتے ہوئے نبی ﷺ کے ایک قبر پر نشی کا کرنے کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ کا یہ مشاہدہاں بات کی قوی دلیل ہے کہ قبروں میں ان کے ہوتے ہیں ان کا معاشیاتی قبر میں ہوتا ہے جس میں وہ ان کو سنا دیتے ہیں۔“ (۵) ”البتہ یہ عذاب روح مع اللہ ہوتا ہے۔ جسم کی بھی حالت میں ہو سکتی ہے، جاتا ہے، کسی کا لقمہ بن جاتا ہے ابھی اللہ ان کے زندہ کرنے پر قادر ہے۔“ (۶)

عبدالرحمن کیلانی صاحب نے ”روح، سماج موتی اور غذاب قبر“ کے موضوع پر ایک کتاب لکھی اور یہی باتیں بیان کیں۔ البتہ دنیاوی قبر میں روح مع اللہ پر عذاب ہونے کی کیفیت کو انہوں نے خواب کی مثال سے تشبیہ کی کہ جسطرح خواب میں کسی

(۱) الفرقان ج ۱، ابراہیم والرحمن والرحیم ج ۱، ص ۱۶۲، ان کی حقیقت ۱۱، ص ۱۶۲، ”یہ حجازیہ سلفی“ اور ”ان کا فلسفہ قدوم“ میں دیکھی جاسکتی ہے (۲) مطبوعہ مکتبہ الہمدیٹ کراچی میں ص ۳۴ (۳) آملی جنت اور دوزخ ہادی جہنم (۴) امیر خزانہ عبداللہ ص ۱۳ (۵) حصہ ۱ ص ۳۳ (۶) ایضاً ص ۳۳ (۷) مطبوعہ مکتبہ الہمدیٹ کراچی میں ص ۳۴ (۸) مطبوعہ مکتبہ اکملی، کراچی، جلد ۳ ص ۳۸ (۹) تفصیل لکھنے والی کتاب سوئیل دوم باب ۱۱ ص ۱۱۱ چمکے (۱۰) تفصیل کیلئے تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں پانچ تفسیری کے واقعات چمکے (۱۱) الجواب الکافی مطبوعہ قدوسیہ، دارالازان لاہور میں۔ ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴

تکلیف کا احساس ہوتے ہوئے شخص کو ہوتا ہے اسی طرح مردے کو بھی ہوتا ہے۔ (۱) ”شیخ الاسلام“ کے اس ”علامہ حافظ“ شاگرد نے اپنی دوسری کتابوں میں قرآن و حدیث کی مزید ”خدمت“ فرمائی ہے۔ نبی ﷺ نے تعویذ گنڈوں کو شرک قرار دیا ہے (۲) تفصیل لکھنے والے میں چاہیے۔ لیکن جب علامہ صاحب نے ”ازوالعادہ“ کے نام سے نبی ﷺ کی ضخیم سیرت لکھی تو اس میں اپنے مسلکی امام احمد بن حنبل اور استاد ابن تیمیہ سے بخار، ولادت میں آسانی، تکبیر اور فتح پین کے تعویذ بھی لکھ دیے۔ (۳) بیودوں کی بد اعمالیوں میں ایک بدترین حرکت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے محسن انبیاء علیہم السلام پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگا کر ان کے کردار کو داغ دار کرنے کی مرموم کوشش کرتے تھے۔ بائبل کی کتاب پیدا کش کے مختلف ابواب ان کی اس فسق حرکت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اللہ کے حبیب القدر نبی و فاد علیہ السلام پر انہوں نے قہر لگائی (۴)۔ مدینے کے منافقوں نے بھی اسی طرح کی حرکت کی اور رسول اللہ ﷺ کی زینب سے شادی کو بھی یہی رنگ دیا۔ (۵) یہ دونوں واقعات بالکل جھوٹے ہیں اور ان پر یقین کرنا عصمت انبیاء پر حملہ اور توہین رسالت کا ارتکاب ہے۔ یہاں صرف اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ اپنے مسلک کو ماسادا علیہ دراصل اس قدر دینے والوں اور ان کے مدد و یمن کی جرأت ظاہر ہو کہ انہوں نے کس طرح رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے منہج کے خلاف راواپائی ہے۔ ابن قیم نے اپنی کتاب ”الجواب الکافی“ میں غیر مورخوں سے عشق و محبت ہو جانے کے ثبوت میں یہ دونوں واقعات بطور دلیل پیش کئے ہیں۔ (۶)

ابن تیمیہ اور ابن قیم صاحبان کے معتقدان کے ہم مذہب سعودی متاבלہ بھی ہیں جن کی خدمات کا الہمدیٹ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ ہر چند کہ تقلید سے نفرت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن احمد بن حنبل کے ان مقلدین سے ان کو قلبی لگاؤ ہے۔ یہ نام نہاد الہمدیٹ ان حنبلی علماء کو بڑی عقیدت اور شوق سے پاکستان بلاتے ہیں، ان کی خوب آؤ بھگت کرتے ہیں، ان سے جلسوں میں تقریریں کراتے ہیں جن کی خوب تشہیر کی جاتی ہے۔ تقلید کو شرک کہتے ہیں لیکن ان مقلد حنبلیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے بڑے بڑے اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان حنبلیوں کے تحقیقی و اشاعتی اداروں میں یہی الہمدیٹ نظر آتے ہیں، ان کی تالیفات کے تراجم شائع کرنے والے یہی الہمدیٹ ہیں، ان کی یونیورسٹیوں میں سعودی و غلیفوں پر ”علم و فضل“ حاصل کرنے والے یہی الہمدیٹ ہیں۔ ان حنبلیوں کے قرآن و حدیث کے خلاف اور قبر پرستی کی بنیاد فراہم کرنے والے عود روح یعنی قبر میں مردے کے زندہ ہو جانے کے گھریہ عقیدے کی گرفت کی جاتے تو ان استیوں کا دفاع کرنے والے بھی یہی الہمدیٹ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے جب یہ ثابت کیا

(۱) الفرقان ج ۱، ابراہیم والرحمن والرحیم ج ۱، ص ۱۶۲، ان کی حقیقت ۱۱، ص ۱۶۲، ”یہ حجازیہ سلفی“ اور ”ان کا فلسفہ قدوم“ میں دیکھی جاسکتی ہے (۲) مطبوعہ مکتبہ الہمدیٹ کراچی میں ص ۳۴ (۳) آملی جنت اور دوزخ ہادی جہنم (۴) امیر خزانہ عبداللہ ص ۱۳ (۵) حصہ ۱ ص ۳۳ (۶) ایضاً ص ۳۳ (۷) مطبوعہ مکتبہ الہمدیٹ کراچی میں ص ۳۴ (۸) مطبوعہ مکتبہ اکملی، کراچی، جلد ۳ ص ۳۸ (۹) تفصیل لکھنے والی کتاب سوئیل دوم باب ۱۱ ص ۱۱۱ چمکے (۱۰) تفصیل کیلئے تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر میں پانچ تفسیری کے واقعات چمکے (۱۱) الجواب الکافی مطبوعہ قدوسیہ، دارالازان لاہور میں۔ ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴

جائے کہ احمد بن حنبل نے اپنے اہل تعلق کو اس بات کی تلقین کی کہ قبر کے اندر مردوں میں روح واپس لوٹ آتی ہے تو وہ ان کے مناقب بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی زبانیں ان کے ایک اور قلعہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تعریف و توصیف سے بھی ترنم ترقی ہیں جو توفیق کے بیان میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ مسند احمد میں اپنے امام کی بیان کردہ کلمہ روایت کو بنیاد بنا کر آدم و حوا علیہما السلام کو شرک سے عزم کر دیا۔ (۱) یہ نجدی صاحب احمد بن حنبل کے اس قدر غائی مقصد و مقصد تھے کہ اکثر کہا کرتے تھے:

لقد لساوا الحکم اللہ اللہ - ابرو اعداء و اعداء کثیر لکھ
حاصلی ما سافر فساد و عجمہ - علی و اعداء کثیر لکھ
و بعد العظمیٰ اعتقاد علی صلہ - علیہما السلام کثیر لکھ
”میں اہل زبان سے اللہ کا شکر کروں کہ وہ ایسا صاحب وقت ہے کہ یہ شکر کرتے (۱) وہ ان کے شکر سے عاجز ہے۔ اس نے مجھ پر تعین وقت فرماتے ہوئے اسلام بھیج دیا۔ قرآن کا علم دیا جو آنکھوں کا نور ہے اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ ان میں تعین کا مقیدہ دیا۔ یہی میرا مقیدہ و ان دن ہوگا جب داخل جاؤں گے۔“ (۲)

ابجدیٹ ان نجدی صاحب کے کارناموں کی تعریف و توصیف میں رطب الحسان نظر آتے ہیں اور انہیں ”وقت کا مقیم مصلح اور مجدد شیخ الاسلام“ گردانتے ہیں (۳)

”خمس کے جذبہ توفیق اور ایمانی فطرت نے محمد بن احمد کو شرک و بدعت کے لئے شہیرہ بنایا اور وہاں رہت عثمان سے انہوں میں مدنی ہوئی تے آثار میں بڑھ کر ان کے سب کا بہت بڑا حصہ شرک و بدعت کی خدمتوں سے نکل کر چر خالص قرآن و سنت کے نور سے چمکا (۴)“

ان کا یہ کارنامہ واقعی ایسی تحسین ہے کہ انہوں نے انہی قبریں زمین کے برابر کر دیں اور ان پر تعمیر قبے و عمارتے۔ سو یہ القبر پر چٹک حکم رسول ہے (۵) جس کی تعمیل بطرمان الہی لازم ہے (۶)۔ لیکن جب یہی نجدی صاحب قبہ جاتے ہوئے گنبد فضل ابوہریرہ پہنچے جو کہ نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی میں آپ کی وفات کے تقریباً سات سو سال بعد آپ کی قبر پر تعمیر کیا گیا، تو پکار اٹھے کہ خدا لکھ اس و امی اس۔ (۷) آپ نے یہ چون لکھا ان کے بعد سے آج تک سعودی عرب کی خطی حکومت اس قبہ کی خادم ہے اور اس کے تحفظ اور بقاء پر لاکھوں ریال خرچ کرتی ہے۔ اور واپس کیا کیوں نہ کریں جب کہ ان کے باپ عبد العزیز آل سعود نے اس کا عزم کیا تھا۔ ابجدیٹ بھی کے ایک بڑے عالم اور مختلف صلاح الدین یوسف نے ”قبر پرستی“ کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں قبروں کو پختہ کرنے، ان پر عمارت تعمیر کرنے و ان کی

پرستش کرنے و غیرہ کی مخالفت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا۔ لیکن کتاب کی ابتداء ہی میں بڑے نمایاں طور پر گنبد فضلہ کے متعلق وضاحت بیان کرتے ہوئے سلطان عبدالعزیز کا یہ فرمان نقل کیا کہ:

”روئے الرسول کے متعلق کسی شے کی خبر نہیں۔ اس کا شکر اور جہاد سلطان کے لئے فرض ہے۔ اور جس کی مخالفت سے لئے جس پر ایمان رکھنا سون کا پتی جان اور تمام خاندان کو اس پر قربان کر دوں گا۔“ (۸)

قرآن و حدیث کی تعلیمات کے خلاف قیام کے جانے والے اس کشیدگی ان کام نہاد ابجدیٹوں کے نزدیک کیا حیثیت ہے، ان کا اعتقاد ان کے ملک امجدیٹاہ القدامت مری کے قوس سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

”میں آج کے ہندوستان کے شیخ و سلطان کا آقا ہوں۔“ (۹)

حالانکہ یہی امر مری صاحب اپنے قوسوں میں ایک دوسری جگہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ:

”میں وہ ملک تو آٹھ سو سال قبل ہی قبر میں لے کر آیا تھا۔ اس کے بعد ملک منصور دھانی کے زمانے میں قبہ بنا۔“ (۱۰)

یہ بات قابل غور ہے کہ جس گنبد کا جو نبی ﷺ کی وفات کی سات صدیوں تک نہ تھا اور جس کی تعمیر سے نبی ﷺ نے اپنی سیات میں منع بھی فرمایا تھا لیکن حکم رسول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پھر بھی بنادیا تو اس کا درجہ کیسے ثواب ہو سکتا ہے؟ نبی ﷺ نے تو قبور کو آبرو و حریم کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

امجدیٹ حنبلی کی تقلید کرنے والی ان حنبلی سعودی حکومت کے مفتی اعظم عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز تھے جن کے فتاویٰ کا ابجدیٹ اردو ترجمہ کر کے شائع کرتے ہیں۔ یہ اپنے فتاویٰ میں قرآن پر سننے کی اجازت لینے کو جائز کہتے تھے (۱۱) اگرچہ نبی ﷺ نے ان کو ناجائز قرار دیا (۱۲)۔ یہ مفتی صاحب میت کے لئے گئے جانے والے صدقہ خیرات کا ان کو فائدہ ہونے یعنی ایصالی ثواب کے درست ہونے پر بھی فتویٰ دیتے تھے (۱۳)۔ یہ ابن باز صاحب اپنے امام حنبلی و ان کی جیسے اور ان کی قبر کی پہلے بیان کردہ خلاف قرآن و حدیث باتیں بیان کرتے سے بھی باز نہ آئے۔ حج و عمرے کے مسائل پر مشتمل ان مفتی صاحب کا مؤلفہ ایک پاکستان ایک سعودی حکومت خارجوں کو منتہا تسمیر کرتی ہے۔ اس کتاب میں اپنے ”المراد علی“ کی بیان کردہ موضوعات و آیات کی بنیاد پر نبی ﷺ کی قبر کی زیارت کے موقع پر لکھتے ہو کہ ادب کے ساتھ خطاب کے سبب میں سلام کرنا من جات کرنا نبی ﷺ کی رون کا لوٹا یا جانا، سلام کا خطاب بیان کیا (۱۴) اور بتایا کہ نبی ﷺ کی قبر کے پاس

(۱) کتاب التوحید ص ۱۰۰، ص ۱۰۱، ص ۱۰۲، ص ۱۰۳، ص ۱۰۴، ص ۱۰۵، ص ۱۰۶، ص ۱۰۷، ص ۱۰۸، ص ۱۰۹، ص ۱۱۰، ص ۱۱۱، ص ۱۱۲، ص ۱۱۳، ص ۱۱۴، ص ۱۱۵، ص ۱۱۶، ص ۱۱۷، ص ۱۱۸، ص ۱۱۹، ص ۱۲۰، ص ۱۲۱، ص ۱۲۲، ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۱۲۶، ص ۱۲۷، ص ۱۲۸، ص ۱۲۹، ص ۱۳۰، ص ۱۳۱، ص ۱۳۲، ص ۱۳۳، ص ۱۳۴، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶، ص ۱۳۷، ص ۱۳۸، ص ۱۳۹، ص ۱۴۰، ص ۱۴۱، ص ۱۴۲، ص ۱۴۳، ص ۱۴۴، ص ۱۴۵، ص ۱۴۶، ص ۱۴۷، ص ۱۴۸، ص ۱۴۹، ص ۱۵۰، ص ۱۵۱، ص ۱۵۲، ص ۱۵۳، ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶، ص ۱۵۷، ص ۱۵۸، ص ۱۵۹، ص ۱۶۰، ص ۱۶۱، ص ۱۶۲، ص ۱۶۳، ص ۱۶۴، ص ۱۶۵، ص ۱۶۶، ص ۱۶۷، ص ۱۶۸، ص ۱۶۹، ص ۱۷۰، ص ۱۷۱، ص ۱۷۲، ص ۱۷۳، ص ۱۷۴، ص ۱۷۵، ص ۱۷۶، ص ۱۷۷، ص ۱۷۸، ص ۱۷۹، ص ۱۸۰، ص ۱۸۱، ص ۱۸۲، ص ۱۸۳، ص ۱۸۴، ص ۱۸۵، ص ۱۸۶، ص ۱۸۷، ص ۱۸۸، ص ۱۸۹، ص ۱۹۰، ص ۱۹۱، ص ۱۹۲، ص ۱۹۳، ص ۱۹۴، ص ۱۹۵، ص ۱۹۶، ص ۱۹۷، ص ۱۹۸، ص ۱۹۹، ص ۲۰۰، ص ۲۰۱، ص ۲۰۲، ص ۲۰۳، ص ۲۰۴، ص ۲۰۵، ص ۲۰۶، ص ۲۰۷، ص ۲۰۸، ص ۲۰۹، ص ۲۱۰، ص ۲۱۱، ص ۲۱۲، ص ۲۱۳، ص ۲۱۴، ص ۲۱۵، ص ۲۱۶، ص ۲۱۷، ص ۲۱۸، ص ۲۱۹، ص ۲۲۰، ص ۲۲۱، ص ۲۲۲، ص ۲۲۳، ص ۲۲۴، ص ۲۲۵، ص ۲۲۶، ص ۲۲۷، ص ۲۲۸، ص ۲۲۹، ص ۲۳۰، ص ۲۳۱، ص ۲۳۲، ص ۲۳۳، ص ۲۳۴، ص ۲۳۵، ص ۲۳۶، ص ۲۳۷، ص ۲۳۸، ص ۲۳۹، ص ۲۴۰، ص ۲۴۱، ص ۲۴۲، ص ۲۴۳، ص ۲۴۴، ص ۲۴۵، ص ۲۴۶، ص ۲۴۷، ص ۲۴۸، ص ۲۴۹، ص ۲۵۰، ص ۲۵۱، ص ۲۵۲، ص ۲۵۳، ص ۲۵۴، ص ۲۵۵، ص ۲۵۶، ص ۲۵۷، ص ۲۵۸، ص ۲۵۹، ص ۲۶۰، ص ۲۶۱، ص ۲۶۲، ص ۲۶۳، ص ۲۶۴، ص ۲۶۵، ص ۲۶۶، ص ۲۶۷، ص ۲۶۸، ص ۲۶۹، ص ۲۷۰، ص ۲۷۱، ص ۲۷۲، ص ۲۷۳، ص ۲۷۴، ص ۲۷۵، ص ۲۷۶، ص ۲۷۷، ص ۲۷۸، ص ۲۷۹، ص ۲۸۰، ص ۲۸۱، ص ۲۸۲، ص ۲۸۳، ص ۲۸۴، ص ۲۸۵، ص ۲۸۶، ص ۲۸۷، ص ۲۸۸، ص ۲۸۹، ص ۲۹۰، ص ۲۹۱، ص ۲۹۲، ص ۲۹۳، ص ۲۹۴، ص ۲۹۵، ص ۲۹۶، ص ۲۹۷، ص ۲۹۸، ص ۲۹۹، ص ۳۰۰، ص ۳۰۱، ص ۳۰۲، ص ۳۰۳، ص ۳۰۴، ص ۳۰۵، ص ۳۰۶، ص ۳۰۷، ص ۳۰۸، ص ۳۰۹، ص ۳۱۰، ص ۳۱۱، ص ۳۱۲، ص ۳۱۳، ص ۳۱۴، ص ۳۱۵، ص ۳۱۶، ص ۳۱۷، ص ۳۱۸، ص ۳۱۹، ص ۳۲۰، ص ۳۲۱، ص ۳۲۲، ص ۳۲۳، ص ۳۲۴، ص ۳۲۵، ص ۳۲۶، ص ۳۲۷، ص ۳۲۸، ص ۳۲۹، ص ۳۳۰، ص ۳۳۱، ص ۳۳۲، ص ۳۳۳، ص ۳۳۴، ص ۳۳۵، ص ۳۳۶، ص ۳۳۷، ص ۳۳۸، ص ۳۳۹، ص ۳۴۰، ص ۳۴۱، ص ۳۴۲، ص ۳۴۳، ص ۳۴۴، ص ۳۴۵، ص ۳۴۶، ص ۳۴۷، ص ۳۴۸، ص ۳۴۹، ص ۳۵۰، ص ۳۵۱، ص ۳۵۲، ص ۳۵۳، ص ۳۵۴، ص ۳۵۵، ص ۳۵۶، ص ۳۵۷، ص ۳۵۸، ص ۳۵۹، ص ۳۶۰، ص ۳۶۱، ص ۳۶۲، ص ۳۶۳، ص ۳۶۴، ص ۳۶۵، ص ۳۶۶، ص ۳۶۷، ص ۳۶۸، ص ۳۶۹، ص ۳۷۰، ص ۳۷۱، ص ۳۷۲، ص ۳۷۳، ص ۳۷۴، ص ۳۷۵، ص ۳۷۶، ص ۳۷۷، ص ۳۷۸، ص ۳۷۹، ص ۳۸۰، ص ۳۸۱، ص ۳۸۲، ص ۳۸۳، ص ۳۸۴، ص ۳۸۵، ص ۳۸۶، ص ۳۸۷، ص ۳۸۸، ص ۳۸۹، ص ۳۹۰، ص ۳۹۱، ص ۳۹۲، ص ۳۹۳، ص ۳۹۴، ص ۳۹۵، ص ۳۹۶، ص ۳۹۷، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹، ص ۴۰۰، ص ۴۰۱، ص ۴۰۲، ص ۴۰۳، ص ۴۰۴، ص ۴۰۵، ص ۴۰۶، ص ۴۰۷، ص ۴۰۸، ص ۴۰۹، ص ۴۱۰، ص ۴۱۱، ص ۴۱۲، ص ۴۱۳، ص ۴۱۴، ص ۴۱۵، ص ۴۱۶، ص ۴۱۷، ص ۴۱۸، ص ۴۱۹، ص ۴۲۰، ص ۴۲۱، ص ۴۲۲، ص ۴۲۳، ص ۴۲۴، ص ۴۲۵، ص ۴۲۶، ص ۴۲۷، ص ۴۲۸، ص ۴۲۹، ص ۴۳۰، ص ۴۳۱، ص ۴۳۲، ص ۴۳۳، ص ۴۳۴، ص ۴۳۵، ص ۴۳۶، ص ۴۳۷، ص ۴۳۸، ص ۴۳۹، ص ۴۴۰، ص ۴۴۱، ص ۴۴۲، ص ۴۴۳، ص ۴۴۴، ص ۴۴۵، ص ۴۴۶، ص ۴۴۷، ص ۴۴۸، ص ۴۴۹، ص ۴۵۰، ص ۴۵۱، ص ۴۵۲، ص ۴۵۳، ص ۴۵۴، ص ۴۵۵، ص ۴۵۶، ص ۴۵۷، ص ۴۵۸، ص ۴۵۹، ص ۴۶۰، ص ۴۶۱، ص ۴۶۲، ص ۴۶۳، ص ۴۶۴، ص ۴۶۵، ص ۴۶۶، ص ۴۶۷، ص ۴۶۸، ص ۴۶۹، ص ۴۷۰، ص ۴۷۱، ص ۴۷۲، ص ۴۷۳، ص ۴۷۴، ص ۴۷۵، ص ۴۷۶، ص ۴۷۷، ص ۴۷۸، ص ۴۷۹، ص ۴۸۰، ص ۴۸۱، ص ۴۸۲، ص ۴۸۳، ص ۴۸۴، ص ۴۸۵، ص ۴۸۶، ص ۴۸۷، ص ۴۸۸، ص ۴۸۹، ص ۴۹۰، ص ۴۹۱، ص ۴۹۲، ص ۴۹۳، ص ۴۹۴، ص ۴۹۵، ص ۴۹۶، ص ۴۹۷، ص ۴۹۸، ص ۴۹۹، ص ۵۰۰، ص ۵۰۱، ص ۵۰۲، ص ۵۰۳، ص ۵۰۴، ص ۵۰۵، ص ۵۰۶، ص ۵۰۷، ص ۵۰۸، ص ۵۰۹، ص ۵۱۰، ص ۵۱۱، ص ۵۱۲، ص ۵۱۳، ص ۵۱۴، ص ۵۱۵، ص ۵۱۶، ص ۵۱۷، ص ۵۱۸، ص ۵۱۹، ص ۵۲۰، ص ۵۲۱، ص ۵۲۲، ص ۵۲۳، ص ۵۲۴، ص ۵۲۵، ص ۵۲۶، ص ۵۲۷، ص ۵۲۸، ص ۵۲۹، ص ۵۳۰، ص ۵۳۱، ص ۵۳۲، ص ۵۳۳، ص ۵۳۴، ص ۵۳۵، ص ۵۳۶، ص ۵۳۷، ص ۵۳۸، ص ۵۳۹، ص ۵۴۰، ص ۵۴۱، ص ۵۴۲، ص ۵۴۳، ص ۵۴۴، ص ۵۴۵، ص ۵۴۶، ص ۵۴۷، ص ۵۴۸، ص ۵۴۹، ص ۵۵۰، ص ۵۵۱، ص ۵۵۲، ص ۵۵۳، ص ۵۵۴، ص ۵۵۵، ص ۵۵۶، ص ۵۵۷، ص ۵۵۸، ص ۵۵۹، ص ۵۶۰، ص ۵۶۱، ص ۵۶۲، ص ۵۶۳، ص ۵۶۴، ص ۵۶۵، ص ۵۶۶، ص ۵۶۷، ص ۵۶۸، ص ۵۶۹، ص ۵۷۰، ص ۵۷۱، ص ۵۷۲، ص ۵۷۳، ص ۵۷۴، ص ۵۷۵، ص ۵۷۶، ص ۵۷۷، ص ۵۷۸، ص ۵۷۹، ص ۵۸۰، ص ۵۸۱، ص ۵۸۲، ص ۵۸۳، ص ۵۸۴، ص ۵۸۵، ص ۵۸۶، ص ۵۸۷، ص ۵۸۸، ص ۵۸۹، ص ۵۹۰، ص ۵۹۱، ص ۵۹۲، ص ۵۹۳، ص ۵۹۴، ص ۵۹۵، ص ۵۹۶، ص ۵۹۷، ص ۵۹۸، ص ۵۹۹، ص ۶۰۰، ص ۶۰۱، ص ۶۰۲، ص ۶۰۳، ص ۶۰۴، ص ۶۰۵، ص ۶۰۶، ص ۶۰۷، ص ۶۰۸، ص ۶۰۹، ص ۶۱۰، ص ۶۱۱، ص ۶۱۲، ص ۶۱۳، ص ۶۱۴، ص ۶۱۵، ص ۶۱۶، ص ۶۱۷، ص ۶۱۸، ص ۶۱۹، ص ۶۲۰، ص ۶۲۱، ص ۶۲۲، ص ۶۲۳، ص ۶۲۴، ص ۶۲۵، ص ۶۲۶، ص ۶۲۷، ص ۶۲۸، ص ۶۲۹، ص ۶۳۰، ص ۶۳۱، ص ۶۳۲، ص ۶۳۳، ص ۶۳۴، ص ۶۳۵، ص ۶۳۶، ص ۶۳۷، ص ۶۳۸، ص ۶۳۹، ص ۶۴۰، ص ۶۴۱، ص ۶۴۲، ص ۶۴۳، ص ۶۴۴، ص ۶۴۵، ص ۶۴۶، ص ۶۴۷، ص ۶۴۸، ص ۶۴۹، ص ۶۵۰، ص ۶۵۱، ص ۶۵۲، ص ۶۵۳، ص ۶۵۴، ص ۶۵۵، ص ۶۵۶، ص ۶۵۷، ص ۶۵۸، ص ۶۵۹، ص ۶۶۰، ص ۶۶۱، ص ۶۶۲، ص ۶۶۳، ص ۶۶۴، ص ۶۶۵، ص ۶۶۶، ص ۶۶۷، ص ۶۶۸، ص ۶۶۹، ص ۶۷۰، ص ۶۷۱، ص ۶۷۲، ص ۶۷۳، ص ۶۷۴، ص ۶۷۵، ص ۶۷۶، ص ۶۷۷، ص ۶۷۸، ص ۶۷۹، ص ۶۸۰، ص ۶۸۱، ص ۶۸۲، ص ۶۸۳، ص ۶۸۴، ص ۶۸۵، ص ۶۸۶، ص ۶۸۷، ص ۶۸۸، ص ۶۸۹، ص ۶۹۰، ص ۶۹۱، ص ۶۹۲، ص ۶۹۳، ص ۶۹۴، ص ۶۹۵، ص ۶۹۶، ص ۶۹۷، ص ۶۹۸، ص ۶۹۹، ص ۷۰۰، ص ۷۰۱، ص ۷۰۲، ص ۷۰۳، ص ۷۰۴، ص ۷۰۵، ص ۷۰۶، ص ۷۰۷، ص ۷۰۸، ص ۷۰۹، ص ۷۱۰، ص ۷۱۱، ص ۷۱۲، ص ۷۱۳، ص ۷۱۴، ص ۷۱۵، ص ۷۱۶، ص ۷۱۷، ص ۷۱۸، ص ۷۱۹، ص ۷۲۰، ص ۷۲۱، ص ۷۲۲، ص ۷۲۳، ص ۷۲۴، ص ۷۲۵، ص ۷۲۶، ص ۷۲۷، ص ۷۲۸، ص ۷۲۹، ص ۷۳۰، ص ۷۳۱، ص ۷۳۲، ص ۷۳۳، ص ۷۳۴، ص ۷۳۵، ص ۷۳۶، ص ۷۳۷، ص ۷۳۸، ص ۷۳۹، ص ۷۴۰، ص ۷۴۱، ص ۷۴۲، ص ۷۴۳، ص ۷۴۴، ص ۷۴۵، ص ۷۴۶، ص ۷۴۷، ص ۷۴۸، ص ۷۴۹، ص ۷۵۰، ص ۷۵۱، ص ۷۵۲، ص ۷۵۳، ص ۷۵۴، ص ۷۵۵، ص ۷۵۶، ص ۷۵۷، ص ۷۵۸، ص ۷۵۹، ص ۷۶۰، ص ۷۶۱، ص ۷۶۲، ص ۷۶۳، ص ۷۶۴، ص ۷۶۵، ص ۷۶۶، ص ۷۶۷، ص ۷۶۸، ص ۷۶۹، ص ۷۷۰، ص ۷۷۱، ص ۷۷۲، ص ۷۷۳، ص ۷۷۴، ص ۷۷۵، ص ۷۷۶، ص ۷۷۷، ص ۷۷۸، ص ۷۷۹، ص ۷۸۰، ص ۷۸۱، ص ۷۸۲، ص ۷۸۳، ص ۷۸۴، ص ۷۸۵، ص ۷۸۶، ص ۷۸۷، ص ۷۸۸، ص ۷۸۹، ص ۷۹۰، ص ۷۹۱، ص ۷۹۲، ص ۷۹۳، ص ۷۹۴، ص ۷۹۵، ص ۷۹۶، ص ۷۹۷، ص ۷۹۸، ص ۷۹۹، ص ۸۰۰، ص ۸۰۱، ص ۸۰۲، ص ۸۰۳، ص ۸۰۴، ص ۸۰۵، ص ۸۰۶، ص ۸۰۷، ص ۸۰۸، ص ۸۰۹، ص ۸۱۰، ص ۸۱۱، ص ۸۱۲، ص ۸۱۳، ص ۸۱۴، ص ۸۱۵، ص ۸۱۶، ص ۸۱۷، ص ۸۱۸، ص ۸۱۹، ص ۸۲۰، ص ۸۲۱، ص ۸۲۲، ص ۸۲۳، ص ۸۲۴، ص ۸۲۵، ص ۸۲۶، ص ۸۲۷، ص ۸۲۸، ص ۸۲۹، ص ۸۳۰، ص ۸۳۱، ص ۸۳۲، ص ۸۳۳، ص ۸۳۴، ص ۸۳۵، ص ۸۳۶، ص ۸۳۷، ص ۸۳۸، ص ۸۳۹، ص ۸۴۰، ص ۸۴۱، ص ۸۴۲، ص ۸۴۳، ص ۸۴۴، ص ۸۴۵، ص ۸۴۶، ص ۸۴۷، ص ۸۴۸، ص ۸۴۹، ص ۸۵۰، ص ۸۵۱، ص ۸۵۲، ص ۸۵۳، ص ۸۵۴، ص ۸۵۵، ص ۸۵۶، ص ۸۵۷، ص ۸۵۸، ص ۸۵۹، ص ۸۶۰، ص ۸۶۱، ص ۸۶۲، ص ۸۶۳، ص ۸۶۴، ص ۸۶۵، ص ۸۶۶، ص ۸۶۷، ص ۸۶۸، ص ۸۶۹، ص ۸۷۰، ص ۸۷۱، ص ۸۷۲، ص ۸۷۳، ص ۸۷۴، ص ۸۷۵، ص ۸۷۶، ص ۸۷۷، ص ۸۷۸، ص ۸۷۹، ص ۸۸۰، ص ۸۸۱، ص ۸۸۲، ص ۸۸۳، ص ۸۸۴، ص ۸۸۵، ص ۸۸۶، ص ۸۸۷، ص ۸۸۸، ص ۸۸۹، ص ۸۹۰، ص ۸۹۱، ص ۸۹۲، ص ۸۹۳، ص ۸۹۴، ص ۸۹۵، ص ۸۹۶، ص ۸۹۷، ص ۸۹۸، ص ۸۹۹، ص ۹۰۰، ص ۹۰۱، ص ۹۰۲، ص ۹۰۳، ص ۹۰۴، ص ۹۰۵، ص ۹۰۶، ص ۹۰۷، ص ۹۰۸، ص ۹۰۹، ص ۹۱۰، ص ۹۱۱، ص ۹۱۲، ص ۹۱۳، ص ۹۱۴، ص ۹۱۵، ص ۹۱۶، ص ۹۱۷، ص ۹۱۸، ص ۹۱۹، ص ۹۲۰، ص ۹۲۱، ص ۹۲۲، ص ۹۲۳، ص ۹۲۴، ص ۹۲۵، ص ۹۲۶، ص ۹۲۷، ص ۹۲۸، ص ۹۲۹، ص ۹۳۰، ص ۹۳۱، ص ۹۳۲، ص ۹۳۳، ص ۹۳۴، ص ۹۳۵، ص ۹۳۶، ص ۹۳۷، ص ۹۳۸، ص ۹۳۹، ص ۹۴۰، ص ۹۴۱، ص ۹۴۲، ص ۹۴۳، ص ۹۴۴، ص ۹۴۵، ص ۹۴۶، ص ۹۴۷، ص ۹۴۸، ص ۹۴۹، ص ۹۵۰، ص ۹۵۱، ص ۹۵۲، ص ۹۵۳، ص ۹۵۴، ص ۹۵۵، ص ۹۵۶، ص ۹۵۷، ص ۹۵۸، ص ۹۵۹، ص ۹۶۰، ص ۹۶۱، ص ۹۶۲، ص ۹۶۳، ص ۹۶۴، ص ۹۶۵، ص ۹۶۶، ص ۹۶۷، ص ۹۶۸، ص ۹۶۹، ص ۹۷۰، ص ۹۷۱، ص ۹۷۲، ص ۹۷۳، ص ۹۷۴، ص ۹۷۵، ص ۹۷۶، ص ۹۷۷، ص ۹۷۸، ص ۹۷۹، ص ۹۸۰، ص ۹۸۱، ص ۹۸۲، ص ۹۸۳، ص ۹۸۴، ص ۹۸۵، ص ۹۸۶، ص ۹۸۷، ص ۹۸۸، ص ۹۸۹، ص ۹۹۰، ص ۹۹۱، ص ۹۹۲، ص ۹۹۳، ص ۹۹۴، ص ۹۹۵، ص ۹۹۶، ص ۹۹۷، ص ۹۹۸، ص ۹۹۹، ص ۱۰۰۰، ص ۱۰۰۱، ص ۱۰۰۲، ص ۱۰۰۳، ص ۱۰۰۴، ص ۱۰۰۵، ص ۱۰۰۶، ص ۱۰۰۷، ص ۱۰۰۸، ص ۱۰۰۹، ص ۱۰۱۰، ص ۱۰۱۱، ص ۱۰۱۲، ص ۱۰۱۳، ص ۱۰۱۴، ص ۱۰۱۵، ص ۱۰۱۶، ص ۱۰۱۷، ص ۱۰۱۸، ص ۱۰۱۹، ص ۱۰۲۰، ص ۱۰۲۱، ص ۱۰۲۲، ص ۱۰۲۳، ص ۱۰۲۴، ص ۱۰۲۵، ص ۱۰۲۶، ص ۱۰۲۷، ص ۱۰۲۸، ص ۱۰۲۹، ص ۱۰۳۰، ص ۱۰۳۱، ص ۱۰۳۲، ص ۱۰۳۳، ص ۱۰۳۴، ص ۱۰۳۵، ص ۱۰۳۶، ص ۱۰۳۷، ص ۱۰۳۸، ص ۱۰۳۹، ص ۱۰۴۰، ص ۱۰۴۱، ص ۱۰۴۲، ص ۱۰۴۳، ص ۱۰۴۴، ص ۱۰۴۵، ص ۱۰۴۶، ص ۱۰۴۷، ص ۱۰۴۸، ص ۱۰۴۹، ص ۱۰۵۰، ص ۱۰۵۱، ص ۱۰۵۲، ص ۱۰۵۳، ص ۱۰۵۴، ص ۱۰۵۵، ص ۱۰۵۶، ص ۱۰۵۷، ص ۱۰۵۸، ص ۱۰۵۹، ص ۱۰۶۰، ص ۱۰۶۱، ص ۱۰۶۲، ص ۱۰۶۳، ص ۱۰۶۴، ص ۱۰۶۵، ص ۱۰۶۶، ص ۱۰۶۷، ص ۱۰۶۸، ص ۱۰۶۹، ص ۱۰۷۰، ص ۱۰۷۱، ص ۱۰۷۲، ص ۱۰۷۳، ص ۱۰۷۴، ص ۱۰۷۵، ص ۱۰۷۶، ص ۱۰۷۷، ص ۱۰۷۸، ص ۱۰۷۹، ص ۱۰۸۰، ص ۱۰۸۱، ص ۱۰۸۲، ص ۱۰۸۳، ص ۱۰۸۴، ص ۱۰۸۵، ص ۱۰۸۶، ص ۱۰۸۷، ص ۱۰۸۸، ص ۱۰۸۹، ص ۱۰۹۰، ص ۱۰۹۱، ص ۱۰۹۲، ص ۱۰۹۳، ص ۱۰۹۴، ص ۱۰۹۵، ص ۱۰۹۶، ص ۱۰۹۷، ص ۱۰۹۸، ص ۱۰۹۹، ص ۱۱۰۰، ص ۱۱۰۱، ص ۱۱۰۲، ص ۱۱۰۳، ص ۱۱۰۴، ص ۱۱۰۵، ص ۱۱۰۶، ص ۱۱۰۷، ص ۱۱۰۸، ص ۱۱۰۹، ص ۱۱۱۰، ص ۱۱۱۱، ص ۱۱۱۲، ص ۱۱۱۳، ص ۱۱۱۴، ص ۱۱۱۵، ص ۱۱۱۶، ص ۱۱۱۷، ص ۱۱۱۸، ص ۱۱۱۹، ص ۱۱۲۰، ص ۱۱۲۱، ص ۱۱۲۲، ص ۱۱۲۳، ص ۱۱۲۴، ص ۱۱۲۵، ص ۱۱۲۶، ص ۱۱۲۷، ص ۱۱۲۸، ص ۱۱۲۹، ص ۱۱۳۰، ص ۱۱۳۱، ص ۱۱۳۲، ص ۱۱۳۳، ص ۱۱۳۴، ص ۱۱۳۵، ص ۱۱۳۶، ص ۱۱۳۷، ص ۱۱۳۸، ص ۱۱۳۹، ص ۱۱۴۰، ص ۱۱۴۱، ص ۱۱۴۲، ص ۱۱۴۳، ص ۱۱۴۴، ص ۱۱۴۵، ص ۱۱۴۶، ص ۱۱۴۷، ص ۱۱۴۸، ص ۱۱۴۹، ص ۱۱۵۰، ص ۱۱۵۱، ص ۱۱۵۲، ص ۱۱۵۳، ص ۱۱۵۴، ص ۱۱۵۵، ص ۱۱۵۶، ص ۱۱۵۷، ص ۱۱۵۸، ص ۱۱۵۹، ص ۱۱۶۰، ص ۱۱۶۱، ص ۱۱۶۲، ص ۱۱۶۳، ص ۱۱۶۴، ص ۱۱۶۵، ص ۱۱۶۶، ص ۱۱۶۷، ص ۱۱۶۸، ص ۱۱۶۹، ص ۱۱۷۰، ص ۱۱۷۱، ص ۱۱۷۲، ص ۱۱۷۳، ص ۱۱۷۴، ص ۱۱۷۵، ص ۱۱۷۶، ص ۱۱۷۷، ص ۱۱۷۸، ص ۱۱۷۹، ص ۱۱۸۰، ص ۱۱۸۱، ص ۱۱۸۲، ص ۱۱۸۳، ص ۱۱۸۴، ص ۱۱۸۵، ص ۱۱۸۶، ص ۱۱۸۷، ص ۱۱۸۸، ص ۱۱۸۹، ص ۱۱۹۰، ص ۱۱۹۱، ص ۱۱۹۲، ص ۱۱۹۳، ص ۱۱۹۴، ص ۱۱۹۵، ص ۱۱۹۶، ص ۱۱۹۷، ص ۱

زور سے بات نہ کی جائے کیونکہ اللہ نے سورۃ الحجرات میں نبی ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱) اور یہ بھی فرمایا کہ "اس میں شک نہیں رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔" (۲) اور مزید یہ کہ:

"نبی اکبری قبر میں آرام فرما رہے ہیں اور آپ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کے پاس مسکن و کرامت کے اعلیٰ مقام طہن میں ہے۔" (۳)

جب اتنی بڑی حکومت کا سرکاری دفتری نبی ﷺ کا اپنی دنیاوی قبر میں زندہ ہونے کا فتویٰ دے تو پھر جب بدعتی بریلوی لوگ قرآن کی آیت

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ
وَأَسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا ذَرْبُكُمْ
وَأَسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا ذَرْبُكُمْ
اور جب انہوں نے اپنی باتوں پر غم نہ کیا تو اگر وہ آپ کے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت چاہتا تو وہ سزاوار اللہ کو تو یہ لوگ کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔"

سے غلط استدلال کرتے ہوئے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے قبر نبوی پر آدھ زاری کرتے ہیں تو ان کا شرط پھر کیوں انہیں منع کرتا ہے؟ ایک غلط فعل کی بنیاد تو خود فراہم کرتے ہیں پھر جب لوگ اس کی بنیاد پر وہ فعل کرنے لگتے ہیں تو اسے غلط سمجھ کر اس سے روکتے ہیں!

ضلعی مسلک کی ایک اور معتدہ شخصیت عبد القادر جیلانی صاحب بھی ہیں جن کی کتاب فیض الطالبین وغیرہ کے یہ اہل بدعت لوگ اپنے فاتحہ خلف الامام، روضہ الہدین وغیرہ جیسے مخصوص و امتیازی مسائل کے لئے حوالے دیا کرتے ہیں۔ (۵) قرآن و حدیث کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ ڈراہتا ہیں کہ ان کے مہر و "حضرت پیر ان بی شمس عبد القادر جیلانی" (۶) کی درج ذیل باتیں قرآن و حدیث کے ان احکامات کے مطابق ہیں:

۱۔ "جو ان عورت کو عمر و کا سلام کرنا ضرور ہے۔ ہاں اگر وہ بے پردہ نہ ہوگی اور اگر چھپ کر ہوگی تو کوئی حرج نہیں۔" (۷)

۲۔ "کلمہ پڑھنی عورت کی پچھلک کا جواب دینا ضرور ہے۔" (۸)

۳۔ "نقاب پائش جو ان عورت کی پچھلک کا جواب دینا ضرور ہے۔" (۹)

۴۔ "روضہ مبارک کی زیارت کے آداب" (۱۰)

۵۔ "الرحمة یا رسول اللہ انوحدہ الیک منیک علیہ سلامک" (۱۱)

۶۔ "اگر میں اس اللہ میں حج سے نبی میں حج اسلام ہو اور نبی رحمت ہیں اسے طویل حیرتی طرف متوجہ نہ ہوں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں۔" (۱۲)

۷۔ "بھارہ کچھ دلائل میں آسانی و قیہ کے تعویذ۔" (۱۳)

۸۔ "نبی ﷺ نے اپنے رب کا کیا مہر دیا ہے اور کیا۔" (۱۴)

۹۔ "توہرا یہ بھی ایمان ہے کہ مردے کے پاس جب کوئی زیارت کو جاتے تو وہ ان کو یہ بات کہتے ہیں۔ بعد کے ان جملوں اخیر کے بعد سورج نکلنے سے پہلے یہ شہادت زیادہ قوی ہوتی ہے۔" (۱۵)

۱۰۔ "روح کو وہ بارہ قسم میں لکھا گیا ہے۔" (۱۶)

۱۱۔ "کیا وہ مردہ قبل حیات و بعد از موت کو صاحب قبر کو بطور بدعت جیسے اور اللہ سے عرض کرے۔" (۱۷)

۱۲۔ "وہ لوگ اس قبر والے کے لئے بدعت ہیں۔" (۱۸)

۱۳۔ "ایک فاضل و بزرگوار نے ہزاروں بار اس کی بدعتی کراہی دینی اہل اہل کے سات نبیوں کی ہاں میں۔" (۱۹)

۱۴۔ "پندرہویں شعبان ہی ہے یہ فضیلت۔" (۲۰)

۱۵۔ "پندرہویں شعبان کی عبادت سورعتوں میں ایک ہزار بار سورۃ الاعراف یعنی ہر رکعت میں ۱۰۰۰ بار سورۃ اللہ احد کی قرات کی جائے۔ اس کو زکا نام مصلوۃ فقیر ہے۔ اس کی رکنیں چھتھ ہیں۔" (۲۱)

۱۶۔ "جب حضرت نواز اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پوچھی پہلی سے ۷۰۰ سال پہلے کیا اور حضرت آدم نے یہ کہہ کر اس کو پیاں کھینچی ہوئی دیکھا تو پوچھا تو کس کے لئے ہے۔" (۲۲)

۱۷۔ "حضرت آدم نے ان کو پوچھا چاہا۔" (۲۳)

۱۸۔ "اللہ نے فرمایا کہ تم آج اس کو پناہ دینا۔" (۲۴)

۱۹۔ "آخر ابراہیم علیہ السلام پر اس کا بار دو چار ہوا۔" (۲۵)

۲۰۔ "آخر نبی اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۲۶)

۲۱۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۲۷)

۲۲۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۲۸)

۲۳۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۲۹)

۲۴۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۳۰)

۲۵۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۳۱)

۲۶۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۳۲)

۲۷۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۳۳)

۲۸۔ "اب سے پہلے کے وہاب تصوف پر مشتمل ہیں جن میں اصولوں کی تمام اصطلاحات درج کی گئی ہیں۔" (۳۴)

حفاظتی کی حیثیت سے آئے ہوتے تو میں نے دور دورہ دھولیں بکارتوں پر اس کے برقی جواب کے انواروں کو چاؤ کرنا تو قابل یہ ہے کہ باؤ اور وہ جانب جو عرض کو اوجھل کر کے جوئے کے تیرہ کی جانب بڑھتے تھے انکی حیثیت کی بنا پر نہ رہی خوف نہ کھوار ہو وہی نے جان لیا کہ اس کے بعد میں کون آؤں۔ میں پیچھے رہاں ایک سال ختم اہلہ کچر میں نے حفاظت کا ارادہ کیا اور حضرت ابوحنیفہ کی جانب چل نکلا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو مجھ سے فرمایا خوش آمدید۔ آداب تم میرے پاس حفاظتی کی حیثیت سے آئے ہو۔ اسی کے بعد میں ان کے پاس ایک ملائکہ بھیجا۔ ان سے عرض میں کوئی ایسی بات عرض نہیں کیجیے آئی میں کی چیزوں کے سترے موالی سے قبل خدمت سے ملنے والی ہو۔ آخر میں نے ان سے کہا ابوحنیفہ اس کا جواب دیتا ہوں اور آپ سے ملنے کا وہ بھی دیتا ہے۔ اے مالک جان لفظوں سے ملا وہ جگہ ملی ملا وہ نہیں لہذا جواب میں نے اسی قول کو فارغ کر دیا اور آپ آج (۱۱)

یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف تعلق ہی وہاں پایا جیسا کہ ہم نے پہلی کتاب میں دیکھا تھا۔ لیکن ستم ظریف یہ دیکھئے کہ یہ اہل بدعت جو اپنے مسلک کو "مراۃ العابدین واصلہ علیہ" اور "عین منہج صحابہ" قرار دیتے ہیں، ان لوگوں کی آفریقہ وقوصیف میں زمین وآسمان کے مقابلے ملاتے رہتے ہیں، صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے مشہور مسائل آمین بالخیر، رفع یدین وغیرہ کے قائل تھے اور جو ان کے پسندیدہ مخصوص مسائل پر عمل نہ کرتا ہو تو یہ اس سے سخت بغض رکھتے ہیں خواہ وہ عظیم الشان صحابی بھی کیوں نہ ہوں۔ جیسے عبداللہ بن مسعودؓ سے انہیں خاص عناء ہے کیونکہ وہ روایت سے پہلے اور بعد رفع یدین نہ کرتے تھے۔ ان لوگوں کی جرأت دیکھئے کہ یہ انتہائی بے باکی سے اس عظیم المرتبت صحابی کی شان میں دریدہ دہنی کرتے ہوئے اسے قرآن سے بے بہرہ اور غافل بتاتے ہیں جس کے علوم قرآن میں بیڑھے ہوئے ہونے کی خود معلوم قرآن مجید ﷺ نے گواہی دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سکھانا جو تو چاہ

صحابیوں سے سکھو۔ اور ان میں سب سے پہلے انہی عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا۔ (۱)

تعجب ہوتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے کے لئے یا تکدوم کر تے ہوئے انہوں نے مناقب صحابہ کی دو حدیثیں کیوں نہ پڑھیں جن میں نبی ﷺ نے صحابہ سے بغض کو نبی سے بغض بتایا اور سخت وعیدیں ارشاد فرمائیں۔ مشکوٰۃ میں مناقب صحابہ کے باب

تصوف اور اہل تصوف کی خدمت میں الہامی مثال کا یہ مقرر اور مقررہ عالم و مہتممی
 و مثال نمونہ کتابت الہیہ کے نام سے دہلی میں مستطیل تصنیفات میں ۱۲۰۰ھ
 صفحہ کے نام سے اپنے حلیہ نے "ہولیس ولس" کے نام سے علیہ الرحمن امین جووی
 نے اور زمانہ حال میں علیہ الرحمن کیلانی نے "مشریعت و مرقیۃ" اور "مینی گوندہ لوی سے
 "ہولیس تصوف" نامی کتاب میں ہادی شہدہ کے ساتھ اس "شہر شہادت" پر شہادت کی
 جس کا خلاصہ منہ قرآن و حدیث کے الفاظ میں یہ ہے کہ

تصوف کی بنیاد محمدی تعلیمات و روایات پر مبنی ہے۔ ان لوگوں نے وہی کھول کر
تخلیقات کی طرف بھولی روایات منسوب کیں۔ جو شیخ کرام نے ان کے اس
بھوت کی ہیں۔ ان سے تو امری کا انحصار کیا ہے۔ ان کی تشہیر کتب و مسمیات و روایات
سے جبری ہوئی ہیں۔ آپ امداد دیکھ کر ہر ایک خدا و رسول پر بھوت ہاتھ پٹے
سے کر رہے ہیں کہ وہ لوگوں سے جسے جتنی وعدہ کرائے گا کچھ نہیں آسکتے ہیں۔ جس
کی بنیاد جھوٹ پر ہو ان سے تیر و تفتی پر اصرار کیسے کئی جا سکتی ہے۔ انبیاء یہ ہے کہ
تصوف و سن اسلام کے مطابق ہاں الیہ الیک امین سے جس کے عقائد اسلام کے
عقائد کے مختلف ہیں۔ (۱۰)

لیکن "اسلام کے اس مخالفین" کے اندر ان عربی، پارسی و برہمنی، عیسائی
 بعد ازیں، عہد القیامہ، عہد النبی، خاندانِ علی، اموی، عباسی، صفوی، افغانی، انگریزوں کے مذہب
 پھر بھی اللہ کی رحمت کے تحت مضبوط ہیں، جن کیلئے رہی کتابیں، جن میں لوگ نہ سمجھتے
 اللہ علیہ "و غیرہ کا احاطہ نہیں کرتے ہیں، جبکہ قرآن لیا جس اللہ کے واضح کر دیا ہے کہ
 اسلام کے سوا کسی اور دین کی چارہ کھنے والا مرد اور آخرت میں عذاب و عاقبت ہے۔ (۱۰)

[illegible]

ذرا تصوف کے ایک مخالف اہلحدیث کی یہ عبارت بھی دیکھئے جس میں یہی دورِ خا اور متشدد الاعتزاز اختیار کیا گیا ہے۔

”خیال رہے تصوف ایک بھلکے بنیادی ہے جس نے امت مسلمہ میں افتراق کی غلیج کو وسیع کیا۔ اس کی ترویج و اشاعت سے بدعات کو فروغ حاصل ہوا۔ تاریخِ شانہ سے کہ صوفی کی جانب سے ہر دور میں توحید و وحدت کے روٹن مہر کے کھٹکے کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔ اہلحدیث کے ارادوں کو گھولا گیا۔ چنانچہ تصوف کے مقلدوں میں اہل شیعہ کو بھی شہرت حاصل ہے۔

یہ بیچارہ زعمیں کن کرتے ہیں مقلد کو یہ کہہ سنا کہ بے غیرت اور سادہ دماغی باجمہ تصوف کو نہ صرف اہلحدیث میں چھٹی کیا گیا۔ اس طرح سادہ دلوں کو عام قریب میں ہوتا دکھایا گیا۔ اس کی قیادتوں کا نظریہ اور اصول دیکھئے کہ اس کا نام توحید و وحدت اور فکرِ طریقت رکھا گیا۔ حالانکہ اہلحدیث کو ذوقِ وحدت اور جوہر جسے شریعت کا نظریات کے پیچھے کا حبِ تصوف ہی ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت جلیلہ بعد ازیں اور ان کے ہم مشرب بارگاہِ دین صاحبِ قسم کے تصوف پر فائز تھے جسے اسلامی شریعت میں نام کے بغیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انہوں نے بھی احادیث و شریعتیں میں۔ وہ کتاب و سنت کی رہنمائی میں آگے بڑھتے رہے۔ وہ بڑے صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔“ (۱۱)

لیکن آگے چل کر جب تصوف کو کتاب و سنت سے الگ تھلک اور صوفیہ کو قرآن و حدیث سے لاپرواہ اور بیخ ارادت کرتے پڑتے ہیں تو انہی جلیلہ بعد ازیں صاحبِ جوہر کے مطابق ”کتاب و سنت کی رہنمائی میں آگے بڑھتے رہے۔ بڑا بڑا صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔“ کے یہ اقوال بھی نقل کرتے ہیں کہ

”علم تصوف کا مادہ نہیں وقال نہیں یعنی کس وقال شریعت میں ہے۔ سہندی کے لئے مستحب ہے کہ اس کا دل میں چیزوں کی آواز نہ آئے اور نہ وہ حالت و فکر کوں سوچائے گی۔ نہ خود کو کسی کام میں مشغولیت اختیار کرے۔ نہ وہ علم حدیث کی طلب کرے۔ نہ وہ دعا کرے نہ صوفی کے دل کو اس سے بہت زیادہ سکون حاصل ہوگا کہ وہ چاروں صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔“ (۱۲)

قاسم خواجہ اہلحدیث نے تقریر پرستی کے خلاف ”تقریر پرستی اور سادہ صوفی“ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور اس کی ابتدا اہلحدیث صوفیوں کے لئے ان تعریفی الفاظ سے کی۔

”حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت عین الدین اجمیری، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اور حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہم رحمہم۔“

یعنی گو کہ کوئی صاحب نے ”دینِ تصوف“ نامی کتاب میں مذکور بالا شخصیتوں کی کتب سے خلاف قرآن و حدیث عبارتیں نقل کر کے تصوف پر خوب پھوٹ کی ہے اب جبکہ ان کے خلاف اجمہد نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے

”سوال: حضرت سید عبدالقادر جیلانی، حضرت فرید الدین عطار، بابا فرید، سلطان بن عبدالمجید و غیرہ جو مشہور اولیاء و کرام ہیں، انہوں نے اپنی کسی تصنیف کی کوئی کتاب میں کوئی مضمون شریعت کے باہر لکھا ہے؟

جواب: یہ لوگ بڑے پابندِ شریعت اور متبعِ سنت تھے۔ یہ کیوں شریعت سے باہر نکلے۔“ (۱۳)

اہلحدیثوں کے ایک دوسرے عالم نے دینی ہندی اور بریلوی کتب و مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات اور ابن عربی کی فتوحات مکیہ و قصص الحکم کی عبارتوں میں موجود کسی نئے نہیں آئے کے امکانات سے متعلق حوالے نقل کرتے ہوئے خلیفوں اور قائدانوں کو ایک ہی عبارت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۱۴) لیکن ”مسئلہ اہلحدیث پر ایک نظر“ کا مصنف ان مجدد صاحب کو اہلحدیث قرار دیتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اسی طرح شیخ علی بن ابی اسحاق علی متقی جو تیسری اسلام آباد ہاں پوری مولانا صاحب کتب اعمال اسلام آباد کے رہنے والے ہیں محمد عابد شہید گجراتی صاحب مکتبہ اہلحدیث مولانا صاحب کتب اعمال اسلام آباد کے رہنے والے ہیں مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث (مجدد الف ثانی) اور ان کے شیخ شیخ عبدالرحمن بن محمد فضل کھانہ صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۵)

اور ان کے مکتبہ اہلحدیث مولانا صاحب غیر اللہ کی تذویات کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہوئے ان مجدد صاحب نے اقوال بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ (۱۶)

دنیا کے تصوف کی سرکردہ شخصیت شیخ الدین ابن عربی کی ہے جسے اہل تصوف شیخ اکبر کہتے ہیں۔ یہ صوفی اس سے ولی امیت دیکھتا ہے۔ اس نے اپنی کتابوں قصص الحکم اور فتوحات مکیہ میں صریح کفر و شرک پر مبنی عبارتیں لکھی ہیں، مثلاً: میں خاتم الاولیاء ہوں، اولیاء کا تمام انبیاء سے بلند ہے، میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔ (۱۷) یہی وہ شخصیت ہے جس نے تصوف کا نظریہ وحدۃ الوجود اس امت میں رائج کیا جو کہ توحید کی ضد ہے۔ اہلحدیث عالم بھی گو کہ کوئی لکھتے ہیں

”اسلام سے پہلے یہ نظریہ عام مذہب میں پایا جاتا تھا مگر اسلام میں اس کی تباہی کر کے والا ابن عربی ۱۱۰۰ھ کی ہو گئی صدی تیسری کا آدمی ہے۔ اس نے اہلحدیث اور کفر و فسق کو مستحکم کیا۔ بعد ازاں اس نے اہلحدیث کو اپنی کتب میں دوا اپنے خلیفے میں شیخ ابوبکر صاب سے منسوب کیا اور اس کی اتنی قیمت دہی کر کہ بعض سوید بھی اس کے نام سے مستحق ہوئے بغیر نہ ہو سکے۔ یہ حقیقت یہ بہت بے ارادہ حق و باطل کفر کے آخری درجے کا حامل تھا جس کی وجہ سے اسلام میں ایک ایسے نظریے کی اشاعت ہوئی جس سے خالق و مخلوق کے درمیان فرق ختم کرنے کی سعی ہوئی۔ (۱۸)

لیکن کفر والی دوزخ کے اس فتوے کے علی الرغم مولانا احمد سرہندی فتویٰ دیتے ہیں:

”مسئلہ شیخ ابن عربی بہت بڑا ہے۔ مولانا کو اب صاحب جہاد مروجہ شیعہ ”میں صاحب جہاد“ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے پانچ سال تک شیخ کی خدمت کی۔ آخر میری رائے سے معلوم ہوئی تو میں نے رجوع کیا۔ تو اب صاحب مروجہ شیعہ مولانا کو کلام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مولانا کو مذہب عین المعروف حضرت میاں صاحب مولوی شیخ محمدوں کو ”شیخ اکبر“ لکھتے ہیں۔

حضرت مجدد سرہندی بھی شیخ مصوف و مفسر بان الہی سے لکھتے ہیں۔ بدنی و ہر آپ کی مخالفت کی مسئلہ وحدت الوجود ہے۔ جو دراصل الہ کی تعبیر پر مبنی ہے۔ جسکی اس کی تعبیر کی جائے ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔ خاندان کے نزدیک اس کی صحیح تعبیر بھی ہوتی ہے جس کا درجہ بھی اہلحدیث میں پایا گیا ہے۔ دوسری جہ نکلی کی زبان

(۱) مولانا ابوبکر محمد بن عبدالمجید صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۲) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۳) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۴) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۵) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۶) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۷) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۸) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۹) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۰) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۱) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۲) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۳) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۴) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۵) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۶) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۷) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔ (۱۸) مولانا صاحب مکتبہ اہلحدیث اسلام آباد کے رہنے والے ہیں۔

فرعون ہے۔ مگر شیخ کا قول یہ ہے کہ "تو حیات" اس نیکو کا از الکر ہے۔ شیخ موصوف نے تو حیات میں فرعون کو مدعی الوہیت لکھ کر الہی مانتی لکھا ہے اور کسی مقام پر اس کے خلاف لکھا ہے تو وہ متروک ہے یا مائل۔ اس لئے خاصہ کی باتیں اسے میں بھی شیخ موصوف قابل عزت لوگوں میں ہے۔ رحمہ اللہ (۱۱)

ایک دوسرے اہلحدیث عالم نے ان صریح کفریات سے صرف نظر کرنے کے لئے بالکل اشیاعیوں کے اتحاد میں حیلہ سازی کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"بزرگوں کے بارے میں جو غیر بزرگانہ حوالے پائے جاتے ہیں، ان کے مصنفین انکار دہیزہ تو کسا و جسد خدا ہوتا ہے نہ اس اور شکلا ہوتا ہے۔ یعنی نہ تو ان پر ایمان لا کر عمل کریں اور نہ انہیں شیخ تسلیم کرنے بزرگوں کے دشمن بن جائیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ یہ الہی کسی دشمن کے از الہی ہوئی۔ مگر موصوف تعالیٰ یہ ہے کہ بزرگوں کے نزدیک یہ ظلمانی حوالے بھی سنگ ہیں اور بزرگ بھی سنگ میں جگہ بہت اونچی ہے۔ مثالوں کے نزدیک حوالے سنگ ہیں بزرگ لکھ ہیں۔ ہمارے نزدیک حوالے خط ہیں بزرگ سنگ ہیں یا یوں سمجھتے تو یوں نے بزرگوں کو خدا مانا، مصلحتوں سے بزرگوں کو بزرگ بھی نہ مانا بلکہ مشرک مانا اور ہم نے بزرگوں کو صرف بزرگ مانا جیسا کہ وہ حق واقع ہیں۔" (۱۲)

ایک طرف تو حنفیوں اور قادیانیوں کو ایک ثابت کیا جاتا ہے اور اس پر ایسا زور صرف کیا جاتا ہے کہ ایک ضخیم کتاب ہی تصنیف کر دی جاتی ہے (۱۳) بعض تو اس مماثلت میں شیعوں کو بھی شامل کر کے تینوں کو فتنی بھائی بنا دیتے ہیں (۱۴) لیکن دوسری طرف انہیں اور خود کو ایک ہی تحریک کا ترجمان بنا کر ایک ہی ثابت کیا جاتا ہے (۱۵) اہلحدیث پر و فہم طالب الرحمن صاحب نے "دیوبندیت" نامی کتاب میں دیوبندیوں کے عقائد پر تفصیلی بحث کر کے انہیں کفر یہ شرکیہ ثابت کیا ہے۔ اپنی دوسری کتاب "بریلوی" دیوبندی اصل میں دونوں ایک ہیں" میں ان کی قدر و شترک بیان کرتے ہوئے کتاب کے مقدمے میں فتویٰ صادر کرتے ہیں "لہذا اگر ان کا مذاہب ہو ہے۔ دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور شے کا طہر کا صحیح نہیں تو دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے رشتے والیاں کا تہنہ ان کا انصاف ہے۔ ذرا سوچ کر قدم اٹھائیے۔ آپ کا اٹھنا ہوا قدم جنت کے بجائے جہنم کی طرف بھی اٹھ سکتا ہے۔" (۱۶)

فاضل مصنف نے اپنی ایک اور کتاب "تبلیغی جماعت کا اسلام" میں تفصیل سے ان کے کفر و شرک کو بیان کیا ہے۔ محمد قاسم غولجی نے "تبلیغی جماعت اپنے انصاف کے آئینے میں" اور مرکز الدعوة والا رشاد نے بھی "تبلیغی جماعت" میں ان پر خوب خوب تنقید کی ہے۔ بدیع الدین راشدی نے تو "امام صحیح العقیدہ ہونا چاہئے" نامی کتاب میں دونوں الفاظ میں فرمایا کہ حق مذہب رکھنے والوں کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی کیونکہ ان کے عقائد میں کفر و شرک ہے (۱۷) لیکن ان کے امام الہام ثناء اللہ امرتسری صاحب سے جب ان حنفیوں کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا وہ کافر ہیں یا نہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ

"مجھے اس سوال کا جواب اپنے نوے شہر آتی ہے کہ یہ سوال مجھ جیسے شخص سے کیوں پوچھا گیا جس کے جی ہی کے فتویٰ کفر پناہ دے چکے ہیں۔ لیکن میرا اس باب میں وہی مسلک ہے جو امام المصطفیٰ امام ابوحنیفہ و غیرہ کا ہے (۱۸) حکم اہل الصلوٰۃ (۱۹)

یہ موصوف تنقید کو شرک بھی کہتے تھے (۲۰) لیکن مقلد حنفیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے تھے (۲۱) بلکہ وہ تو اس معاملے میں اتنے قیاض تھے کہ ایک سوال کے جواب میں لکھا

"سوال جو شخص اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو کہ امام مہدی اور مسیحی علیہ السلام کا آنا غیر ممکن ہے۔ یہ دونوں باتیں حقائق ہیں اور شہادت امام حسین علیہ السلام کا بھی وہی حقیقت ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا اسے شخص کو مہدی قبول کرنا اور ان کا تہنہ کرنا

جواب: ہم شخص امام مہدی حضرت مسیحی یا امام حسین کی شہادت میں ماننا وہ بدعت ہے۔ اس کو امام نہیں ماننا چاہئے۔ اگر پناہ دے ہو تو حکم خدا اور کھوا صبح الہی رکھو۔ پیچھے پاؤں نہ پڑھنا چاہئے۔" (۲۲)

جب ان موصوف سے پوچھا جاتا کہ کیسی مصلحت ایسی قہر میں زندہ ہیں یا نہیں تو فرماتے کہ

"ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت ہم نہیں جانتے۔ اور یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔" (۲۳)

باروت و ماروت کو یہ صاحب شیطان بتاتے تھے۔ (۲۴) مجاہد دوسرے اہلحدیث عالم انہیں فرشتہ مانتے ہیں، مثلاً محمد جواد گرجی اور صلاح الدین یوسف وغیرہ۔ (۲۵)

قرآن فتویٰ کو یہ موصوف برا نہ کہتے ہیں۔ (۲۶) جبکہ دوسرے اہلحدیث عالم اسے بدعت بتاتے ہیں۔ (۲۷)

ایک صاحب نے دارالسیح و نیمہ پیرز کمر اللہ کو بلا کراہت جان کر کہتے ہیں۔ (۲۸) جبکہ دوسرے صاحب اسے بدعت کہتے ہیں۔ (۲۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ایک صاحب لکھتے ہیں کہ "الصلوٰۃ والصلوات علیہ وسلم اللہ یا صاحب بدعت ثابت ہے۔" (۳۰) دوسرے صاحب لکھتے ہیں:

"یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ سے بدعت ہے۔" (۳۱) اہلحدیثوں کے "تبلیغی انصاف" میں مسئلہ خاندان علی گرجا بھی لکھتے ہیں "قبول سے کیا ہوا دھبہ قبر سے امام عالم برزخ ہے۔ مٹی کا گڑھا ہے نہیں۔ کی توئی صل جاتے ہیں۔ کی دُوب جاتے ہیں وہی لوگوں کو رندے کھاجاتے ہیں۔ وہ جہاں بھی ہوں وہیں ان کی قبر ہے۔" (۳۲)

ان کے مسلکی بھائی قاسم گرجا بھی لکھتے ہیں "جہاں تک قبر میں فرشتوں کے آئے۔ وہ ان کو لگانے سمیت کھاجاتے۔" (۳۳) جواب کر لے تو کہنا کہ یا اللہ کہنے پڑا ہے وہاں کا حلق سے تو گذرنا ہے کہ

(۱) فتویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲) کراچی کا مفتی صاحب احمد قاسم نوید صلوٰۃ محمد قاسمی کو لکھتا ہے۔ (۳) تنقید محمد عزت الدین اختر اثری (۴) میں فتویٰ رشتہ مطہر انجن خاندان صلی اللہ علیہ وسلم (۵) احیاء ائمتہ (۶) مطہر اسلامک پبلیکیشنز لاہور، مطبوعہ (۷) مطہر مطہر حضرت اہلحدیث، صفحہ (۸) فتویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۸۳ (۹) ایضاً ص ۳۲۸ (۱۰) ایضاً ص ۳۳۰ (۱۱) ایضاً ص ۳۳۰ (۱۲) ایضاً ص ۳۳۰ (۱۳) مجلہ گزشتہ لاہور (۱۴) ترجمہ حسن الباقی، البقرہ ص ۱۰۳ (۱۵) فتویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۸۳ (۱۶) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۱۷) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۱۸) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۱۹) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۰) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۱) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۲) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۳) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۴) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۵) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۶) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۷) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۸) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۲۹) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۳۰) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۳۱) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۳۲) جلد ۱ ص ۱۸۳ (۳۳) جلد ۱ ص ۱۸۳

یہاں قبر سے مراد یہ مٹی کی قبر نہیں۔ یہ کوئی اور جہاں ہے جسے آپ عالم ہدایت یا عالم مثالی یا عالم ہدایت کہہ سکتے ہیں۔ کوئی قومیں و ممالک ہی نہیں۔ ہندو کو کہتے ہیں کہ ہندو مت کو کہتے ہیں۔ کوئی ایک کو چاہو لکھا جاتے ہیں۔ یہ جو پھیلنے کی خواہش کرتے ہیں۔ (۱۵)

لیکن اس کے برعکس بھی کوئی گندلوی کہتے ہیں۔

”جو قبر میں دفن ہوتے ہیں ان کا معاملہ الٰہی قبر میں ہی ہوتا ہے جس میں وہ دفن ہوتے ہیں۔ مرنے والا قبر میں دفن ہو جائے ہو ورنہ لے لیا جائے گا یا سمندر کی جانوروں کا قتلہ بن جائے، جو بھی عذاب کا حق ہو گا وہ ضرور اس میں دیا ہو گا۔“ (۱۶)

اور کیا فی صاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ قبر سے مراد کوئی زمین کی گڑھا ہے۔ (۱۷) اور ذرا توحید کے ان دو بیداروں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے اور بتائیے کہ یہ قرآن وحدیث ماننے والے کسی موصد کی لکھی ہوئی ہے یا۔

”کسی قبر پر جا کر یا کسی درگاہ کا نام لے کر اس طرح دعا کرنا کہ رحمت ملاں یا فلاں کے صحت سے یا اللہ میرا فلاں کا سر کر۔“ میری جہت پوری فرما دے، فلاں مشکل سے نجات عطا فرما دے۔ یہ صورت مشرکانہ تو نہیں۔ البتہ بیہوشانہ ضرور ہے مٹی پر مبنی طریقہ دعا ہے۔ (۱۸)

شاہ ولی اللہ کو یہ لوگ ہندوستان میں مسلک احمدیہ کا مجدد گردانتے ہیں۔ جس کا اٹھارہ ان الفاظ میں کیا جاتا ہے:

”مقلید دوری آخری وصالی میں اللہ تعالیٰ نے امام احمدیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو پیدا کیا جنہوں نے حدیث رسول کی اشاعت پر کمر باندھی اور تفسیر و جموع کے خلاف جہاد کا آغاز کیا جس سے سرزمین ہند میں قرآن وحدیث کی تعلیم و اشاعت کا ایک دروازہ کھل گیا۔ حضرت شاہ صاحب کے بعد ان کے صاحبزادوں اور شاگردوں نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا حتیٰ کہ شیخ اکمل امام السید مہاں تاج حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ولی الہی منہ علی کے وارث بنے جنہوں نے کتب وسنت کی تعلیم و اشاعت کے مشن کو آگے بڑھایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جہت برحقہ میں علم حدیث کا شہ و بلند ہوا اور خوب دکھایا۔“ (۱۹)

مفتی عالم یوسف لدھیانوی صاحب کی کتاب ”اختلاف امت اور صراط مستقیم“ کا جواب دیتے ہوئے ”صراط مستقیم اور اختلاف امت“ نامی کتاب کے ستر صفحات میں اہل حدیث علماء نے شاہ ولی اللہ کے اہلحدیث ہونے پر طویل بحث کی ہے اور ان کی کتابوں کے اقتباس نقل کر کے ان کا غیر مقلد ہونا ثابت کیا ہے حالانکہ وہ اپنی زبان سے خود کو مقلد کہتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ تقلید اختیار کرنے اور اس کے اثر سے نہ نکلنے کا حکم انہیں خود رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے ہوا۔ (۲۰) یہی وجہ ہے کہ بریلوی اور یوہندی شاہ ولی اللہ کو اپنا ہم مسلک مانتے ہیں۔ ولی الہی کارناموں کے لئے اہلحدیثوں کا کہنا ہے کہ

”واقعہ یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ نے اسلام کی وہ خدمت کی ہے جو علیہ کی حروف سے نکلنے کے قابل ہے۔“ (۲۱)

اگر شاہ صاحب کی صرف ایک کتاب ”انفاس العارفين“ پڑھ لی جائے تو اندازہ

ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی کیا ”خدمت“ کی ہے۔ اس کتاب میں قرآن وحدیث کا کھلا انکار کیا گیا ہے اور اندازہ اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ پاندھا گیا ہے۔ تصوف کے متعلق اور بیان کردہ وثنی گوندوں صاحب کی رائے اس کتاب میں پوری طرح کا رفرمانظر آتی ہے۔ لیکن ان موصوف کو دین کا مجدد بنانے والوں کا تباہی عارفانہ ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں۔

”آپ نے دعا کیا ہے۔ اور ان وہاں کے شیخ ابو حباب سے حدیث حاصل کر لیا اور ”ہندوستان میں اس کو کو عالم کیا۔ اسلام کو پرستہ اور انسانی تصور پیش کیا، لیکن شاہ صاحب میرا عقیدہ مصلح بنو قریظہ تیسرا امت تھا، تصوف سے اپنا عجیب و غریب پتھر اس کے اور ”انفاس العارفين“ جیسی موصوفانہ کتابیں بھی ان کے ہم سے نہیں ملتی ہیں جن کے بارے میں غضب کھان بھی ہے کہ وہ پہلے ہی لکھی ہوئی ہیں۔“ (۲۲)

حالانکہ شہید شہادت صبر اہلحدیث کے مصداق ان کا اپنا ایک آدمی یہ شہادت دیتا ہے کہ یہ کتاب شاہ صاحب کی آخری تصنیف ہے۔ (۲۳) یعنی اس کے بعد انہوں نے کچھ نہیں لکھا اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا۔ لیکن جب یہ لوگ اپنے پسندیدہ و مسکے فاتحہ خلف الامام کا ثبوت دینے کے لئے اسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں (۲۴) تو پھر انہیں اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی!

انہی شاہ صاحب کے ایک بیٹے کے سرید سید احمد بریلوی اور ایک پوتے شاہ اسماعیل دہلوی کی سمجھوں کے خلاف جہادی سرگرمیوں کا حوالہ دیتے ہوئے آج کل اہلحدیث حلقوں میں جہاد کا بہت تعلق ہے۔ ان کا ”عریدہ کے“ کا ”الشکر علیہ“ تو اس معاملے میں بہت سرگرم ہے۔ یہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں جہاد سے متعلق آیات و احادیث استعمال کر کے اور شاہ اسماعیل اور ان کے سرسید احمد اور مفتاح مولوی والیت علی، عنایت علی (یہ شریک نام ہے قرآن وحدیث کا منکر) اور سید احمد علی کے واقعات بیان کر کے نوجوانوں کو کشمیر اور آزاد کرانے کی تحریک دلاتے ہیں۔ جہاد کی افضیات سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن جہاد سمیت ہر حکم الٰہی ایمان خالص کے ساتھ مشروط ہے۔ قرآن وحدیث کے خلاف عقائد و اعمال اختیار کرنے والوں پر جہاد تو کیا کوئی بھی دینی علم لازم نہیں۔ اور جہاد قواعد، مکتبۃ اللہ کیلئے کیا جاتا ہے، مزاروں کی بازیابی کیلئے نہیں، کفر و شرک کی نشانیوں کو مٹانے کیلئے کیا جاتا ہے، انہیں آباد کرنے کیلئے نہیں، دین اسلام کی ترویج کیلئے کیا جاتا ہے، مسلکی دعوت پھیلانے کیلئے نہیں!

اس ”الشکر علیہ“ کے قریب رسالے ”الدعوة“ کے مدیر امیر حمزہ صاحب ان سچ و سرید صاحبان کے کاٹے بیان کرتے ہوئے اس طرح رنگ آمیزی کرتے ہیں۔

”ادھر روح جہاد سے ماری برحق کے لئے علماء جنہوں نے حج کے پرندہ راستوں کا خوف دیکھا کہ فریضہ حج موقوف ہے، احکامات دین سے روک دینے کے لئے شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسماعیل بن علی و عبدالغنی سید احمد شہید کی امارت میں ایک عظیم الشان قافلہ کو

(۱) قبر بنی اسرائیل میں۔ (۲) مقبہ (۳) مقبہ (۴) مقبہ (۵) مقبہ (۶) مقبہ (۷) مقبہ (۸) مقبہ (۹) مقبہ (۱۰) مقبہ (۱۱) مقبہ (۱۲) مقبہ (۱۳) مقبہ (۱۴) مقبہ (۱۵) مقبہ (۱۶) مقبہ (۱۷) مقبہ (۱۸) مقبہ (۱۹) مقبہ (۲۰) مقبہ (۲۱) مقبہ (۲۲) مقبہ (۲۳) مقبہ (۲۴) مقبہ (۲۵) مقبہ (۲۶) مقبہ (۲۷) مقبہ (۲۸) مقبہ (۲۹) مقبہ (۳۰) مقبہ (۳۱) مقبہ (۳۲) مقبہ (۳۳) مقبہ (۳۴) مقبہ (۳۵) مقبہ (۳۶) مقبہ (۳۷) مقبہ (۳۸) مقبہ (۳۹) مقبہ (۴۰) مقبہ (۴۱) مقبہ (۴۲) مقبہ (۴۳) مقبہ (۴۴) مقبہ (۴۵) مقبہ (۴۶) مقبہ (۴۷) مقبہ (۴۸) مقبہ (۴۹) مقبہ (۵۰) مقبہ (۵۱) مقبہ (۵۲) مقبہ (۵۳) مقبہ (۵۴) مقبہ (۵۵) مقبہ (۵۶) مقبہ (۵۷) مقبہ (۵۸) مقبہ (۵۹) مقبہ (۶۰) مقبہ (۶۱) مقبہ (۶۲) مقبہ (۶۳) مقبہ (۶۴) مقبہ (۶۵) مقبہ (۶۶) مقبہ (۶۷) مقبہ (۶۸) مقبہ (۶۹) مقبہ (۷۰) مقبہ (۷۱) مقبہ (۷۲) مقبہ (۷۳) مقبہ (۷۴) مقبہ (۷۵) مقبہ (۷۶) مقبہ (۷۷) مقبہ (۷۸) مقبہ (۷۹) مقبہ (۸۰) مقبہ (۸۱) مقبہ (۸۲) مقبہ (۸۳) مقبہ (۸۴) مقبہ (۸۵) مقبہ (۸۶) مقبہ (۸۷) مقبہ (۸۸) مقبہ (۸۹) مقبہ (۹۰) مقبہ (۹۱) مقبہ (۹۲) مقبہ (۹۳) مقبہ (۹۴) مقبہ (۹۵) مقبہ (۹۶) مقبہ (۹۷) مقبہ (۹۸) مقبہ (۹۹) مقبہ (۱۰۰) مقبہ (۱۰۱) مقبہ (۱۰۲) مقبہ (۱۰۳) مقبہ (۱۰۴) مقبہ (۱۰۵) مقبہ (۱۰۶) مقبہ (۱۰۷) مقبہ (۱۰۸) مقبہ (۱۰۹) مقبہ (۱۱۰) مقبہ (۱۱۱) مقبہ (۱۱۲) مقبہ (۱۱۳) مقبہ (۱۱۴) مقبہ (۱۱۵) مقبہ (۱۱۶) مقبہ (۱۱۷) مقبہ (۱۱۸) مقبہ (۱۱۹) مقبہ (۱۲۰) مقبہ (۱۲۱) مقبہ (۱۲۲) مقبہ (۱۲۳) مقبہ (۱۲۴) مقبہ (۱۲۵) مقبہ (۱۲۶) مقبہ (۱۲۷) مقبہ (۱۲۸) مقبہ (۱۲۹) مقبہ (۱۳۰) مقبہ (۱۳۱) مقبہ (۱۳۲) مقبہ (۱۳۳) مقبہ (۱۳۴) مقبہ (۱۳۵) مقبہ (۱۳۶) مقبہ (۱۳۷) مقبہ (۱۳۸) مقبہ (۱۳۹) مقبہ (۱۴۰) مقبہ (۱۴۱) مقبہ (۱۴۲) مقبہ (۱۴۳) مقبہ (۱۴۴) مقبہ (۱۴۵) مقبہ (۱۴۶) مقبہ (۱۴۷) مقبہ (۱۴۸) مقبہ (۱۴۹) مقبہ (۱۵۰) مقبہ (۱۵۱) مقبہ (۱۵۲) مقبہ (۱۵۳) مقبہ (۱۵۴) مقبہ (۱۵۵) مقبہ (۱۵۶) مقبہ (۱۵۷) مقبہ (۱۵۸) مقبہ (۱۵۹) مقبہ (۱۶۰) مقبہ (۱۶۱) مقبہ (۱۶۲) مقبہ (۱۶۳) مقبہ (۱۶۴) مقبہ (۱۶۵) مقبہ (۱۶۶) مقبہ (۱۶۷) مقبہ (۱۶۸) مقبہ (۱۶۹) مقبہ (۱۷۰) مقبہ (۱۷۱) مقبہ (۱۷۲) مقبہ (۱۷۳) مقبہ (۱۷۴) مقبہ (۱۷۵) مقبہ (۱۷۶) مقبہ (۱۷۷) مقبہ (۱۷۸) مقبہ (۱۷۹) مقبہ (۱۸۰) مقبہ (۱۸۱) مقبہ (۱۸۲) مقبہ (۱۸۳) مقبہ (۱۸۴) مقبہ (۱۸۵) مقبہ (۱۸۶) مقبہ (۱۸۷) مقبہ (۱۸۸) مقبہ (۱۸۹) مقبہ (۱۹۰) مقبہ (۱۹۱) مقبہ (۱۹۲) مقبہ (۱۹۳) مقبہ (۱۹۴) مقبہ (۱۹۵) مقبہ (۱۹۶) مقبہ (۱۹۷) مقبہ (۱۹۸) مقبہ (۱۹۹) مقبہ (۲۰۰) مقبہ (۲۰۱) مقبہ (۲۰۲) مقبہ (۲۰۳) مقبہ (۲۰۴) مقبہ (۲۰۵) مقبہ (۲۰۶) مقبہ (۲۰۷) مقبہ (۲۰۸) مقبہ (۲۰۹) مقبہ (۲۱۰) مقبہ (۲۱۱) مقبہ (۲۱۲) مقبہ (۲۱۳) مقبہ (۲۱۴) مقبہ (۲۱۵) مقبہ (۲۱۶) مقبہ (۲۱۷) مقبہ (۲۱۸) مقبہ (۲۱۹) مقبہ (۲۲۰) مقبہ (۲۲۱) مقبہ (۲۲۲) مقبہ (۲۲۳) مقبہ (۲۲۴) مقبہ (۲۲۵) مقبہ (۲۲۶) مقبہ (۲۲۷) مقبہ (۲۲۸) مقبہ (۲۲۹) مقبہ (۲۳۰) مقبہ (۲۳۱) مقبہ (۲۳۲) مقبہ (۲۳۳) مقبہ (۲۳۴) مقبہ (۲۳۵) مقبہ (۲۳۶) مقبہ (۲۳۷) مقبہ (۲۳۸) مقبہ (۲۳۹) مقبہ (۲۴۰) مقبہ (۲۴۱) مقبہ (۲۴۲) مقبہ (۲۴۳) مقبہ (۲۴۴) مقبہ (۲۴۵) مقبہ (۲۴۶) مقبہ (۲۴۷) مقبہ (۲۴۸) مقبہ (۲۴۹) مقبہ (۲۵۰) مقبہ (۲۵۱) مقبہ (۲۵۲) مقبہ (۲۵۳) مقبہ (۲۵۴) مقبہ (۲۵۵) مقبہ (۲۵۶) مقبہ (۲۵۷) مقبہ (۲۵۸) مقبہ (۲۵۹) مقبہ (۲۶۰) مقبہ (۲۶۱) مقبہ (۲۶۲) مقبہ (۲۶۳) مقبہ (۲۶۴) مقبہ (۲۶۵) مقبہ (۲۶۶) مقبہ (۲۶۷) مقبہ (۲۶۸) مقبہ (۲۶۹) مقبہ (۲۷۰) مقبہ (۲۷۱) مقبہ (۲۷۲) مقبہ (۲۷۳) مقبہ (۲۷۴) مقبہ (۲۷۵) مقبہ (۲۷۶) مقبہ (۲۷۷) مقبہ (۲۷۸) مقبہ (۲۷۹) مقبہ (۲۸۰) مقبہ (۲۸۱) مقبہ (۲۸۲) مقبہ (۲۸۳) مقبہ (۲۸۴) مقبہ (۲۸۵) مقبہ (۲۸۶) مقبہ (۲۸۷) مقبہ (۲۸۸) مقبہ (۲۸۹) مقبہ (۲۹۰) مقبہ (۲۹۱) مقبہ (۲۹۲) مقبہ (۲۹۳) مقبہ (۲۹۴) مقبہ (۲۹۵) مقبہ (۲۹۶) مقبہ (۲۹۷) مقبہ (۲۹۸) مقبہ (۲۹۹) مقبہ (۳۰۰) مقبہ (۳۰۱) مقبہ (۳۰۲) مقبہ (۳۰۳) مقبہ (۳۰۴) مقبہ (۳۰۵) مقبہ (۳۰۶) مقبہ (۳۰۷) مقبہ (۳۰۸) مقبہ (۳۰۹) مقبہ (۳۱۰) مقبہ (۳۱۱) مقبہ (۳۱۲) مقبہ (۳۱۳) مقبہ (۳۱۴) مقبہ (۳۱۵) مقبہ (۳۱۶) مقبہ (۳۱۷) مقبہ (۳۱۸) مقبہ (۳۱۹) مقبہ (۳۲۰) مقبہ (۳۲۱) مقبہ (۳۲۲) مقبہ (۳۲۳) مقبہ (۳۲۴) مقبہ (۳۲۵) مقبہ (۳۲۶) مقبہ (۳۲۷) مقبہ (۳۲۸) مقبہ (۳۲۹) مقبہ (۳۳۰) مقبہ (۳۳۱) مقبہ (۳۳۲) مقبہ (۳۳۳) مقبہ (۳۳۴) مقبہ (۳۳۵) مقبہ (۳۳۶) مقبہ (۳۳۷) مقبہ (۳۳۸) مقبہ (۳۳۹) مقبہ (۳۴۰) مقبہ (۳۴۱) مقبہ (۳۴۲) مقبہ (۳۴۳) مقبہ (۳۴۴) مقبہ (۳۴۵) مقبہ (۳۴۶) مقبہ (۳۴۷) مقبہ (۳۴۸) مقبہ (۳۴۹) مقبہ (۳۵۰) مقبہ (۳۵۱) مقبہ (۳۵۲) مقبہ (۳۵۳) مقبہ (۳۵۴) مقبہ (۳۵۵) مقبہ (۳۵۶) مقبہ (۳۵۷) مقبہ (۳۵۸) مقبہ (۳۵۹) مقبہ (۳۶۰) مقبہ (۳۶۱) مقبہ (۳۶۲) مقبہ (۳۶۳) مقبہ (۳۶۴) مقبہ (۳۶۵) مقبہ (۳۶۶) مقبہ (۳۶۷) مقبہ (۳۶۸) مقبہ (۳۶۹) مقبہ (۳۷۰) مقبہ (۳۷۱) مقبہ (۳۷۲) مقبہ (۳۷۳) مقبہ (۳۷۴) مقبہ (۳۷۵) مقبہ (۳۷۶) مقبہ (۳۷۷) مقبہ (۳۷۸) مقبہ (۳۷۹) مقبہ (۳۸۰) مقبہ (۳۸۱) مقبہ (۳۸۲) مقبہ (۳۸۳) مقبہ (۳۸۴) مقبہ (۳۸۵) مقبہ (۳۸۶) مقبہ (۳۸۷) مقبہ (۳۸۸) مقبہ (۳۸۹) مقبہ (۳۹۰) مقبہ (۳۹۱) مقبہ (۳۹۲) مقبہ (۳۹۳) مقبہ (۳۹۴) مقبہ (۳۹۵) مقبہ (۳۹۶) مقبہ (۳۹۷) مقبہ (۳۹۸) مقبہ (۳۹۹) مقبہ (۴۰۰) مقبہ (۴۰۱) مقبہ (۴۰۲) مقبہ (۴۰۳) مقبہ (۴۰۴) مقبہ (۴۰۵) مقبہ (۴۰۶) مقبہ (۴۰۷) مقبہ (۴۰۸) مقبہ (۴۰۹) مقبہ (۴۱۰) مقبہ (۴۱۱) مقبہ (۴۱۲) مقبہ (۴۱۳) مقبہ (۴۱۴) مقبہ (۴۱۵) مقبہ (۴۱۶) مقبہ (۴۱۷) مقبہ (۴۱۸) مقبہ (۴۱۹) مقبہ (۴۲۰) مقبہ (۴۲۱) مقبہ (۴۲۲) مقبہ (۴۲۳) مقبہ (۴۲۴) مقبہ (۴۲۵) مقبہ (۴۲۶) مقبہ (۴۲۷) مقبہ (۴۲۸) مقبہ (۴۲۹) مقبہ (۴۳۰) مقبہ (۴۳۱) مقبہ (۴۳۲) مقبہ (۴۳۳) مقبہ (۴۳۴) مقبہ (۴۳۵) مقبہ (۴۳۶) مقبہ (۴۳۷) مقبہ (۴۳۸) مقبہ (۴۳۹) مقبہ (۴۴۰) مقبہ (۴۴۱) مقبہ (۴۴۲) مقبہ (۴۴۳) مقبہ (۴۴۴) مقبہ (۴۴۵) مقبہ (۴۴۶) مقبہ (۴۴۷) مقبہ (۴۴۸) مقبہ (۴۴۹) مقبہ (۴۵۰) مقبہ (۴۵۱) مقبہ (۴۵۲) مقبہ (۴۵۳) مقبہ (۴۵۴) مقبہ (۴۵۵) مقبہ (۴۵۶) مقبہ (۴۵۷) مقبہ (۴۵۸) مقبہ (۴۵۹) مقبہ (۴۶۰) مقبہ (۴۶۱) مقبہ (۴۶۲) مقبہ (۴۶۳) مقبہ (۴۶۴) مقبہ (۴۶۵) مقبہ (۴۶۶) مقبہ (۴۶۷) مقبہ (۴۶۸) مقبہ (۴۶۹) مقبہ (۴۷۰) مقبہ (۴۷۱) مقبہ (۴۷۲) مقبہ (۴۷۳) مقبہ (۴۷۴) مقبہ (۴۷۵) مقبہ (۴۷۶) مقبہ (۴۷۷) مقبہ (۴۷۸) مقبہ (۴۷۹) مقبہ (۴۸۰) مقبہ (۴۸۱) مقبہ (۴۸۲) مقبہ (۴۸۳) مقبہ (۴۸۴) مقبہ (۴۸۵) مقبہ (۴۸۶) مقبہ (۴۸۷) مقبہ (۴۸۸) مقبہ (۴۸۹) مقبہ (۴۹۰) مقبہ (۴۹۱) مقبہ (۴۹۲) مقبہ (۴۹۳) مقبہ (۴۹۴) مقبہ (۴۹۵) مقبہ (۴۹۶) مقبہ (۴۹۷) مقبہ (۴۹۸) مقبہ (۴۹۹) مقبہ (۵۰۰) مقبہ (۵۰۱) مقبہ (۵۰۲) مقبہ (۵۰۳) مقبہ (۵۰۴) مقبہ (۵۰۵) مقبہ (۵۰۶) مقبہ (۵۰۷) مقبہ (۵۰۸) مقبہ (۵۰۹) مقبہ (۵۱۰) مقبہ (۵۱۱) مقبہ (۵۱۲) مقبہ (۵۱۳) مقبہ (۵۱۴) مقبہ (۵۱۵) مقبہ (۵۱۶) مقبہ (۵۱۷) مقبہ (۵۱۸) مقبہ (۵۱۹) مقبہ (۵۲۰) مقبہ (۵۲۱) مقبہ (۵۲۲) مقبہ (۵۲۳) مقبہ (۵۲۴) مقبہ (۵۲۵) مقبہ (۵۲۶) مقبہ (۵۲۷) مقبہ (۵۲۸) مقبہ (۵۲۹) مقبہ (۵۳۰) مقبہ (۵۳۱) مقبہ (۵۳۲) مقبہ (۵۳۳) مقبہ (۵۳۴) مقبہ (۵۳۵) مقبہ (۵۳۶) مقبہ (۵۳۷) مقبہ (۵۳۸) مقبہ (۵۳۹) مقبہ (۵۴۰) مقبہ (۵۴۱) مقبہ (۵۴۲) مقبہ (۵۴۳) مقبہ (۵۴۴) مقبہ (۵۴۵) مقبہ (۵۴۶) مقبہ (۵۴۷) مقبہ (۵۴۸) مقبہ (۵۴۹) مقبہ (۵۵۰) مقبہ (۵۵۱) مقبہ (۵۵۲) مقبہ (۵۵۳) مقبہ (۵۵۴) مقبہ (۵۵۵) مقبہ (۵۵۶) مقبہ (۵۵۷) مقبہ (۵۵۸) مقبہ (۵۵۹) مقبہ (۵۶۰) مقبہ (۵۶۱) مقبہ (۵۶۲) مقبہ (۵۶۳) مقبہ (۵۶۴) مقبہ (۵۶۵) مقبہ (۵۶۶) مقبہ (۵۶۷) مقبہ (۵۶۸) مقبہ (۵۶۹) مقبہ (۵۷۰) مقبہ (۵۷۱) مقبہ (۵۷۲) مقبہ (۵۷۳) مقبہ (۵۷۴) مقبہ (۵۷۵) مقبہ (۵۷۶) مقبہ (۵۷۷) مقبہ (۵۷۸) مقبہ (۵۷۹) مقبہ (۵۸۰) مقبہ (۵۸۱) مقبہ (۵۸۲) مقبہ (۵۸۳) مقبہ (۵۸۴) مقبہ (۵۸۵) مقبہ (۵۸۶) مقبہ (۵۸۷) مقبہ (۵۸۸) مقبہ (۵۸۹) مقبہ (۵۹۰) مقبہ (۵۹۱) مقبہ (۵۹۲) مقبہ (۵۹۳) مقبہ (۵۹۴) مقبہ (۵۹۵) مقبہ (۵۹۶) مقبہ (۵۹۷) مقبہ (۵۹۸) مقبہ (۵۹۹) مقبہ (۶۰۰) مقبہ (۶۰۱) مقبہ (۶۰۲) مقبہ (۶۰۳) مقبہ (۶۰۴) مقبہ (۶۰۵) مقبہ (۶۰۶) مقبہ (۶۰۷) مقبہ (۶۰۸) مقبہ (۶۰۹) مقبہ (۶۱۰) مقبہ (۶۱۱) مقبہ (۶۱۲) مقبہ (۶۱۳) مقبہ (۶۱۴) مقبہ (۶۱۵) مقبہ (۶۱۶) مقبہ (۶۱۷) مقبہ (۶۱۸) مقبہ (۶۱۹) مقبہ (۶۲۰) مقبہ (۶۲۱) مقبہ (۶۲۲) مقبہ (۶۲۳) مقبہ (۶۲۴) مقبہ (۶۲۵) مقبہ (۶۲۶) مقبہ (۶۲۷) مقبہ (۶۲۸) مقبہ (۶۲۹) مقبہ (۶۳۰) مقبہ (۶۳۱) مقبہ (۶۳۲) مقبہ (۶۳۳) مقبہ (۶۳۴) مقبہ (۶۳۵) مقبہ (۶۳۶) مقبہ (۶۳۷) مقبہ (۶۳۸) مقبہ (۶۳۹) مقبہ (۶۴۰) مقبہ (۶۴۱) مقبہ (۶۴۲) مقبہ (۶۴۳) مقبہ (۶۴۴) مقبہ (۶۴۵) مقبہ (۶۴۶) مقبہ (۶۴۷) مقبہ (۶۴۸) مقبہ (۶۴۹) مقبہ (۶۵۰) مقبہ (۶۵۱) مقبہ (۶۵۲) مقبہ (۶۵۳) مقبہ (۶۵۴) مقبہ (۶۵۵) مقبہ (۶۵۶) مقبہ (۶۵۷) مقبہ (۶۵۸) مقبہ (۶۵۹) مقبہ (۶۶۰) مقبہ (۶۶۱) مقبہ (۶۶۲) مقبہ (۶۶۳) مقبہ (۶۶۴) مقبہ (۶۶۵) مقبہ (۶۶۶) مقبہ (۶۶۷) مقبہ (۶۶۸) مقبہ (۶۶۹) مقبہ (۶۷۰) مقبہ (۶۷۱) مقبہ (۶۷۲) مقبہ (۶۷۳) مقبہ (۶۷۴) مقبہ (۶۷۵) مقبہ (۶۷۶) مقبہ (۶۷۷) مقبہ (۶۷۸) مقبہ (۶۷۹) مقبہ (۶۸۰) مقبہ (۶۸۱) مقبہ (۶۸۲) مقبہ (۶۸۳) مقبہ (۶۸۴) مقبہ (۶۸۵) مقبہ (۶۸۶) مقبہ (۶۸۷) مقبہ (۶۸۸) مقبہ (۶۸۹) مقبہ (۶۹۰) مقبہ (۶۹۱) مقبہ (۶۹۲) مقبہ (۶۹۳) مقبہ (۶۹۴) مقبہ (۶۹۵) مقبہ (۶۹۶) مقبہ (۶۹۷) مقبہ (۶۹۸) مقبہ (۶۹۹) مقبہ (۷۰۰) مقبہ (۷۰۱) مقبہ (۷۰۲) مقبہ (۷۰۳) مقبہ (۷۰۴) مقبہ (۷۰۵) مقبہ (۷۰۶) مقبہ (۷۰۷) مقبہ (۷۰۸) مقبہ (۷۰۹) مقبہ (۷۱۰) مقبہ (۷۱۱) مقبہ (۷۱۲) مقبہ (۷۱۳) مقبہ (۷۱۴) مقبہ (۷۱۵) مقبہ (۷۱۶) مقبہ (۷۱۷) مقبہ (۷۱۸) مقبہ (۷۱۹) مقبہ (۷۲۰) مقبہ (۷۲۱) مقبہ (۷۲۲) مقبہ (۷۲۳) مقبہ (۷۲۴) مقبہ (۷۲۵) مقبہ (۷۲۶) مقبہ (۷۲۷) مقبہ (۷۲۸) مقبہ (۷۲۹) مقبہ (۷۳۰) مقبہ (۷۳۱) مقبہ (۷۳۲) مقبہ (۷۳۳) مقبہ (۷۳۴) مقبہ (۷۳۵) مقبہ (۷۳۶) مقبہ (۷۳۷) مقبہ (۷۳۸) مقبہ (۷۳۹) مقبہ (۷۴۰) مقبہ (۷۴۱) مقبہ (۷۴۲) مقبہ (۷۴۳) مقبہ (۷۴۴) مقبہ (۷۴۵) مقبہ (۷۴۶) مقبہ (۷۴۷) مقبہ (۷۴۸) مقبہ (۷۴۹) مقبہ (۷۵۰) مقبہ (۷۵۱) مقبہ (۷۵۲) مقبہ (۷۵۳) مقبہ (۷۵۴) مقبہ (۷۵۵) مقبہ (۷۵۶) مقبہ (۷۵۷) مقبہ (۷۵۸) مقبہ (۷۵۹) مقبہ (۷۶۰) مقبہ (۷۶۱) مقبہ (۷۶۲) مقبہ (۷۶۳) مقبہ (۷۶۴) مقبہ (۷۶۵) مقبہ (۷۶۶) مقبہ (۷۶۷) مقبہ (۷۶۸) مقبہ (۷۶۹) مقبہ (۷۷۰) مقبہ (۷۷۱) مقبہ (۷۷۲) مقبہ (۷۷۳) مقبہ (۷۷۴) مقبہ (۷۷۵) مقبہ (۷۷۶) مقبہ (۷۷۷) مقبہ (۷۷۸) مقبہ (۷۷۹) مقبہ (۷۸۰) مقبہ (۷۸۱) مقبہ (۷۸۲) مقبہ (۷۸۳) مقبہ (۷۸۴) مقبہ (۷۸۵) مقبہ (۷۸۶) مقبہ (۷۸۷) مقبہ (۷۸۸) مقبہ (۷۸۹) مقبہ (۷۹۰) مقبہ (۷۹۱) مقبہ (۷۹۲) مقبہ (۷۹۳) مقبہ (۷۹۴) مقبہ (۷۹۵) مقبہ (۷۹۶) مقبہ (۷۹۷) مقبہ (۷۹۸) مقبہ (۷۹۹) مقبہ (۸۰۰) مقبہ (۸۰۱) مقبہ (۸۰۲) مقبہ (۸۰۳) مقبہ (۸۰۴) مقبہ (۸۰۵) مقبہ (۸۰۶) مقبہ (۸۰۷) مقبہ (۸۰۸) مقبہ (۸۰۹) مقبہ (۸۱۰) مقبہ (۸۱۱) مقبہ (۸۱۲) مقبہ (۸۱۳) مقبہ (۸۱۴) مقبہ (۸۱۵) مقبہ (۸۱۶) مقبہ (۸۱۷) مقبہ (۸۱۸) مقبہ (۸۱۹) مقبہ (۸۲۰) مقبہ (۸۲۱) مقبہ (۸۲۲) مقبہ (۸۲۳) مقبہ (۸۲۴) مقبہ (۸۲۵) مقبہ (۸۲۶) مقبہ (۸۲۷) مقبہ (۸۲۸) مقبہ (۸۲۹) مقبہ (۸۳۰) مقبہ (۸۳۱) مقبہ (۸۳۲) مقبہ (۸۳۳) مقبہ (۸۳۴) مقبہ (۸۳۵) مقبہ (۸۳۶) مقبہ (۸۳۷) مقبہ (۸۳۸) مقبہ (۸۳۹) مقبہ (۸۴۰) مقبہ (۸۴۱) مقبہ (۸۴۲) مقبہ (۸۴۳) مقبہ (۸۴۴) مقبہ (۸۴۵) مقبہ (۸۴۶) مقبہ (۸۴۷) مقبہ (۸۴۸) مقبہ (۸۴۹) مقبہ (۸۵۰) مقبہ (۸۵۱) مقبہ (۸۵۲) مقبہ (۸۵۳) مقبہ (۸۵۴) مقبہ (۸۵۵) مقبہ (۸۵۶) مقبہ (۸۵۷) مقبہ (۸۵۸) مقبہ (۸۵۹) مقبہ (۸۶۰) مقبہ (۸۶۱) مقبہ (۸۶۲) مقبہ (۸۶۳) مقبہ (۸۶۴) مقبہ (۸۶۵) مقبہ (۸۶۶) مقبہ (۸۶۷) مقبہ (۸۶۸) مقبہ (۸۶۹) مقبہ (۸۷۰) مقبہ (۸۷۱) مقبہ (۸۷۲) مقبہ (۸۷۳) مقبہ (۸۷۴) مقبہ (۸۷۵) مقبہ (۸۷۶) مقبہ (۸۷۷) مقبہ (۸۷۸) مقبہ (۸۷۹) مقبہ (۸۸۰) مقبہ (۸۸۱) مقبہ (۸۸۲) مقبہ (۸۸۳) مقبہ (۸۸۴) مقبہ (۸۸۵) مقبہ (۸۸۶) مقبہ (۸۸۷) مقبہ (۸۸۸) مقبہ (۸۸۹) مقبہ (۸۹۰) مقبہ (۸۹۱) مقبہ (۸۹۲) مقبہ (۸۹۳) مقبہ (۸۹۴) مقبہ (۸۹۵) مقبہ (۸۹۶) مقبہ (۸۹۷) مقبہ (۸۹۸) مقبہ (۸۹۹) مقبہ (۹۰۰) مقبہ (۹۰۱) مقبہ (۹۰۲) مقبہ (۹۰۳) مقبہ (۹۰۴) مقبہ (۹۰۵) مقبہ (۹۰۶) مقبہ (۹۰۷) مقبہ (۹۰۸) مقبہ (۹۰۹) مقبہ (۹۱۰) مقبہ (۹۱۱) مقبہ (۹۱۲) مقبہ (۹۱۳) مقبہ (۹۱۴) مقبہ (۹۱

لے کر 1237ء میں بخارا روانہ ہوئے اور فریقہ ج ۱۰ لکھا۔ یہاں چودہ ماہ قیام کیا یہ قافلہ سب واپس جندوستان کو آ کر شرک کے خلاف توحید کی دعوت کا کام پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ شروع کر دیا گیا۔ شاہ صاحب دہلی شہری مساجد، چوڑیوں اور گھرؤں میں جا کر توحید کی دعوت دیتے گئے۔ شاہ صاحب نے ”تہذیب الایمان“ جسکی ایمان افروز کتاب بھی لکھی جس نے لاکھوں لوگوں کو شرک و بدعت کی دلدلی سے نکال کر توحید و سنت کے پہلو سے بارگاہ میں لا کر رکھ دیا۔ شاہ صاحب نے سب جاہل میں مسلمانوں پر سکھوں کے مظالم سے توجہ دے وہ غلاب کا دور روک دیا اور پھر وہ لوگ کہ جو اہل توحید بن چکے تھے ان کا ایک لشکر بنایا اور سکھوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ”سرخس“ کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ کچھ دین بعد سرگرمی و باطل دشمن پر فوجی شاہ شہید کی پیشانی پر چروار اپنے مالک کے حضور کی بارگاہ میں لایا جہاں آج حق کی شہادت کے لئے لوگوں کا سامنا کر رہی تھی۔ اور اسی دن سے دینی حق اور شاہ شہید کے کہنے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے کہیں تو وہیں جاتا ہوں جہاں اپنے وطن نہیں ہیں اور اور عرش عظیم کا مالک اپنے ان عبادوں کے استیصال کے لئے اپنے فرشتے بھیج رہا ہوگا۔ اور میں آپ کی چاہتی ہوں کہ یہ لوگ توحیدی اور بعد بالاکوت سے اپنے اللہ کے بالا خانوں میں آرام فرما دیں گے۔ (اشکاء اللہ ۱۱۱)

کاش یہ لوگ یہ قلاب ملانے سے پہلے ان ”شاہ شہید“ کی دوسری کتابیں بھی پڑھ لیتے۔ ان کی ایک کتاب ”مہکات“ ہے جو صوفیانہ عقائد کے اثبات میں ہے۔ یہ کتاب شروع سے آخر تک اسلامی عقائد کی نفی کرتی ہے جس طرح ان کے دلائل کی کتابیں انھیں انکار فین، فیوض الحرمین، روشن و غیرہ کرتی ہیں۔ ان کی دوسری کتاب ”اصراط مستقیم“ ہے جس میں انہوں نے اپنے جیسے سید احمد صاحب کے ملفوظات نقل کئے ہیں اور جو الوہیت کا مقام حاصل کرنے کے عملی طریقوں کی تعلیم سے بڑے ہیں۔ اور یہ کتاب ”تہذیب الایمان“ جسے یہ ”ایمان افروز“ یعنی ایمان دہانے والی کہتے ہیں، بھی توحید کے بیان کے ساتھ شرک سے غالی نہیں دے سیکے کہ شرک اس میں بھی موجود ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

”یہ جو لوگوں میں ایک نوع مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں بعد القادر شہادۃ یعنی اس شہادۃ القادر و ہم اللہ کے واسطے یہ لفظ نہ کہا جائے پس اگر یوں کہے کہ یا اللہ وہ جو شہادۃ اللہ کے واسطے تو چاہیے۔“ (۱۲۱)

شاہ ولی اللہ کی ”لحمات“ کو سہری حروف سے لکھے جانے کے قابل سمجھنے والے ان کی کتاب ”القول الجمیل“ بھی ضرور پڑھیں جس میں انہوں نے طرح طرح کے تہذیبی گندوں، جھاڑ پھونک کے ساتھ ساتھ صوفیانہ غلط، مراءتے، وظیفہ، تصویر کشی، پاس انھیں، کشف قبور، برہم کی حاجت برداری کے لئے نماز کن فیکون، وغیرہ کے طریقے بھی بتائے ہیں جبکہ قرآن و حدیث ان باتوں کی نفی کرتے ہیں۔

تہذیب ات کی حالت و حرمت سے متعلق بھی ائمہ شیخ میں تشاد بیانی پائی جاتی ہے۔ پروفیسر اکرم نسیم جہ نے اپنی کتاب ”تخصیم سنت“ میں تہذیب کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ (۳) جماعت احمدیہ کے عظیم ائمہ سلفی صاحب تہذیب ات کی حرمت میں

احادیث بیان کر کے ایک مجموعی اصول بیان کرتے ہیں:

”ان شخص سے یہ بات واضح ہے کہ جہاں سے جہاں سے توحید گنہگار کوڑی و گھونگھے وغیرہ انکار حرام ہے اور یہ شخص عام میں بہ طرح کی تہذیب گنہگار و غیرہ کو شامل ہیں۔ نہ تو قرآنی آیات اور انکار مستحسن پر مشتمل ہوں اور سے قہرات۔ خواہ ان گروہوں میں قرآن پر نہ کر رہے ہوں یا نہ قرآن کو۔ رسول اللہ ﷺ نے تہذیب گنہگار کی عام مخالفت فرمائی ہے۔ قرآن اور تہذیب قرآن کی کوئی شخصیں وارث نہیں بلکہ قرآنی تہذیب گنہگار ہیں نہ تو قرآن آپ کی شخصیں سے فرماتے۔ (۱۲۲) ”ان پر تہذیب قرآنی آیات اور قہا، ماثور ہے ہی کہ نہ مشتمل ہو پھر بھی جائز نہیں۔“ (۱۲۳)

”آپ سے کوئی ایسا استیفاء نہ ہو کہ قرآنی تہذیب یا نہ اور قرآنی تہذیب کا جہاں تک آپ کا رشتہ باطل واضح اور عام ہے قرآنی و غیر قرآنی تہذیب اس کو شامل ہے۔ پھر کیا محال ہے۔ ان کو نکالنے والا شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔“ (۱۲۴)

لیکن وہ اسات اسامیہ، راولپنڈی کے پروفیسر طالب الرحمن صاحب تہذیب کو نہ صرف جائز بلکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم قرار دیتے ہیں۔ (۱۲۵)

قرآن و حدیث کی دعوت کو عام کرنے اور جہاد کا تعلق بچانے والے مرکز الدعوة والا رہنمائے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے اور یہ لوگ بھی تہذیب کا مطلب ملے ہی لیتے ہیں۔ البتہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ

”یہ تہذیب دینی کا تقدس پھر لکھ کر گنگے میں ڈالنا تو اس کا وجود رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں معلوم نہیں۔ یہ سچ بعد میں شروع ہوئی ہے۔“ (۱۲۶)

تاہم ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ

”ایات کو کوئی شخص اللہ کا ہر یا قرآن مجید کی آیت کو نہ لکھے میں ایک تہذیب قرآن شرک کہتا ہوں، کیونکہ اس میں اس نے کسی تہذیب سے نہیں مانگی۔ نہ لوگ اس شرک قرار دیتے ہیں، ان کی بات باطل ہے۔ ہمیں یہ اور وہ تہذیب کا خطاب کر رہے ہیں۔“

ستم ظریفی دیکھئے کہ تہذیب کے شرک ہونے کے فرمان رسول کو بیان کرنا ان کے نزدیک ”غلط“ ہے لیکن حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ کر کے یہی مصلحت کے لئے حضور،

آ غفور و حضرت، آنحضرت، سرور کونین، سرور کائنات، وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرنا جو کسی حدیث میں نہیں آئے، انہیں ”غلط“ نہیں ٹھہراتے جبکہ یہی مصلحت کے لئے اپنی تعلیم میں مبالغہ کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ (۱۲۷) اور تو اسے غلام ”کو“ نہ لانا، آج

مال و حقہ کہنے کے ساتھ ساتھ اجتہاد بھی خلاف حدیث ہے اس قسم کے مبالغہ آمیز القابات بھی دیتے ہیں جو کہ ان کے مخالف مقتصد بریلویوں، دیوبندیوں کی تحریروں میں نظر آتے ہیں مثلاً

ناصر السنۃ النبویۃ ناصر العقیدۃ المسلمۃ قاصع البدعۃ المخالفۃ اعلاء کلمۃ اللہ الصلیب فی السنۃ

(۱) آجلی جلد دوم، دہلی، جنم ۱۹۵۷ء (۲) تہذیب الایمان، مطبوعہ مرکز کمال چنگ پور، دہلی، ۱۹۵۷ء (۳) صاحب نامی ان کا غیاث اللہ، کٹر لکھنؤ، دہلی، ۱۹۵۷ء (۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۴۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۵۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۶۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۷۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۸۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۹۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۰۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۱۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۲۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۳۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۴۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۵۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۶۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۷۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۸۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۱۹۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۰۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۱۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۲۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۳۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۴۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۵۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۶۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۷۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۸۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۲۹۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۰۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۱۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۲۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۳۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۴۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۵۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۶۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۴) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۵) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۶) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۷) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۸) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۷۹) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۸۰) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۸۱) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۸۲) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (۳۸۳) تہذیب الایمان، ۱۹۵۷ء (

الملازم للعبادة العالم الفاضل المحدث الفقيه
زئيس المحققين العلامة الشيخ السيد بدرع الدين
الشاہ السندي الراشدی

شيخ الكل امام المتقين سيد المحدثين تاج
الفقهاء علم العلماء جامع العلوم العقلية والعقلية
ناصر السنة النبوية عمدة العاملين زبدة الكاملين
حجة المصطفى الخلق محدث القرن الامام
المحدث الفقيه الاصولي الشيخ شيخنا السيد نديم
حسن

زئيس المفسرين شيخ المحدثين امام
المناظرين ابن تيمية زمان شوکانی دورانی سرشار
المحدث فی الهند شيخنا الشيخ الامام العتيق
المعنى العامل الورع الكامل محب السنة محسود اهل
البدعة بقية السلف عمدة الخلف محدث القرن
ابوالوفاء ثناء الله بن محمد بن خضر الكشميري
الاصل ثم الامرتى

نواب معلى القاب مرجع العلماء و عمدة
الكملاء ومنبع العيوض الرحمانية ناصر السنة النبوية
المحدث الفقيه العلامة السيد صديق بن حسن بن
على الحسينى البخارى الفوجى البوفالى

شيخنا العلامة المحدث استاذ العلماء افضل
الفصلاء الصابر الصائم الشيخ الحافظ عبداللہ بن
خوشن دين الروبرى الامرتى الامرتى

تقویہ کے شرک ہونے کے مطلق فرمان رسول ﷺ میں قرآنی تقویہات کو
شامل کرنے کو "قلو" کہنے والے "تشریطیہ" کا یہ عمل بھی دیکھئے اور بتائیے کہ یہ مال
ہونے میں "قلو" ہے یا کسی حدیث رسول ﷺ کی اتباع و پیروی، یہ اللہ کی راہ میں
جہاد کرنے اور مال خرچ کرنے کے فضائل بیان کر کے ہر فرقہ و مسلک کے لوگوں
سے زکوٰۃ، صدقات، چندہ، خیرات لے کر انہیں ثواب اور جنت کی خوشخبری اسے
دیے جیتے ہیں خواہ وہ یوہندی، یو یا بریلوی، شیعہ ہو یا قادیانی۔ انہیں اس سے غرض
نہیں۔ بس مال آنا چاہئے خواہ کہیں سے بھی آئے از مفسدان کے مہینے میں تو زکوٰۃ و
فطرہ اور بقرہ عید میں جہاد کے نام پر کھائیں جمع کرنے کے لئے تو ایک "جہاد" مبرا یا ہوتا
ہے۔ یعنی جن پر بدعتیہ کی وجہ سے زکوٰۃ و قربانی فرض نہیں، ان سے زکوٰۃ اور قربانی
کی کمال وصول کی جاتی ہے!

نبی ﷺ کی خواب میں زیارت کرنے سے متعلق شیخان فرمایا، ابجدیث کے
ناظم اعلیٰ علامہ سعید احمد یوسف ذی فرماتے ہیں:

"میرا یہ ایمان ہے کہ اول تو نبی کے خوابوں کے دعوے اور جھوٹے، کذاب،
مفسر، دجال کی اولاد اور شیطان کی ذریت ہیں۔ انہوں نے نبی کی ذات پر
جنتیں بنا رکھی ہیں۔ نبی ﷺ نے کسی کے خواب میں آتے ہیں اور نبی آسکتے ہیں،
ان افراد پر دوزخوں کے خوابوں میں اگر کوئی آیا ہے تو وہ انہیں لعین کے علاوہ

کوئی نہیں۔ اس نے افتراق امت، انتشار امت اور اختلاف امت اسی کے مشاغل
ہیں۔ تمام فرقوں کا بانی و مہمائی وہی ہے۔ وہی ان فرقوں کو قائم و آباد رکھنے کے لئے اور
قرآن و حدیث سے لوگوں کو دور رکھنے میں کوشاں ہے۔ وہی وحدت امت کا دشمن ہے
اور وہی یہ چاہتا ہے کہ امت مسلمہ کا افتراق بھی قائم نہ ہو، چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ
یوہندی کے خواب میں آ کر اسے یوہندی پر پخت کرتا ہے اور بریلوی کے خواب میں
آ کر اسے بریلوی پر پخت کرتا ہے۔ پھر اس کے یہ مقصود ہیں کہ اس کی تابعداری
کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے خواب میں بناب رسول اللہ ﷺ تشریف
لائے ہیں اور انہوں نے قس قلاں تعلیم دی۔ پھر ان خوابوں کو یہ لوگ "مسلمانوں کے
لئے ایک اہم واقعہ" یا اس جیسے دوسرے ناموں سے شائع کرتے ہیں۔" (۲)

لیکن ایک دوسرے علامہ صاحب (فضل الرحمن کلیم) نے دوسرے اہل بدعتوں کی
طرح اپنے اصناف کی طرف سے صرف نظر کر لیا۔ جس ذات کے متعلق علامہ
یوسف ذی ارشاد فرماتا ہے ہیں کہ وہ بریلویوں اور یوہندیوں کے خوابوں میں آ کر
انہیں باور کراتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور یہ یہ تعلیم دی،
وہ "ذات شریف" ان اہل بدعتوں کے گھر بھی تو تشریف لاتی ہے لیکن اس وقت یہ
ضمین کہا جاتا کہ انہوں نے شیطان کو خواب میں دیکھا۔ بلکہ اس وقت تو یہ کہا جاتا ہے
کہ

"مگر کوئی خواب کتاب و سنت کے مطابق ہے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے
مفسد کی زیارت نصیب کی لیکن اگر وہ اس کے خلاف ہے تو اس کو برا کرنا چاہئے
..... اور اگر مطابقت پائی جاتی ہو تو پھر نہ یاد و امکان اس بات کا ہے کہ انہوں نے
خواب میں حضور نبی کی زیارت کی ہے اور پڑے ہی خوش نصیب ہیں۔" (۳)

قادیانیوں کے خلاف کتاب لکھنے پر علامہ احسان الہی طبرص صاحب کے اپنے
تاثرات ملاحظہ ہوں: پڑھ کر اندازہ لگائیے کہ یہ کسی بریلوی و یوہندی کی غلو آمیز تحریر
ہے یا حدیث کے ایک عالم کی!

"اور شاید اس سے بھی خوشنودی" یہ ۱۹۹۷ء میں لکھا جاتا ہے جو عمر زینت پر عربی
مقالات کو جمع کرنے کے بعد قادیانیوں کے خلاف کتاب ۱۹۹۷ء کے رمضان مہاک کی کتابوں
شب مسجد نبوی کے پڑوسی میں اپنی کتاب "الغایات" کو مکمل کر کے مویا قہ کیا، کیا
ہوں، بحر گود دھائے سیم فحی لیوں پر لے، باب جہر سکن کے راستے کہ یا عربیہ علیہ
السلام میں یہ مسکن اسی باب تمام مسجد نبوی کے اندر داخل ہو جائیں، لیکن وہ اس طہر
کے سامنے پہنچ کر ٹھٹھک جاتا ہوں کہ آج خلاف "محول روضہ معنی کے دروازے و اچیں
اور پیر سے دار خندہ رواہ استقبالیہ انداز میں منتظر ہیں، بس اندر پڑھ جاتا ہوں کہ سامنے
سرور کو چین، رحمت عالم محمد اکرم ﷺ اور صحابہ اور زبانوں کے جہر مت میں صدیقی
اکبر اور فاروقی معتمد کی معیت میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ دل خوشیوں سے بھر جاتا اور
دماغ مسرتوں سے معمور ہو جاتا ہے اور جب میں وہ یہ کہ باہر لکھا ہوں تو وہ بان سے

سوال کرتے ہیں۔ یہ روزہ از سے روزہ ان کیوں نہیں کھاتے اور جواب ملتا ہے۔

”یہ روزہ از سے روزہ ان کیوں نہیں کھاتے۔“

”یہ روزہ از سے روزہ ان کیوں نہیں کھاتے۔“

اور آج کل کئی تو مسجد نبوی کے میدانوں سے یہ لکھ کر آنے لگے ہیں۔

الشہید ابن محمد بن رسول اللہ - الشہید ابن محمد بن رسول اللہ
اور میں جب میں نے مدینہ منورہ کی کے چار سو کو مآثرات یا تو انہوں نے فرمایا تمہیں
مبارک ہو کہ ختم نبوت کی چوکت کی چوکیداری میں قائم رہیں گے رب نے تمہاری
کامیابی کو پسند فرمایا ہے اور کون ہائے میرا رب اسے بھی رسالت مآب علیہ السلام کی
خدمت شمار فرمائے۔ (۱۰)

یہ تو ان علامہ صاحب کا اپنا واقعہ تھا۔ ابجدیشوں کی قریبائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے
بنیاب نے ”امیر النجادی بن سوانا ثقی علی“ کا واقعہ بیان کیا کہ انگریزوں نے ان کے
مکانات سمار کر اور ان کے بزرگوں کی قبریں بھی کھدوائیں۔ سخی علی کو جب
اس واقعے کا علم ہوا تو گھر والوں کو لکھا:

”تم جی شب و روز کائنات کی زیارت ہوئی۔ آپ نے قسم فرماتے ہو اس
آیت کریمہ کی صداقت فرمائی: وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمْ
مُصِيبَةٌ أَلَا لِلَّهِ وَإِلَيْهِ رُجُوعُهُمْ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِن رَّبِّهِمْ
وَرَحْمَةٌ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ۔ (۱۱)

ان کے اصناف میں سے ابو نعیم سیالکوٹی صاحب نے بھی قادیانیوں کے
غلاف ”شہادت القرآن“ نامی کتاب لکھی تھی جس میں رفع یمینی کو ثابت کرتے
ہوئے قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ انہیں خواب میں
نبی ﷺ کی طرف سے ایک کاغذ عطا کیا گیا جس پر لکھا تھا کہ یہی علیہ السلام ہے
عجب آسمان میں زندہ موجود ہیں اور وہ قیامت کے قریب ضرور اتریں گے۔ (۱۲)
صرف یہی نہیں بلکہ یہی علیہ السلام بھی ان کے خواب میں آکر ہر قادیانی کے
متعلق فرماتے ہیں کہ

”کوئی شخص کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جلد ہلاک کرے گا۔“ (۱۳)

ابجدیشوں کی تشاد بیانی و تشاد عقلی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ مفت روزہ
ابجدیش، لاہور اپنے سفر وری ۱۹۸۹ء کے شمارے میں ”سعودی علماء کبار کا مفت
فتویٰ“ شائع کرتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد امام کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور اس کے
چہچہے متقللوں کا بھی ہاتھ اٹھا کر آمین آمین کہنا کتاب و سنت سے ثابت نہیں، لہذا
”اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ قائل قبول اور مردود ہے۔“ (۱۴)

لیکن یہ خلاف سنت ”نا قابل قبول اور مردود“ عمل ابجدیشوں کی مسجدوں میں کثرت
سے دیکھنے میں آتا ہے۔ جس کے لئے وہ کہتے ہیں کہ

”ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے۔“ (۱۵)

”انہوں نے صرف فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جلدی یا دیر سے جائز

ہے۔“ (۱۶)

”اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے۔“ (۱۷)

”فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے۔“ (۱۸)

لیکن ان کے اپنے کچھ علماء اور ان کے محدثین و مفسرین علماء بھی اس کو بدعت قرار دیتے
ہیں

”کاتب بر فرض نماز کے بعد بلا شکر اور دعا یا شکر و دعا کرنا صریح بدعت

ہے۔“ (۱۹)

”فرض نماز کے بعد دعوت لانا اگر اجماعی دعا ہو وہ شرط ہے کہ اس صریح بدعت

ہے۔“ (۲۰)

”بعض لوگ فرض نماز کے بعد اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں یہ بدعت ہے جس کی کوئی

اسناد نہیں۔“ (۲۱)

حدیث پر عمل کرنے کے دعویداروں کا ایک دین یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ اپنے
عقیدے و عمل کے ثبوت کے لئے من گھڑت اور ضعیف روایات سے استدلال کرتے
میں بھی نہیں ہوتے۔ ان کے اکثر مشہور مسائیل کی بنیاد اسی قسم کی روایات پر ہے۔ ان
کے دنیوی قبر میں مردے کی روح کے لوٹ آئے، زندہ ہو کر زائرین کا سلام سن کر
جواب دینے کے عقائد کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے جن کی بنیاد ابن حبیل، ابن حریب، ابن قیم
وغیرہ کی بیان کردہ ضعیف اور موضوع روایات ہیں۔ نبی ﷺ کے ہر جگہ حاضر و ناظر
ہونے اور آپ کی روح کے کثرت کرنے کے بریلوی حقیقے کو رد کرتے ہوئے
ہندوستان میں مسلک ابجدیش کو رواج دینے والے میاں نذیر دہلوی صاحب مالک
سیاہن اور قبر میں درود سننے کی مضموع روایات سے استدلال کرتے ہوئے ثابت
کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر جگہ نہیں بلکہ اپنی قبر میں حاضر و ناظر ہیں اور ہمیں زائرین
کا درود و سلام سنتے ہیں۔ اسی حاضر ناظر کے مسئلے کے رد میں ”مفترت العظام
تحدث روحانی“ ہا ساریۃ الرحمن والی مضموع روایت سے استدلال کرتے
ہوئے ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ﷺ پر درود پڑھا رہا ہے جس طرح ہمارے
سارے نبی آواز پہنچا دیتی۔ (۲۲) انہوں نے یہ بتایا کہ یہ مضموع روایت سے
استدلال صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے ”شیخ الاسلام“ ابن تیمیہ نے بھی اپنے
رسالے ”الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان“ میں صحیحہ کرام و
دعویٰ کرامات کے جھوٹے قصے بیان کرتے ہوئے اسے بھی لکھا ہے۔ (۲۳) اور تو اور
ناصر الدین ابہالی صاحب دہلی نے ابجدیش آج کا مجدد و مجدد العصر اور نہ جانے
کیا کیا کہتے ہیں، وہ بھی اس جھوٹے قصے کو درست قرار دیتے ہیں۔ (۲۴)

لیکن بعض باتیں تو یہ ایسی بیان کر دیتے ہیں جس کے ثبوت میں کوئی مضموع
روایت بھی نہیں ہوتی مثال کے طور پر صادق سیالکوٹی صاحب کی کتاب ”صلوات
الرسول“ میں بیان کردہ وظائف۔ حالانکہ یہ وہ کتاب ہے جس کے مروج پر یہ
لٹاخی کی گئی ہے

(۱) امرایات اور علم میں ۲۳ ص ۲۴ ص ۲۵ ص ۲۶ ص ۲۷ ص ۲۸ ص ۲۹ ص ۳۰ ص ۳۱ ص ۳۲ ص ۳۳ ص ۳۴ ص ۳۵ ص ۳۶ ص ۳۷ ص ۳۸ ص ۳۹ ص ۴۰ ص ۴۱ ص ۴۲ ص ۴۳ ص ۴۴ ص ۴۵ ص ۴۶ ص ۴۷ ص ۴۸ ص ۴۹ ص ۵۰ ص ۵۱ ص ۵۲ ص ۵۳ ص ۵۴ ص ۵۵ ص ۵۶ ص ۵۷ ص ۵۸ ص ۵۹ ص ۶۰ ص ۶۱ ص ۶۲ ص ۶۳ ص ۶۴ ص ۶۵ ص ۶۶ ص ۶۷ ص ۶۸ ص ۶۹ ص ۷۰ ص ۷۱ ص ۷۲ ص ۷۳ ص ۷۴ ص ۷۵ ص ۷۶ ص ۷۷ ص ۷۸ ص ۷۹ ص ۸۰ ص ۸۱ ص ۸۲ ص ۸۳ ص ۸۴ ص ۸۵ ص ۸۶ ص ۸۷ ص ۸۸ ص ۸۹ ص ۹۰ ص ۹۱ ص ۹۲ ص ۹۳ ص ۹۴ ص ۹۵ ص ۹۶ ص ۹۷ ص ۹۸ ص ۹۹ ص ۱۰۰ ص ۱۰۱ ص ۱۰۲ ص ۱۰۳ ص ۱۰۴ ص ۱۰۵ ص ۱۰۶ ص ۱۰۷ ص ۱۰۸ ص ۱۰۹ ص ۱۱۰ ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ ص ۱۱۳ ص ۱۱۴ ص ۱۱۵ ص ۱۱۶ ص ۱۱۷ ص ۱۱۸ ص ۱۱۹ ص ۱۲۰ ص ۱۲۱ ص ۱۲۲ ص ۱۲۳ ص ۱۲۴ ص ۱۲۵ ص ۱۲۶ ص ۱۲۷ ص ۱۲۸ ص ۱۲۹ ص ۱۳۰ ص ۱۳۱ ص ۱۳۲ ص ۱۳۳ ص ۱۳۴ ص ۱۳۵ ص ۱۳۶ ص ۱۳۷ ص ۱۳۸ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰ ص ۱۴۱ ص ۱۴۲ ص ۱۴۳ ص ۱۴۴ ص ۱۴۵ ص ۱۴۶ ص ۱۴۷ ص ۱۴۸ ص ۱۴۹ ص ۱۵۰ ص ۱۵۱ ص ۱۵۲ ص ۱۵۳ ص ۱۵۴ ص ۱۵۵ ص ۱۵۶ ص ۱۵۷ ص ۱۵۸ ص ۱۵۹ ص ۱۶۰ ص ۱۶۱ ص ۱۶۲ ص ۱۶۳ ص ۱۶۴ ص ۱۶۵ ص ۱۶۶ ص ۱۶۷ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ ص ۱۷۰ ص ۱۷۱ ص ۱۷۲ ص ۱۷۳ ص ۱۷۴ ص ۱۷۵ ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸ ص ۱۷۹ ص ۱۸۰ ص ۱۸۱ ص ۱۸۲ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ ص ۱۸۵ ص ۱۸۶ ص ۱۸۷ ص ۱۸۸ ص ۱۸۹ ص ۱۹۰ ص ۱۹۱ ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۴ ص ۱۹۵ ص ۱۹۶ ص ۱۹۷ ص ۱۹۸ ص ۱۹۹ ص ۲۰۰ ص ۲۰۱ ص ۲۰۲ ص ۲۰۳ ص ۲۰۴ ص ۲۰۵ ص ۲۰۶ ص ۲۰۷ ص ۲۰۸ ص ۲۰۹ ص ۲۱۰ ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ ص ۲۱۳ ص ۲۱۴ ص ۲۱۵ ص ۲۱۶ ص ۲۱۷ ص ۲۱۸ ص ۲۱۹ ص ۲۲۰ ص ۲۲۱ ص ۲۲۲ ص ۲۲۳ ص ۲۲۴ ص ۲۲۵ ص ۲۲۶ ص ۲۲۷ ص ۲۲۸ ص ۲۲۹ ص ۲۳۰ ص ۲۳۱ ص ۲۳۲ ص ۲۳۳ ص ۲۳۴ ص ۲۳۵ ص ۲۳۶ ص ۲۳۷ ص ۲۳۸ ص ۲۳۹ ص ۲۴۰ ص ۲۴۱ ص ۲۴۲ ص ۲۴۳ ص ۲۴۴ ص ۲۴۵ ص ۲۴۶ ص ۲۴۷ ص ۲۴۸ ص ۲۴۹ ص ۲۵۰ ص ۲۵۱ ص ۲۵۲ ص ۲۵۳ ص ۲۵۴ ص ۲۵۵ ص ۲۵۶ ص ۲۵۷ ص ۲۵۸ ص ۲۵۹ ص ۲۶۰ ص ۲۶۱ ص ۲۶۲ ص ۲۶۳ ص ۲۶۴ ص ۲۶۵ ص ۲۶۶ ص ۲۶۷ ص ۲۶۸ ص ۲۶۹ ص ۲۷۰ ص ۲۷۱ ص ۲۷۲ ص ۲۷۳ ص ۲۷۴ ص ۲۷۵ ص ۲۷۶ ص ۲۷۷ ص ۲۷۸ ص ۲۷۹ ص ۲۸۰ ص ۲۸۱ ص ۲۸۲ ص ۲۸۳ ص ۲۸۴ ص ۲۸۵ ص ۲۸۶ ص ۲۸۷ ص ۲۸۸ ص ۲۸۹ ص ۲۹۰ ص ۲۹۱ ص ۲۹۲ ص ۲۹۳ ص ۲۹۴ ص ۲۹۵ ص ۲۹۶ ص ۲۹۷ ص ۲۹۸ ص ۲۹۹ ص ۳۰۰ ص ۳۰۱ ص ۳۰۲ ص ۳۰۳ ص ۳۰۴ ص ۳۰۵ ص ۳۰۶ ص ۳۰۷ ص ۳۰۸ ص ۳۰۹ ص ۳۱۰ ص ۳۱۱ ص ۳۱۲ ص ۳۱۳ ص ۳۱۴ ص ۳۱۵ ص ۳۱۶ ص ۳۱۷ ص ۳۱۸ ص ۳۱۹ ص ۳۲۰ ص ۳۲۱ ص ۳۲۲ ص ۳۲۳ ص ۳۲۴ ص ۳۲۵ ص ۳۲۶ ص ۳۲۷ ص ۳۲۸ ص ۳۲۹ ص ۳۳۰ ص ۳۳۱ ص ۳۳۲ ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ ص ۳۳۵ ص ۳۳۶ ص ۳۳۷ ص ۳۳۸ ص ۳۳۹ ص ۳۴۰ ص ۳۴۱ ص ۳۴۲ ص ۳۴۳ ص ۳۴۴ ص ۳۴۵ ص ۳۴۶ ص ۳۴۷ ص ۳۴۸ ص ۳۴۹ ص ۳۵۰ ص ۳۵۱ ص ۳۵۲ ص ۳۵۳ ص ۳۵۴ ص ۳۵۵ ص ۳۵۶ ص ۳۵۷ ص ۳۵۸ ص ۳۵۹ ص ۳۶۰ ص ۳۶۱ ص ۳۶۲ ص ۳۶۳ ص ۳۶۴ ص ۳۶۵ ص ۳۶۶ ص ۳۶۷ ص ۳۶۸ ص ۳۶۹ ص ۳۷۰ ص ۳۷۱ ص ۳۷۲ ص ۳۷۳ ص ۳۷۴ ص ۳۷۵ ص ۳۷۶ ص ۳۷۷ ص ۳۷۸ ص ۳۷۹ ص ۳۸۰ ص ۳۸۱ ص ۳۸۲ ص ۳۸۳ ص ۳۸۴ ص ۳۸۵ ص ۳۸۶ ص ۳۸۷ ص ۳۸۸ ص ۳۸۹ ص ۳۹۰ ص ۳۹۱ ص ۳۹۲ ص ۳۹۳ ص ۳۹۴ ص ۳۹۵ ص ۳۹۶ ص ۳۹۷ ص ۳۹۸ ص ۳۹۹ ص ۴۰۰ ص ۴۰۱ ص ۴۰۲ ص ۴۰۳ ص ۴۰۴ ص ۴۰۵ ص ۴۰۶ ص ۴۰۷ ص ۴۰۸ ص ۴۰۹ ص ۴۱۰ ص ۴۱۱ ص ۴۱۲ ص ۴۱۳ ص ۴۱۴ ص ۴۱۵ ص ۴۱۶ ص ۴۱۷ ص ۴۱۸ ص ۴۱۹ ص ۴۲۰ ص ۴۲۱ ص ۴۲۲ ص ۴۲۳ ص ۴۲۴ ص ۴۲۵ ص ۴۲۶ ص ۴۲۷ ص ۴۲۸ ص ۴۲۹ ص ۴۳۰ ص ۴۳۱ ص ۴۳۲ ص ۴۳۳ ص ۴۳۴ ص ۴۳۵ ص ۴۳۶ ص ۴۳۷ ص ۴۳۸ ص ۴۳۹ ص ۴۴۰ ص ۴۴۱ ص ۴۴۲ ص ۴۴۳ ص ۴۴۴ ص ۴۴۵ ص ۴۴۶ ص ۴۴۷ ص ۴۴۸ ص ۴۴۹ ص ۴۵۰ ص ۴۵۱ ص ۴۵۲ ص ۴۵۳ ص ۴۵۴ ص ۴۵۵ ص ۴۵۶ ص ۴۵۷ ص ۴۵۸ ص ۴۵۹ ص ۴۶۰ ص ۴۶۱ ص ۴۶۲ ص ۴۶۳ ص ۴۶۴ ص ۴۶۵ ص ۴۶۶ ص ۴۶۷ ص ۴۶۸ ص ۴۶۹ ص ۴۷۰ ص ۴۷۱ ص ۴۷۲ ص ۴۷۳ ص ۴۷۴ ص ۴۷۵ ص ۴۷۶ ص ۴۷۷ ص ۴۷۸ ص ۴۷۹ ص ۴۸۰ ص ۴۸۱ ص ۴۸۲ ص ۴۸۳ ص ۴۸۴ ص ۴۸۵ ص ۴۸۶ ص ۴۸۷ ص ۴۸۸ ص ۴۸۹ ص ۴۹۰ ص ۴۹۱ ص ۴۹۲ ص ۴۹۳ ص ۴۹۴ ص ۴۹۵ ص ۴۹۶ ص ۴۹۷ ص ۴۹۸ ص ۴۹۹ ص ۵۰۰ ص ۵۰۱ ص ۵۰۲ ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ ص ۵۰۵ ص ۵۰۶ ص ۵۰۷ ص ۵۰۸ ص ۵۰۹ ص ۵۱۰ ص ۵۱۱ ص ۵۱۲ ص ۵۱۳ ص ۵۱۴ ص ۵۱۵ ص ۵۱۶ ص ۵۱۷ ص ۵۱۸ ص ۵۱۹ ص ۵۲۰ ص ۵۲۱ ص ۵۲۲ ص ۵۲۳ ص ۵۲۴ ص ۵۲۵ ص ۵۲۶ ص ۵۲۷ ص ۵۲۸ ص ۵۲۹ ص ۵۳۰ ص ۵۳۱ ص ۵۳۲ ص ۵۳۳ ص ۵۳۴ ص ۵۳۵ ص ۵۳۶ ص ۵۳۷ ص ۵۳۸ ص ۵۳۹ ص ۵۴۰ ص ۵۴۱ ص ۵۴۲ ص ۵۴۳ ص ۵۴۴ ص ۵۴۵ ص ۵۴۶ ص ۵۴۷ ص ۵۴۸ ص ۵۴۹ ص ۵۵۰ ص ۵۵۱ ص ۵۵۲ ص ۵۵۳ ص ۵۵۴ ص ۵۵۵ ص ۵۵۶ ص ۵۵۷ ص ۵۵۸ ص ۵۵۹ ص ۵۶۰ ص ۵۶۱ ص ۵۶۲ ص ۵۶۳ ص ۵۶۴ ص ۵۶۵ ص ۵۶۶ ص ۵۶۷ ص ۵۶۸ ص ۵۶۹ ص ۵۷۰ ص ۵۷۱ ص ۵۷۲ ص ۵۷۳ ص ۵۷۴ ص ۵۷۵ ص ۵۷۶ ص ۵۷۷ ص ۵۷۸ ص ۵۷۹ ص ۵۸۰ ص ۵۸۱ ص ۵۸۲ ص ۵۸۳ ص ۵۸۴ ص ۵۸۵ ص ۵۸۶ ص ۵۸۷ ص ۵۸۸ ص ۵۸۹ ص ۵۹۰ ص ۵۹۱ ص ۵۹۲ ص ۵۹۳ ص ۵۹۴ ص ۵۹۵ ص ۵۹۶ ص ۵۹۷ ص ۵۹۸ ص ۵۹۹ ص ۶۰۰ ص ۶۰۱ ص ۶۰۲ ص ۶۰۳ ص ۶۰۴ ص ۶۰۵ ص ۶۰۶ ص ۶۰۷ ص ۶۰۸ ص ۶۰۹ ص ۶۱۰ ص ۶۱۱ ص ۶۱۲ ص ۶۱۳ ص ۶۱۴ ص ۶۱۵ ص ۶۱۶ ص ۶۱۷ ص ۶۱۸ ص ۶۱۹ ص ۶۲۰ ص ۶۲۱ ص ۶۲۲ ص ۶۲۳ ص ۶۲۴ ص ۶۲۵ ص ۶۲۶ ص ۶۲۷ ص ۶۲۸ ص ۶۲۹ ص ۶۳۰ ص ۶۳۱ ص ۶۳۲ ص ۶۳۳ ص ۶۳۴ ص ۶۳۵ ص ۶۳۶ ص ۶۳۷ ص ۶۳۸ ص ۶۳۹ ص ۶۴۰ ص ۶۴۱ ص ۶۴۲ ص ۶۴۳ ص ۶۴۴ ص ۶۴۵ ص ۶۴۶ ص ۶۴۷ ص ۶۴۸ ص ۶۴۹ ص ۶۵۰ ص ۶۵۱ ص ۶۵۲ ص ۶۵۳ ص ۶۵۴ ص ۶۵۵ ص ۶۵۶ ص ۶۵۷ ص ۶۵۸ ص ۶۵۹ ص ۶۶۰ ص ۶۶۱ ص ۶۶۲ ص ۶۶۳ ص ۶۶۴ ص ۶۶۵ ص ۶۶۶ ص ۶۶۷ ص ۶۶۸ ص ۶۶۹ ص ۶۷۰ ص ۶۷۱ ص ۶۷۲ ص ۶۷۳ ص ۶۷۴ ص ۶۷۵ ص ۶۷۶ ص ۶۷۷ ص ۶۷۸ ص ۶۷۹ ص ۶۸۰ ص ۶۸۱ ص ۶۸۲ ص ۶۸۳ ص ۶۸۴ ص ۶۸۵ ص ۶۸۶ ص ۶۸۷ ص ۶۸۸ ص ۶۸۹ ص ۶۹۰ ص ۶۹۱ ص ۶۹۲ ص ۶۹۳ ص ۶۹۴ ص ۶۹۵ ص ۶۹۶ ص ۶۹۷ ص ۶۹۸ ص ۶۹۹ ص ۷۰۰ ص ۷۰۱ ص ۷۰۲ ص ۷۰۳ ص ۷۰۴ ص ۷۰۵ ص ۷۰۶ ص ۷۰۷ ص ۷۰۸ ص ۷۰۹ ص ۷۱۰ ص ۷۱۱ ص ۷۱۲ ص ۷۱۳ ص ۷۱۴ ص ۷۱۵ ص ۷۱۶ ص ۷۱۷ ص ۷۱۸ ص ۷۱۹ ص ۷۲۰ ص ۷۲۱ ص ۷۲۲ ص ۷۲۳ ص ۷۲۴ ص ۷۲۵ ص ۷۲۶ ص ۷۲۷ ص ۷۲۸ ص ۷۲۹ ص ۷۳۰ ص ۷۳۱ ص ۷۳۲ ص ۷۳۳ ص ۷۳۴ ص ۷۳۵ ص ۷۳۶ ص ۷۳۷ ص ۷۳۸ ص ۷۳۹ ص ۷۴۰ ص ۷۴۱ ص ۷۴۲ ص ۷۴۳ ص ۷۴۴ ص ۷۴۵ ص ۷۴۶ ص ۷۴۷ ص ۷۴۸ ص ۷۴۹ ص ۷۵۰ ص ۷۵۱ ص ۷۵۲ ص ۷۵۳ ص ۷۵۴ ص ۷۵۵ ص ۷۵۶ ص ۷۵۷ ص ۷۵۸ ص ۷۵۹ ص ۷۶۰ ص ۷۶۱ ص ۷۶۲ ص ۷۶۳ ص ۷۶۴ ص ۷۶۵ ص ۷۶۶ ص ۷۶۷ ص ۷۶۸ ص ۷۶۹ ص ۷۷۰ ص ۷۷۱ ص ۷۷۲ ص ۷۷۳ ص ۷۷۴ ص ۷۷۵ ص ۷۷۶ ص ۷۷۷ ص ۷۷۸ ص ۷۷۹ ص ۷۸۰ ص ۷۸۱ ص ۷۸۲ ص ۷۸۳ ص ۷۸۴ ص ۷۸۵ ص ۷۸۶ ص ۷۸۷ ص ۷۸۸ ص ۷۸۹ ص ۷۹۰ ص ۷۹۱ ص ۷۹۲ ص ۷۹۳ ص ۷۹۴ ص ۷۹۵ ص ۷۹۶ ص ۷۹۷ ص ۷۹۸ ص ۷۹۹ ص ۸۰۰ ص ۸۰۱ ص ۸۰۲ ص ۸۰۳ ص ۸۰۴ ص ۸۰۵ ص ۸۰۶ ص ۸۰۷ ص ۸۰۸ ص ۸۰۹ ص ۸۱۰ ص ۸۱۱ ص ۸۱۲ ص ۸۱۳ ص ۸۱۴ ص ۸۱۵ ص ۸۱۶ ص ۸۱۷ ص ۸۱۸ ص ۸۱۹ ص ۸۲۰ ص ۸۲۱ ص ۸۲۲ ص ۸۲۳ ص ۸۲۴ ص ۸۲۵ ص ۸۲۶ ص ۸۲۷ ص ۸۲۸ ص ۸۲۹ ص ۸۳۰ ص ۸۳۱ ص ۸۳۲ ص ۸۳۳ ص ۸۳۴ ص ۸۳۵ ص ۸۳۶ ص ۸۳۷ ص ۸۳۸ ص ۸۳۹ ص ۸۴۰ ص ۸۴۱ ص ۸۴۲ ص ۸۴۳ ص ۸۴۴ ص ۸۴۵ ص ۸۴۶ ص ۸۴۷ ص ۸۴۸ ص ۸۴۹ ص ۸۵۰ ص ۸۵۱ ص ۸۵۲ ص ۸۵۳ ص ۸۵۴ ص ۸۵۵ ص ۸۵۶ ص ۸۵۷ ص ۸۵۸ ص ۸۵۹ ص ۸۶۰ ص ۸۶۱ ص ۸۶۲ ص ۸۶۳ ص ۸۶۴ ص ۸۶۵ ص ۸۶۶ ص ۸۶۷ ص ۸۶۸ ص ۸۶۹ ص ۸۷۰ ص ۸۷۱ ص ۸۷۲ ص ۸۷۳ ص ۸۷۴ ص ۸۷۵ ص ۸۷۶ ص ۸۷۷ ص ۸۷۸ ص ۸۷۹ ص ۸۸۰ ص ۸۸۱ ص ۸۸۲ ص ۸۸۳ ص ۸۸۴ ص ۸۸۵ ص ۸۸۶ ص ۸۸۷ ص ۸۸۸ ص ۸۸۹ ص ۸۹۰ ص ۸۹۱ ص ۸۹۲ ص ۸۹۳ ص ۸۹۴ ص ۸۹۵ ص ۸۹۶ ص ۸۹۷ ص ۸۹۸ ص ۸۹۹ ص ۹۰۰ ص ۹۰۱ ص ۹۰۲ ص ۹۰۳ ص ۹۰۴ ص ۹۰۵ ص ۹۰۶ ص ۹۰۷ ص ۹۰۸ ص ۹۰۹ ص ۹۱۰ ص ۹۱۱ ص ۹۱۲ ص ۹۱۳ ص ۹۱۴ ص ۹۱۵ ص ۹۱۶ ص ۹۱۷ ص ۹۱۸ ص ۹۱۹ ص ۹۲۰ ص ۹۲۱ ص ۹۲۲ ص ۹۲۳ ص ۹۲۴ ص ۹۲۵ ص ۹۲۶ ص ۹۲۷ ص ۹۲۸ ص ۹۲۹ ص ۹۳۰ ص ۹۳۱ ص ۹۳۲ ص ۹۳۳ ص ۹۳۴ ص ۹۳۵ ص ۹۳۶ ص ۹۳۷ ص ۹۳۸ ص ۹۳۹ ص ۹۴۰ ص ۹۴۱ ص ۹۴۲ ص ۹۴۳ ص ۹۴۴ ص ۹۴۵ ص ۹۴۶ ص ۹۴۷ ص ۹۴۸ ص ۹۴۹ ص ۹۵۰ ص ۹۵۱ ص ۹۵۲ ص ۹۵۳ ص ۹۵۴ ص ۹۵۵ ص ۹۵۶ ص ۹۵۷ ص ۹۵۸ ص ۹۵۹ ص ۹۶۰ ص ۹۶۱ ص ۹۶۲ ص ۹۶۳ ص ۹۶۴ ص ۹۶۵ ص ۹۶۶ ص ۹۶۷ ص ۹۶۸ ص ۹۶۹ ص ۹۷۰ ص ۹۷۱ ص ۹۷۲ ص ۹۷۳ ص ۹۷۴ ص ۹۷۵ ص ۹۷۶ ص ۹۷۷ ص ۹۷۸ ص ۹۷۹ ص ۹۸۰ ص ۹۸۱ ص ۹۸۲ ص ۹۸۳ ص ۹۸۴ ص ۹۸۵ ص ۹۸۶ ص ۹۸۷ ص ۹۸۸ ص ۹۸۹ ص ۹۹۰ ص ۹۹۱ ص ۹۹۲ ص ۹۹۳ ص ۹۹۴ ص ۹۹۵ ص ۹۹۶ ص ۹۹۷ ص ۹۹۸ ص ۹۹۹ ص ۱۰۰۰ ص

اس کے بعد ”محقق کے شہر سے پہنچنے کا حصار“ اور ”فرائی رزق کے اعمال“ کے فوائد پر ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث پر عمل کرنے کے وعوید اوروں کا خلاف حدیث ایک عمل ان کا خود کو
 "المحدیث" کہلاتا بھی ہے۔ ان کے علماء اپنی تحریروں اور تقریروں میں اس بات کو
 درست ثابت کرنے پر پورا زور صرف کر دیتے ہیں۔ یہ ان تمام آیات جن میں لفظ
 "حدیث" آیا ہے، اور نبی ﷺ کے وہ فرامین جن میں لفظ "حدیث" استعمال ہوا
 ہے، سے استدلال کرتے ہوئے خود کو "المحدیث" کہلاتا درست جانتے ہیں اور ان
 کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنے مسلک کو *مسئلہ من اللہ اللہ کی طرف سے*
 نازل شدہ جانتے ہیں۔ (۲) اور یہ کہ

”قرآن کا نام بھی حدیث سے اور اللہ کے رسول کی زبان مبارک سے نکلے ہوئی بات ہے
 کا نام بھی حدیث ہے تو اہل حدیث کی نسبت ہوئی اس امر پر جسے کی طرف جو اللہ اور اس
 کے رسول ﷺ کی طرف سے چھوٹا ہے اور انہی مرتبہ شمول کے اثرات اہل حدیث
 حضرات میں پائے جاتے ہیں۔“ (۴)

”اللہ حدیث کا نام رکھنے کی معقول وجہ یہ تھی کہ حدیث کا لفظ قرآن و حدیث پر
 مشترک ہے لہذا جاتا ہے۔“ (۵)

2

”یہ تمام کن چاہیہ القادسیہ اور باور مالٹ سے ملا ہے۔ سکا۔ واما جھین اور تیج جہا جھین
سب اہل حدیث کہلاتے تھے۔“ (۱۰۱)

لیکن افسوس کہ یہ "معتقول وجہ" صحابہؓ کی سمجھ میں نہ آئی جو ان دنوں قسم کی حدیثوں اور امامی فرمان و احکام پر ہمارے ذہن کی قفل کرتے رہے۔ انہیوں نے کبھی خود کو اہلحدیث نہیں کہلوایا۔ وہ اسی نام پر قائل رہے جو اللہ نے ان کے لئے تجویز کیا یعنی "مسلم" (صحیح مسلم)۔ جو لوگ سچا بہ کا طریقہ چھوڑ دیں، بغیر سبیل المؤمنین کی اتباع کریں (مسلم) تو کیا ان کا مالانا علیہ و اسحابی ہونے اور منہج صحابہ پر ہونے کا دعویٰ درست ہو سکتا ہے؟ نیز کلام الہی میں قرآن کے لئے آنے والے لفظ "حدیث" سے استدلال کرتے ہوئے خود کو اہلحدیث کہلانے والے بتائیں کہ قرآن مجید میں اللہ نے قرآن کو "الذکر" اور "الکتاب" بھی کہا ہے، تو کیا قرآن کو ماننے کا دعویٰ کرنے والا اپنا نام "اہل ذکر" یا "اہل کتاب" تو قیہ بھی رکھ سکتا ہے؟

قرآن وحدیث پڑھنے کرنے کے دعویداروں کا قرآن وحدیث کے ہی خلاف ایک عمل دین کو پیشہ بنانا بھی ہے۔ شاید ہی کوئی اہلحدیث امام ومؤذن، معلم ومدرس اور مکتب خوں ایسا ہو جو تہماز پڑھانے، اذان دینے، قرآن پڑھانے، دین کی تعلیم دینے اور نکاح پڑھانے کی اجازت نہ وصول کرتا ہو حالانکہ قرآن وحدیث کی رو سے ایسا کرتا ناجائز اور حرام ہے۔ (ج۱)

$$(F)_{\mathbb{R}} \otimes_{\mathbb{R}}^L (F)_{\mathbb{R}} \otimes_{\mathbb{R}}^L (F)_{\mathbb{R}} \cong 0$$

یہ مضمون اس وقت تک نامکمل رہے گا جب تک کہ ان الحمد للہ کی کرامات کا ذکر نہ کیا جائے۔ ایک الحمد للہ عالم عبدالحمید سوہدروی جو ابھریشوں کے سابقوں الاولیاء میں سے مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے شاگرد ہیں، اپنی کتاب ”کرامات ابجدیہ“ میں لکھتے ہیں:

”چونکہ کرامات کا مشہور عام طور پر اولیاء اللہ ہی سے ظہور پذیر ہوتا ہے، اس لئے عوام میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ جماعت ابجدیہ میں کوئی ولی نہیں ہوا، اسی لئے تو وہ کرامات کو مانستے ہیں اور زمان میں کوئی اہل کرامت ہوا ہے۔ ابجدیہ جو تک عام طور پر جوہرے ولیوں کی کرامت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی استدلالی و عقلی حرکات کو کرامت قرار نہیں دیتے، اس لئے عوام بھی ان سے بدگمان ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ ہی کے مکر ہیں اور ان کی کرامات کے بھی قائل نہیں ہیں۔ مصلحت جماعت ابجدیہ میں ہے جو افراد اہل کرامت ہوئے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے معجزات ابجدیہ میں اہل کرامت ہوئے ہیں، اتنے کسی اور جماعت میں نہیں ہوئے۔“

[ص ۱۱۰]

”حقیقۃ السلفیہ“ کے نام سے ترجمہ کی جانے والی ایسی ہی یہ کتاب ”حقیقۃ الواسطیہ“ میں لکھا ہے کہ:

”اور اہل سنت کے اصولوں میں سے ہے کہ وہ اولیاء کی کرامات اور جو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر خارق عادت ظاہر کرتے ہیں، وہ ان سب کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور کرامات علوم اور مکاشف کی قسم سے ہوں یا قدرت کے اور معجزات کی قسم سے، اور ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو پہلی باتوں کے حقائق سورۃ کہف و غفرہ میں مذکور ہیں یا ان امت کے پہلے لوگوں صحابہ اور تابعین سے اور ان کے بعد امت کے مختلف افراد سے صادر ہوئی ہوں اور وہ اس امت میں قیامت تک باقی رہیں گی۔ (ص ۲۰۲، ۲۰۳)

جی گوندلوی صاحب کہتے ہیں:

”ہم بلاشبہ اولیاء اللہ سے سزا دہی کرامات کو جو صحیح نقل کے ساتھ ثابت ہوں تسلیم کرتے ہیں مگر کرامات کو کتاب و سنت کے تراویح میں لیتے ہیں۔ اگر وہ عقیدہ اسلام کے موافق ہیں تو قابل قبول و نہ ہم سے شعبہ دہائی یا پھر کتبہ پمچول کر کے ترک کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ قرآن و حدیث کے بعض حصوں کے جو خلاف ہے وہ کرامات نہیں۔“ (عقیدۃ ابجدیہ، ص ۳۱۰)

ڈرا گوندلوی صاحب اور ان کے متعلقین اپنی اس ترازو میں قول کر جاتے ہیں کہ ابجدیہ ”اولیاء“ کی درج ذیل کرامات قرآن کی کسی آیت اور رسول ﷺ کی کسی حدیث کے مضمون کی موافقت کر رہی ہیں:

۱۔ مولوی عبدالرحمن گھنوی صاحب جج کے لئے روانہ ہوئے اور جہاز کا تخت خرید لیا۔ جہاز چلنے کو تھا کہ آپ نے منع کر دیا اور گھٹ و اچس کر دیا۔ ایک نئے بعد دوسرے جہاز کا تخت خرید اللہ اس کے چلنے سے پہلے اس کا تخت بھی واپس کر دیا۔ پھر تیسرے جہاز پر سوار ہو کر چند پہنچے۔ وہاں جا کر ہر دیوں کو معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جہازوں میں بیماری پھیل گئی اور حکومت نے دوسری جگہ بھی رک دیا۔ (کرامات ابجدیہ، ص ۱۳)

۲۔ مولوی نظام رسول قلعوی صاحب مقدمہ میاں سکھ میں ایک قلم سے حمایت افواہ ہے تھے۔ اس نے شکاری کی حضور میرا بیٹا کی سال سے باہر کیا ہوا ہے جس کا میں کچھ نہ جانتا کہ کہاں ہے، نہ نہ ہونے یا مر گیا ہے، اس ایک ہی دن تھا۔ اس کے مگر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں۔ آپ تجھ کو ذی ویر غاموش رہے پھر فرمایا، میاں وہ تو گھر بیٹا ہے۔

اور وہی گھبراہٹ ہے، نہ تو چنگ جا کر دیکھ لو، جہاز گھر گیا تو جی بی بی وانا آیا ہوا تھا اور گھانا گھبراہٹ سے دیکھنے سے باز رہا، چھوڑا اس نے کہ کراچی اچھی اچھی میں گھر متحدہ میں تھا۔ معلوم نہیں کچھ کیا ہوا اور کیونکر طرف زمین میں یہاں پہنچ گیا۔ (ایضاً ص ۱۳۳)

۳۔ ”مولوی عیوب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۱۵ء میں جب حضرت قیام معلوم صاحب مرحوم ابجدیہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دل و دینا لے کر لیتے تھے تو سر نہلا جانے کے لئے قاضی محمد سلیمان کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت قیام معلوم صاحب روضہ حضرت محمد الف جعفری پر سراجہ کے لئے بیٹھے تو قاضی کی دلی میں لہا کہ شاید ان کے زکویا نے آپ میں کوئی ماری کی بات کہی ہو، میں سے الگ ہو جانا چاہئے۔ اچھی آپ اپنے ہی میں یہ خیال کر کے گئے تھے کہ حضرت محمد الف جعفری نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تم سے روز میں نہیں رکھنا چاہئے، مولوی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے کہ لیا اور فرمایا کہ یہ مقدمہ قیام معلوم کا نہیں بلکہ میرا ہی کا ہے۔“ (ایضاً ص ۱۹۰)

۴۔ ”میرزا عبد اللہ المعروف تمام فی الربانی سوہدروی کا بیان ہے کہ ایک بار ایک شخص نے عبداللہ غازی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میں سے پیادہ بن کر ایک چٹھی لکھی تھی جو راستے میں پڑی تھی، دیکھ کر میں نے کھڑکی ملازم ہوں اور وہ چٹھی میرے دفتر میں کے پاس پہنچی تھی، میں نے اب کچھ پر مقدمہ چلے گا اور نہ صرف ملازمت میں سے برطرف کر دیا جاؤں گا بلکہ سنت و راہی بھی دینی جائیگی، خدا کے لئے دعا کیجئے اور مجھے اس مصیبت سے بچا لے۔ مولوی صاحب نے کہ میرے سامنے عبداللہ صاحب نے سراجہ کی اور کچھ عرصے کے بعد سراجہ اور بی بی، غرض سے وہ چٹھی نکال کر اس غم کو دئی اور پوچھا کہ کیا یہی ہے؟ اس نے کہا ہاں حضور میں نے جس کی بنا پر مقدمہ چل سکتا ہے، آپ نے فرمایا جلاوا اب مقدمہ نہیں چل سکتا۔ چنانچہ اب مقدمہ چلنے لگا اور وہ امر میری چٹھی پیش نہیں کر سکا تو مجھے بری کر دیا گیا۔“

(ایضاً ص ۲۰۶)

۵۔ ایک نواب صاحب کی بیٹی خیرت بیگم، اس نے مولوی محمد سلیمان روزہی سے ہم کرانے کے لئے آئی تھی۔ مولوی صاحب جاسٹ کے لئے تیار ہوئے، سواری منگوائی گئی۔ وہاں آیا اب چائے منسوب ہے لڑکی کا تو اشتعال ہو گیا ہے، چنانچہ آدھی شب واپس لیا تو معلوم ہوا کہ لکھنؤ آئی وقت شب مولوی صاحب نے فرمایا تھا، اس کی روح نفس غصہ کی سے پرہیز کر گئی تھی۔ (ایضاً ص ۲۰۸)

یہ صرف پانچ ”کرامات“ ہیں ورنہ اس کتاب میں ان ”پانچ تن“ کے ایسے پچاس سے زیادہ واقعات ہیں۔ مزید یہ کہ مؤلف صاحب آخری سطر میں لکھتے ہیں: ”مگر یہ کرامات ابجدیہ کے حتم میں بہت سے بزرگوں کی کرامات میرے پاس جمع ہوئی ہیں، مگر حال ہی میں پڑا تھا کہ یہاں سے یا رزق و حجت پائی۔“

اپنے مسلک کو منزلی من اللہ اور سچ صحابہ قرار دیتے، خود کو مالہ علیہ جراحہ کا مصداق سمجھتے اور اپنی جماعت کو نہایت یافتہ ماننے کے دعوے کرتے ہیں کہ گزشتہ صفحات کے مرقومات ان کے دعوے کو سچ ثابت کرتے ہیں یا باطل ظہور کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ گروہی و مسلکی تعصبات کی عینک اتار کر، صریح فریب کاری اور تشادات پر مبنی اس صورتحال پر سنجیدگی و ہوشیاری کے ساتھ فوراً غور کر کے کتاب و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے عقائد کی اصلاح کر کے سچ راہ عمل اختیار کرنے کی ہمت و جرات سے نوازے! آمین

مُوسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ

گزشتہ سے پیوستہ۔

نسیم الدین خرم

حق و باطل کی اس معرکہ آرائی میں ہمارے سامنے دو مختصراً ذکر اور ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ایک طرف یہودی قارون ہے جو مال و زر کی ہوس کا شکار ہو کر اپنی قوم سے کٹ جاتا ہے اور فرعون و ہامان وغیرہ کا دوست و بازو بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھوٹ ملنے پر فخر و ریاض میں حد سے گزر جاتا ہے۔ انجام کار اللہ کے عذاب کا گواہ رہتا ہے۔ اپنے غزنائوں کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا جاتا ہے اور دنیا والوں کے لئے عبرت نگاہی کا سامان بن جاتا ہے۔ دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ یہ ہے ان غزنائوں کی حقیقت جن پر وہ اتراتا تھا اور دوسری طرف قوم فرعون کا "مرد مومن" ہے جو ایمان لا کر یورپی طرح حق کا ساتھ دیتا ہے۔ حکمت کے ساتھ موقع اور محل کے لحاظ سے جابر حکمران کو کمر و فریب اور ظلم میں حد سے تجاوز کرنے پر بھرے دربار میں نوکارتا ہے، نتائج سے بے پرواہ ہو کر مجاہدات انداز میں فرعون اور اس کے درباریوں کو ہتھیوڑتا ہے اور ان کو آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ اس کی نگہ انداز اور معرکتہ الآراء تقریر سورۃ المؤمن کے تقریباً دو رکوع پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ اس "رجل مومن" کی شخصیت صبر و استقامت اور توکل علی اللہ کے داعیات و اوصاف کے حامل اور باطل سے بے باکانہ فکری لینے والے مرد مجاہد کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ مکی دور کے حالات کے لحاظ سے ان آیات میں بیان کردہ واقعات صحابہ کرام کی تربیت کا مؤثر ذریعہ بنے۔

بنی اسرائیل کی آزمائش کا دوسرا مرحلہ

الفرض یہ معرکہ حق و باطل اس طرح اختتام پذیر ہوا کہ فرعون اور اس کی قوم فرق ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ ساحل پر پہنچ گئے۔ فرعون کے جوہر و ستم سے بھرپور رد و رٹنامی سے نکل کر بنی اسرائیل کو اب ایک آزاد و بااقد قوم کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا موقع ملا۔ اسی طرح وہ اب آزمائش کے دوسرے مرحلے میں داخل ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے شکر گزاری کے لئے یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھا۔ نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد دیکھا کہ بنی اسرائیل بطور یوم نجات دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں ان کی نسبت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہوں۔ لہذا آپؐ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور صحابہ کرامؓ کو اس کا حکم دیا بخاری کتاب الانبیاء۔

مصر میں قیام کے دوران موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا خلاصہ مثل اللہ کے پچھلے شمارے میں پیش کیا گیا تھا۔ اس کے مطالعے سے معرکہ حق و باطل کا ایک واضح منظر سامنے آتا ہے جس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نصیحت و عبرت کا سامان ہے۔ حامل کتاب قوم بنی اسرائیل کتاب اللہ کی تعلیمات سے منہ پھیر کر دنیا پرستی، اللہ کی نافرمانی اور انبیاء علیہم السلام کو چیلانے، ان کا مذاق اڑانے اور سرکشی کی وجہ سے قہرائی سے دوچار ہوئی، فرعون کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں سنبھلنے کا موقع عنایت فرمایا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے والوں میں شامل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بنے اور بالآخر اللہ کی رحمت سے انہیں فرعون کے ظلم و جور سے نجات ملی۔ اللہ کے حکم سے بحر احمر نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ساحل تک پہنچنے کا راستہ فراہم کیا جبکہ فرعون اور اس کے عظیم الشان لشکر کو غرق کر دیا۔ جس عظیم الشان سلطنت اور جاہ و حشمت نے فرعون کو غرور و تکبر کے نشے میں اندھا کر کے حق سے ٹکرانے پر آمادہ کیا تھا اب اس کی بے ہتھیائی کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اب وہ ستم و بصیرت سے غفلت کا پردہ ہٹا لیکن انتقام کا وقت تو گزر چکا تھا اور انجام سامنے تھا۔ یہ واقعات تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے تو سبق آموز ہیں لیکن آنکھوں سے دیکھنے والوں کی عبرت کے لئے یقیناً کافی تھے!

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو دنیا والوں کی عبرت نگاہی کے لئے باقی رکھا، وہ مصر کے شاہ گھر میں موجود ہے اور سورہ مؤمنین میں اعلان کر دیا کہ صبح و شام قوم فرعون کو آگ کا عذاب ہو رہا ہے اور ان کو واضح کیا جاتا ہے کہ قیامت قائم ہونے کے بعد وہ شدید عذاب میں ڈال دیے جائیں گے۔ سورۃ المؤمن ۱۶۳ یہ ہے اللہ کے باغی نافرمانوں کا بھرتاک انجام! سورۃ المؤمن کی یہ آیت عالم برزخ میں عذاب کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا زیروست نمونہ ہے کہ مصر کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جتنے رہنے پر بنی اسرائیل جیسی پست اور کمزور قوم کو فرعون جیسے طاقتور، جابر و ظالم حکمران کے مقابلے میں بغیر جنگ و خونریزی ایسی کامیابی و کامرانی حاصل ہوئی کہ دشمنان حق کو سلبی ہستی ہی سے نیست

و تابوہ کر دیا گیا (اعراف ۱۳۶، ۱۳۷)۔

بھرا ہوا کعبہ کو مرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ہمراہ جزیرہ نما میں
 وادی سینا میں اپنی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں میں ایک ایسی قوم سے گنہگار ہوا جو توں
 کو پوجنے میں لگے ہوئے تھے، ان کو دیکھ کر وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے:
 ”ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک معبود بنائے جسے ان کے معبود ہیں۔“
 (۱۱۲: ۱۹)

یہ ہے اس عجیب و غریب فطرت کی حامل ناشکری اور احسان فراموش قوم کے سیرت و
 کردار کی تصویر کہ صد ہا سال غامی و پستی و بد حالی میں کھٹکتے رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ
 کی نظر محارت ہوئی، اس صورتحال سے نجات ملی اور قوم فرعون کی جبر و تکبر و طاقت کو
 اپنی آنکھوں سے دیکھا، پھر بھی ان کے اندر کوئی تبدیلی نہ آئی، سناقتہ بننے ہی اپنے
 نجات دہندہ مالک حقیقی کی بغاوت پر آمادہ ہو گئے! موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا:
 ”تم بڑے باطل لوگ ہو۔ یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں، یہ سب برباد ہوگا
 اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں سو اسر باطل ہے۔ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش
 کروں جس کا انکا اسی نے تمہیں اہل عالم پر فضیلت دی ہے۔“ (۱۱۲: ۲۰)

اللہ کے نئی تو شرک کی جزا کاٹنے، شخصیت پرستی اور غامی وادی میں بندگی سے
 انسانیت کو پاک کرنے آتے ہیں نہ کہ اس نجاست سے انہیں آلودہ کرنے۔ کیا ایسا
 مطالبہ کرنے والے بنی اسرائیل اس حقیقت سے ناواقف تھے، اور مصر میں طویل حق
 و باطل کی فطرت کے بعد بھی ان میں اس کا احساس نہ پیدا ہو سکا تھا؟ دراصل ان کی
 دنیا پرست اور خود غرض طبیعت اور غلامانہ ذہنیت نے ان کو قطعی بے حس کر دیا تھا۔ اس
 احساس کو ابھارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ
 بھی کہا گیا کہ تمہیں اہل عالم پر فضیلت دی گئی ہے۔ یہ کوئی قومی یا نسلی فضیلت نہ تھی
 بلکہ شخصی فضیلت تھی لیکن انہوں نے خود کو اس فضیلت کا اہل ثابت نہیں کیا۔ سورۃ
 الجمعہ میں فرمایا کہ ان ۱۴۰ مرنے والے حالت تو رات ہونے کا حق ادا نہیں کیا۔ بطور
 یاد دہانی قرآن میں متعدد مقامات پر یہ ذکر فرشتہ کیا گیا ہے۔ سورہ ابراہیم آیات ۱۸، ۱۹
 میں اس یاد دہانی کے بعد تنبیہ فرمائی:

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (البقرہ: ۱۷)

”اور جب تمہارے رب نے تم کو خبردار کیا کہ اگر تم شکر گزار رہو تو میں تم کو بڑھاتا رہوں گا (یعنی خوش نصیب رہو) اور اگر تم کفر کرو گے تو عذاب میرا سخت ہے۔“

سورۃ ابراہیم کی یہ آیت ایک اہم قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں واضح کیا گیا
 ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور حق کا ساتھ دینے والے بھی اسی وقت
 تک اللہ کی رحمت و نصرت کے حقدار رہتے ہیں جب تک وہ رسول کی اطاعت اور
 اپنے رب کی عبادت و شکر گزاری کی روش پر قائم رہیں اور کفر و شرک یا بدگروائی کی
 روش اختیار نہ کریں۔ بالفاظ دیگر وہ عباد اللہ (یا اللہ والے) بنی بن کر رہیں، اپنی
 انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اللہ کے دین کو پوری طرح نافذ کریں اور سن حق کی
 جملہ افواج ”سنہ“ کی وحدت میں گہری لگی ہے۔

کھل کر دعوت دیتے رہیں۔ اگر ایسا کرتے رہے تو اللہ کی رحمت شامل حال ہوگی۔
 اس کے برعکس اگر حامل کتاب ہو کر بدگروائی کی اور اللہ کی نافرمانی کی روش اختیار کی
 تو اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر ان کے قہر و غضب کے مستحق ٹھہریں گے۔ پھر ان کے
 معاملات بگڑتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ ظلمی و جملی پستی کا شکار ہو کر دوسری قوموں کے
 محتاج بلکہ محکوم ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بنی اسرائیل کے لئے ہی مخصوص
 نہیں بلکہ ہر حامل کتاب قوم کے لئے ہے خواہ وہ ماضی کی حامل کتاب ہو یا حال کی۔

اللہ تعالیٰ کی نوازشات

وادی سینا کو مہلک عذاب ہے جہاں دور دور تک پانی نہ تھا چنانچہ بنی اسرائیل
 نے پانی کا مطالبہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ربانی میں التجا کی، وحی کے ذریعہ
 جواب ملا کہ ”پتھر پر اپنا عصا مارو“۔ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر عصا مارا تو فوراً پانی پارہ
 پختہ پھوٹ پڑے جو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لئے کافی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ
 نے کھلے میدان میں دھوپ و غیرہ سے بچاؤ کے لئے ابر کا سایہ فراہم کیا اور کھانے
 کیلئے ”من و سلویٰ“ نازل فرمایا اللہ ۱۱۲: ۲۱۔ بخاری، کتاب الشجر میں
 ”من“ کو صغیر یا گوند بتایا گیا ہے اور سعید بن زید کی روایت میں یہ وضاحت ہے
 کہ کماؤ (یا کھجور) بھی ”من“ کی قسم سے ہے، اور اس کا پانی آنکھ کی بیماریوں میں
 مفید ہے۔ ”سلویٰ“ کچھ چھوٹے پرندے تھے (بشر کے مشابہ)۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم
 نوازشات و عنایات کا نزول ان کے اندر جذبہ تشکر کے لئے کافی ہونا چاہئے تھا لیکن
 یہ تو بے حد احسان فراموش قوم تھی جس کی فطرت میں کفران نعمت اور سرکشی رچی بس
 گئی تھی۔ تعویذ و ان بعد موسیٰ علیہ السلام سے ایک اور مطالبہ کر دیا کہ ”ہم ایک ہی
 طرح کے کھانے پر گزندہ اور نہ کر سکیں گے، آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمارے
 لئے زمینی پیداوار، ساگ، گھڑی، گیسوں، مسور، پیاز، اگادے۔“ موسیٰ علیہ السلام
 نے (حیرت و حائل سے) کہا کہ تم کھدو چنے کے بدلے تمہارا قسم کی اشیاء کے خواہشمند
 ہو، تو پھر کسی شہر میں چلے جاؤ وہاں تمہیں وہ سب مل جائے گا جو تم چاہتے ہو اللہ ۱۱۲: ۲۲۔
 اللہ تعالیٰ نے ان نوازشات کے ساتھ ان کو تنبیہ بھی فرمادی تھی کہ ”ہماری عطا کردہ
 پاک چیزیں کھاؤ لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا (یعنی نافرمانی اور کفران نعمت کی روش میں
 حد سے نہ بڑھنا) اور تم میرا عین و غضب تم پر نازل ہوگا اور (یا دیکھو) جس پر میرا
 غضب نازل ہوا تو وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔“ (۱۱۲: ۲۳)

کوہ طور پر بلاوا

فرعون کی غلامی سے رہائی پانے کے بعد بنی اسرائیل کو ایک آزار اور یا عزت
 قوم کی حیثیت سے رہنے کا موقع ملا تھا اور اب ان کو ایک مسلم معاشرے کے طور پر
 زندگی بسر کرنے کے لئے ہدایت و رہنمائی، معاشرتی قوانین اور نظام عدل اور
 عبادات وغیرہ کے لئے شریعت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مصر سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ
 نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک دن مقرر کیا تھا جب انہیں قوم کے لئے شریعت

حاصل کرنے "طور کے بائیں جانب" بیٹھنا تھا شاید اسی مقدس مقام پر جہاں انہیں نبوت عطا کی گئی تھی (۱۔ ۱۸۰-۱۸۱) وعدے کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کے لئے کوہ طور پر بلایا، پھر اس میں دس راتوں کا اضافہ کر کے اس دورانے کو چالیس کر دیا۔ یہ ایک نئی کوشریت عطا کرنے کا مخصوص امداد تھا، اس سے صوفیاء اپنے چل کشتی کے لئے جو جواز نکالتے ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام نے کبھی چل کشتی نہیں کی۔ بلاشبہ وہ اللہ کے سچے ولی تھے اور امت میں دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ وہاں جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی (اور اللہ کے نبی) ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور ہدایت دی کہ وہ بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت اور اصلاح کا کام کرتے رہیں اور ان کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے بچائے رکھیں۔

جب کوہ طور کی میقات یعنی مقررہ مقام پر موسیٰ علیہ السلام پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم کلائی کا شرف عطا فرمایا اور براہ راست گفتگو کی۔ رب کی منایات و نوازشات کے ان لحاظ میں موسیٰ علیہ السلام کے دل میں دیدار الہی کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ "اے میرے رب! مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمائے کہ میں ایک نظر آپ کو دیکھ لوں۔" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ لیکن تم ذرا اس پہاڑ کو دیکھو، اگر وہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔" اللہ تعالیٰ نے جب پہاڑ پر بھی فرمائی تو اس کے پرچے اڑ گئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا:

"(اے رب) آپ کی ذات پاک ہے، میں آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لائے والوں میں ہوں۔" (۱۸۱ عرف ۱۳۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ

"اے موسیٰ! میں نے تمہیں ہم کلائی اور منصب نبوت میں لوگوں پر فضیلت عطا کی ہے، مگر کچھ میں نے تمہیں دیا ہے اس کو لو اور شکر گذاری کرتے رہو۔" (۱۸۲ عرف ۱۳۴)

یہ بات غور طلب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں رب کو دیکھنے کی خواہش کی تھی جو پوری نہ ہوئی بلکہ تنبیہ کی گئی اور جب ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ ممکن نہیں تو پھر آپ نے توبہ کی اور رجوع الی اللہ کر کے ایمان بالغیب کا بھرپور اقرار کر لیا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ اس دنیا میں رب کا دیدار ممکن نہیں، یہاں تو ایمان بالغیب ہی دین کی اساس ہے۔ دیدار الہی آخرت کا تقاضہ ہے جس کا جنتیوں کے لئے وعدہ ہے۔ لوگوں کا یہ عقیدہ کہ نبی ﷺ نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا، قرآن و صحیح احادیث کے صریحاً خلاف ہے۔ (۱۔ ملاحظہ ہو سورۃ النعام ۱۰۱، سورۃ الشوریٰ ۱۱۰، سورۃ ص ۱۰۵، سورۃ الاحقاف ۱۲)

شاید بعض لوگوں کو اس بات پر حیرت ہو کہ صوفیاء تو اکثر و بیشتر اللہ تعالیٰ سے خواب میں ملاقات اور رسول اللہ ﷺ سے خواب و بیداری میں ملاقات کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں، اور اصل صوفیاء کا وہن طریقت تو سارے کا سارا قرآن و حدیث کی خلاف ورزی بلکہ اللہ اور رسول پر افتراء پروازی ہی پرمی ہے!!

بخاری، کتاب الاتیماء میں "واعتدنا موسیٰ ثلاثین لیلة....." کے باب کے تحت ایک روایت لائے ہیں جس میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے کہ "قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو میں موسیٰ کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آجائیں گے یا انہیں طور کی بے ہوشی کا بدلہ دیا جائے گا (اور وہ اس وقت بے ہوش نہ ہوں گے)۔"

تورات کا نزول

بالآخر (طور پر) موسیٰ علیہ السلام کو چند تختیوں کی شکل میں تورات عطا ہوئی جس میں ہر قسم کی فصاحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو عطا کر دی گئی۔ سورۃ البقرہ میں بھی موسیٰ علیہ السلام کو "کتاب و فرقان" کے عطا کرنے کا بیان ہے (البقرہ ۱۲۹)۔ ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا:

"ان کو پوری قوت سے تمام لو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اچھی طرح ان پر عمل پیرا ہوں، میں نے تمہیں ان فرمانوں کی سچی و کھلا دلوں گا۔" (۱۳۰ عرف ۱۳۵)

نافرمانوں کے گھر (بستی) سے سزا دینا وہ آثار قدیمہ یا کھنڈرات ہیں جو ان قوموں کی یادگار ہیں جنہوں نے ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر نافرمانی کی روش اختیار کی اور اللہ کے عذاب کا شکار ہوئے۔ یہ بعد والوں کیلئے عبرت نگاہی کا سامان ہے، جو قوم بھی سرکشی کی روش اختیار کرے اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون سب قوموں کیلئے یکساں ہے۔ الغرض تورات عطا کر کے اس کے احکامات کی پیروی کرنے کی ہدایت کر دی گئی اور اس بات پر شدت سے متنبہ کر دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کے ساتھ پیروی کرتے رہیں اور ان احکامات میں سے ہر ایک پیدا کریں اور اس کے عذاب سے دوچار ہونے والی نافرمان و منکر قوموں کی روش اختیار کرنے سے بچیں جو حق آجائے کے بعد بھی حق کو پالینے سے محروم رہتے ہیں۔ واصل ان کی منکرانہ سرکشی کی روش قبول حق کی صلاحیت کو بروئے کار نہیں آنے دیتی اور وہ منفی نفسیات کے حامل ہو جاتے ہیں۔ تمام نشانیاں دیکھ کر بھی راہ حق کی طرف نہیں آتے لیکن گمراہی دیکھ کر فوراً ہی اپنا لیتے ہیں۔ (۱۳۱ عرف ۱۳۶)

بنی اسرائیل کی سرکشی

ادھر کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کر رہے تھے تاکہ اپنی قوم کو گمراہی و ہلاکت سے بچائیں اور فلاح و کامرانی کی راہ پر لگائیں جبکہ ان کے پیچھے ان کی قوم دامن طور میں گمراہی پرستی کی لعنت میں گرفتار ہو کر گمراہی میں آگے بڑھے جا رہی تھی۔ بد تعیب انسان کی کج فکری کی ابتداء دیکھنے کے مالک حقیقی کی طرف سے تو ایک جامع منصوبے کے تحت ان کی رہنمائی کا مکمل اہتمام کیا جا رہا تھا اور اللہ کا اولوالعزم رسول ان کے ہمراہ ہے، معجزے پر معجزے آنکھوں کے سامنے رونما ہو رہے ہیں، معرکہ حق و باطل میں مختلف مراحل سے گزر چکے ہیں، پھر بھی کفرانِ نعمت اور مالک کی نافرمانی اور سرکشی کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے!

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے سہ شمار و لاکھ کائناتوں سے بن لینے اور آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود گنوسال پرستی کا ذوق قلب و ذہن پر طاری ہے۔ قرآن میں فرمایا: ”تمہارے پاس تو موسیٰ (واسخ) و ہارون کے آگے تم پھر بھی چھوڑ دینے لگے۔“ (البقرہ: ۱۷۳)

یہ واسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے سب انتہا احسانات کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کے دل اپنے مالک کی محبت و عقیدت کے جذبات سے سرشار ہوتے اور دل و جان سے اس کی عبادت و اطاعت و فرمانبرداری میں لگ جاتے، لیکن ان کے برخلاف ان کے دلوں میں تو ان کے بنادہنی مہبود پھرے کی محبت و رنج میں لگی تھی!

”ان کے حق کے سب ان کے دلوں میں بچھا رہی نہیں گیا تھا۔“ (البقرہ: ۱۷۳) اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس دل میں مہبود حق اللہ کی عزت و عقیدت رہتی تھی وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت تو داخل ہو ہی نہیں سکتی۔ ایمان باللہ کے لئے قلب و ذہن کو اس لعنت و نجاست سے پاک کر لیا تا کہ ضروری ہے۔

الغرض کہ یہ طور کے واس میں بنی اسرائیل نے اپنے زبوروں سے بچھا رکھا کہ اس کو مہبود و خیمہ الیا۔ ساسرستی نے ان کو نیکی سستی پر حلیا تھا۔ دراصل یہ بھی فرعون و ہامان و قارون کے بعد ایک طاغوت تھا جس سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ساجدہ پڑا۔ ہارون علیہ السلام نے ان کو بازر کھنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ نہ مانے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ سورۃ طہ میں ہے:

”اے موسیٰ! تجھے اپنی قوم سے کوئی ہی چیز جلد ہی لے آئی۔“

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

”وہ لوگ بھی میرے چچھے ہی چچھے ہیں۔ اور سب اس لئے میری طرف آئے ہیں جلد ہی اس لئے کی کہ وہ راضی ہو جائے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ہم نے تیری قوم کو میرے چچھے آزمائش میں ڈال دیا اور انہیں ساسرستی نے گمراہ کر دیا۔“ (طہ: ۱۷۵)

پھر موسیٰ علیہ السلام قوم کی اس مذموم روش پر افسوس کرتے ہوئے غیظ و غضب کی حالت میں واپس لوٹے اور اپنی قوم کو ڈانٹا:

”اے میری قوم کے لوگو! کیا تمہارے رب نے تم سے نیک وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا یہ وعدہ ہی مدت تم پر طویل گذری؟ کیا تم یہ جانتے ہو کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہوا ہے؟ اس لئے تم نے میرے وعدہ سے کی خلاف ورزی کی۔“

انہوں نے جواب دیا:

”ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ ہم پر قوم کے زیدات کے بوجھ لا دئے گئے۔ ہم نے انہی کو (آگ میں) ڈال دیا اور اسی طرح ساسرستی نے (ان کو آگ میں ڈال دیا۔ پھر اس نے ان کے لئے ایک چھڑا بنا کر رکھا، جس سے ایک چھڑے کی صورت میں گائے کی سی آواز آتی۔ پھر وہ کہنے لگے کہ یہی تمہارا مہبود ہے اور موسیٰ کا بھی لیکن موسیٰ بھول گیا۔ ان (عادان)

لوگوں سے یہ گمان ہو گیا کہ وہ تو ان سے بات کر چکا تھا اور ان ہی ان کو عبادت ہے۔ مگر تمہاری انہوں نے اس کو مہبود بنا ڈالا اور تمہاری کلام۔“ (طہ: ۱۷۵)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام رب سے ملاقات کے عشق میں قوم کو پیچھے چھوڑ کر وقت مقررہ سے کچھ پہلے ہی ان مقام پر پہنچ گئے تھے۔ قوم میں شر پسند لوگوں کا ایک گروہ بھی موجود تھا جس کا سرغنہ ساسرستی تھا۔ جو ظاہر تو مسلمہ ہو گیا تھا لیکن اس کے دل میں کفر و شرک کی نجاست چھری ہوئی تھی اور وہ مصریوں کی مجسمہ سازی کی صنعت میں بھی ماہر تھا۔ اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کام میں اس کے ہم نوا اس نے اس کا ساتھ دیا۔ بنی اسرائیل قوم پر مصریوں کے مشرکات ماحول اور رسومات کا رنگ استود چڑھ گیا تھا کہ ایک انتہائی غلطی سے گذرتے اور اس ماحول سے نکل آنے کے بعد بھی ان کے اندر وہ اثرات بڑی حد تک باقی رہ گئے تھے۔ انسانی تدریج گو وہ ہے کہ جب بھی کوئی قوم، نیا پرستی اور آخرت سے غفلت کے نتیجے میں باطنی طرف مائل ہوئی ہے تو زور میں عوام کو فریب دینے والے ”ساسرستی“ قوم میں ہی سے نکل آتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا یہ گروہ سورۃ اعراف کی آیت ۱۳۶ میں بیان کردہ نقیسات کا حامل معلوم ہوتا ہے کہ ”تمام کتابیاں دیکھ کر بھی دعوت حق پر ایمان نہ لائیں لیکن گمراہی دیکھیں تو فوراً اسے اپنا لیں۔“

اللہ کا حق ایمان میں کامل اور اللہ کی محبت میں انتہائی شدید ہوتا ہے، جس کے لئے شرک کا قائل وراثت ہوتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی غم و غصہ کی حالت میں اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کا شدت سے مجاہدہ کیا اور وہ سختیاں (الواح) جن میں ہدایات و رہنمائی ایک طرف رکھ دی۔ قرآن میں ہارون علیہ السلام کی وارسی اور ان کا سر پکڑنے کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے غصے کے عالم میں پوچھا:

”اے ہارون! جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے ہوئے دیکھا تو تمہیں کہہ بیڑے رکھا کہ تم میرے چچھے نہ آئے۔ کیا تم نے بھی میرے حکم کی نافرمانی کی؟“ (طہ: ۱۷۷)

قرآن بتاتا ہے کہ ہارون علیہ السلام نے پہلے ہی بنی اسرائیل کو گمراہی سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور سمجھایا تھا کہ:

”اے میری قوم! اس چھڑے کے ذریعے تمہاری آزمائش کی گئی ہے تمہارا انتہائی رب تو تمہیں ہی ہے۔ لیکن تم میری بات مانو اور میری اطاعت کرتے رہو۔“ (طہ: ۱۷۷)

لیکن اس بگڑی ہوئی قوم نے اپنے اس سچے بھائی خواہ کی بات نہ مانی، نہ فرمائی کی روش پر مستعد رہے اور ہارون علیہ السلام کو یہ جواب دیا:

”ہم تو موسیٰ کی (بھائی) تک اسی کے مجاہدہ رہے ہیں گے یہاں تک کہ موسیٰ (علیہ السلام) ہم میں واپس لوٹ آئیں۔“ (طہ: ۱۷۸)

ہارون علیہ السلام ہر اہران کو سمجھاتے رہے اور کسی قسم کی مدد دینے کی۔ البتہ مجاہد آرائی کی اس فتنہ انگیز صورت حال میں ہارون علیہ السلام نے پوری طرح حکمت و مصلحت سے کام لیا اور ان کو کفر و شرک سے باز رکھنے کے لئے اس حد تک نہ گئے کہ

جنگ و جدال کا راستہ اختیار کر لیتے۔ اس سے آپ نے گریز کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے آنے کا انتظار کیا۔ چنانچہ اب موسیٰ علیہ السلام کی جواب طلبی پر انہوں نے یہی جواب دیا:

”اے میرے ماں جانے والے لوگوں! میں نے مجھے کبھی اور کبھی ایسی بات کو نصیحت نہ دی اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیتے اور مجھے یہ بھی اندیشہ تھا کہ (جنگ و جدال کی صورت میں) آپ یہ نہ کہیں کہ میں نے بنی اسرائیل میں تفرق ڈال دیا (اور ان کو لڑا دیا اور میں نے آپ کی بات کا فائدہ نہ کیا)“ (۱۰۰ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے اس جواب پر مطمئن ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور بھائی کے لئے مغفرت و رحمت کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے پیچھے کو مجبور بنانے والوں پر اپنے غضب کا اظہار فرماتے ہوئے ان کو خدا اب کی وعید سنائی، اور وہین کے نام پر بے رحمی پھیلانے والوں کو ”مفسرین“ قرار دیا (یعنی اللہ پر بھوت گھڑنے والے)۔ (۱۰۰ ص ۱۵۵، ۱۵۶) پھر موسیٰ علیہ السلام نے سامری کی طرف رخ فرمایا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے (یعنی تو نے یہ کیا وجوہات دجایا ہے) کہ اس نے کہا میں نے تو دیکھا ہی نہیں تھا کہ وہ سبوں نے تمہیں دیکھی، یعنی رسول کے نقش قدم سے ایک ٹھکی بھری اور وہ اس میں ڈال دی۔ اور میرے دل نے میرے لئے یہی بات بھلی بنادی۔“ (۱۰۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

موسیٰ علیہ السلام نے اس کی چال کو اسی پر ٹکوا دیا اور کہا:

”اور ہو چاہا اب (دنیاوی) زندگی میں شیے سے لئے یہ سب اب کہ تو کہتا رہے گا ”اساس“ (یعنی مجھے نہ سمجھتا) اور ایک اور وعدہ بھی میرے ساتھ ہے (آخرت کے عذاب کا) جو ہرگز نہ تھے کار اور اب تو اپنے معبود کو بھی دیکھ لیتا جس کا تو گرویدہ بنادیا تھا۔ ہم سب کو چلا کر خاک کر دیں گے اور رکھو رہیں ازاں میں گئے۔“ (۱۰۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

سامری تو تھا ہی بڑا شاطر۔ اس نے اپنا دفاع کرنے اور لوگوں کو مفاصلے میں ڈالنے کے لئے ایک نئی چال چلی تھی۔ اس نے اس طرح بات بنائی جو اگرچہ بالکل بے بنیاد و بے سرو پا تھی لیکن ان لوگوں پر اثر کرنے والی تھی۔ اللہ اور اس کے رسول نے تو اس کو کوئی نصیحت نہ دی اور نہ ہی قابل وضاحت سمجھا لیکن ہمارے مفسرین کے دل کو ایسی لگی اور انہوں نے سامری کے کمر و فریب کو گویا جی تسلیم کر کے ”رسول کے نقش قدم“ پر قیاس آرائیوں کے ذہیر لگا دئے۔ سامری نے وقت کے بقی کے ساتھ بھی یہ شاطرانہ انداز اختیار کر کے بات بنانے کی جو کوشش کی وہ اللہ کے عذاب سے بے خوفی اور دین کے معاملے میں انتہائی غیر تنبیذہ روش کا اظہار ہے۔ چنانچہ وہ سب سے زیادہ شدید عذاب کا مستحق تھیں جو موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کے روپ میں ظاہر ہوا۔ ان کے بناوٹی معبود کے ساتھ بھی جو کچھ کیا گیا وہ سامری اور اس کے ساتھیوں کی روحانی اور دنیوی حیرت انگیزی کا سامان تھا۔

بنی اسرائیل کو جب اپنی گمراہی کا احساس ہوا تو وہ دھرم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی۔

”وہ کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم

ہوتے خسارے میں پڑ جائیں گے۔“ (۱۰۱ ص ۱۵۶)

لیکن یہ کوئی معمولی خطا تو نہ تھی جس پر اتنی آسانی سے بخشش ہو جاتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بطور گناہ جانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ سورۃ البقرہ میں ہے:

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! پیچھے کو مجبور بن کر تم نے اپنی جانوں پر حکم کیا ہے۔ اب تم اپنے خالق کی بارگاہ میں توبہ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاک کرو۔ تمہارے خالق کے نزدیک اسی میں تمہارے لئے خیر ہے۔ پھر اس نے تمہاری توبہ قبول کی، بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“ (البقرہ ۱۵۴)

سورۃ البقرہ کی سرکشیاں

اس طرح سرکشوں اور نافرمانوں کی ہلاکت کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی کا اعلان ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے نفاذ شریعت کا آغاز فرماتا چاہا۔ وہ تختیاں (الواح) اٹھائیں جن میں احکام شریعت تھے اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے جہانِ ہدایت و رحمت تھا، ان کو بنی اسرائیل پر پیش کیا اور ان پر ایمان لانے کو کہا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر نما سجدے منتخب کئے اور ان کو مقررہ وقت پر اپنے ساتھ کوہ طور پر لے گئے تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دکھائیں (۱۰۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)۔ لیکن ان کی بدفہمی کے واضح نشانیاں دیکھ کر بھی ان کی سرکش و شر پسند طبیعت قابو میں نہ آئی اور موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کر ڈالا:

”اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہاری باتوں پر ایمان نہ لائیں گے جب تک اپنی آنکھوں سے اعلان اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ اس وقت تمہاری نظروں کے سامنے ایک عاصی (ذو درازا کے) نے تمہیں آیا۔ پھر (اس طرح) موت سے ہم کنار کرنے کے بعد ہم نے تمہیں دوبارہ زندہ کر دیا تاکہ تم شکر گزار بنو۔“ (البقرہ ۵۵، ۵۶)

سورۃ الاعراف میں ہے:

”جب ان کو ایک ذرا لے لیا۔“ (آیت ۱۵۵)

اس طرح وہ ہلاک کر دئے گئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ التجا کی:

”اے میرے رب! اگر تیری طبیعت میں تھی تو اس سے قبل تو ان کو اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ (اے ہمارے رب) کیا ہم میں سے کچھ بے وقوفوں کی حرکت پر تو ہم سب کو ہلاک کر دے گا؟ تو میری طرف سے جس ایک آزمائش ہے۔ اور دوسری آزمائش کے ذریعے تو جس کو چاہے گمراہی میں ڈال دے اور جس کو چاہے ہدایت پر دے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے، ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑھ کر مغفرت فرمانے والا ہے۔ اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھی اچھائی لکھ دے اور آخرت میں بھی۔ ہم نے تجھ ہی کی طرف رجوع کر لیا ہے۔“ (۱۰۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

سورۃ البقرہ میں ”عاصی“ (بھلے لڑکے) اور سورۃ الاعراف میں ”رجعہ“ (آزادے) سے موت واقع ہونے کا ذکر ہے۔ ممکن ہے دونوں حوادث ایک ساتھ رونما ہوئے ہوں۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ زندہ کر دیا اور فرمائی اور توبہ کر کے اصلاح انوال اور شکر گزاری کا موقعہ عطا فرمایا، لیکن ساتھ ہی بطور تنبیہ اپنی سنت اور اپنے اصول کو بھی واضح فرمایا:

شریعتوں میں بھی لازم قرار دیا گیا تھا اور بقیہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے جو مسلم اجتماعیت کو برقرار رکھنے اور مسلم معاشرے کو مثالی بنانے کے لئے اشد ضروری ہیں۔ نبی علیہ السلام اور خلافت راشدہ کے دور میں جب ان ذریعہ اصولوں کو پوری طرح نافذ العمل کیا گیا تو وہ خط زمین آسمان و سکون اور عدل و انصاف کا گہوارہ بن گیا تھا۔ اس دور میں مسکین، نادار و یتیم کی عزت نفس کا جس طرح تحفظ کیا گیا اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ نظام زرگوث و صدقات کے ذریعے غریبوں اور ناداروں کو ان کے پیروں پر کھڑا ہونے کے لائق بنایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضورؐ سے نبی مرسل میں غربت و افلاس کا خاتمہ ہو گیا۔

ارض مقدس میں داخلے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موعیٰ علیہ السلام کی سرکردگی میں صحرائے سینا میں اکراہیک ہی مقصد کے لئے تھمرا یا تھا تاکہ وہ قیش اور تن آسانی کے ماحول سے نکل کر مشقت اور سخت جانی کے صحرائی ماحول کے عادی ہوں اور اپنے اندر مجاہدانہ اوصاف پیدا کر سکیں، اور یہ کہ صحرائی زندگی کی سختیاں برداشت کر لینے کے بعد ان کے دلوں میں پھر سہولیات والی ہستی میں داخل ہونے کا شوق بھی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اس ابتدائی مرحلے کے بعد ان کو اس ارض مقدس (فلسطین) میں داخلے کا حکم ملا جو ان کے آباء و اجداد ابرہیم، اسحاق، یعقوب علیہم السلام کا مسکن روچھی تھی اور اس میں داخلہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پہلے ہی سے مقدر فرما دیا تھا۔ اس وقت فلسطین میں جو مشرک قوم (عالماتہ) آباد تھی بنو اسرائیل کو ان سے جہاد و قتال کے لئے تیار کرنے کے لئے موعیٰ علیہ السلام نے ان سے دشت قارآن میں خطاب فرمایا:

”اور یہ موعیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی، اس نے تم میں انبیاء کو مبعوث فرمایا اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ عطا کیا جو دنیا والوں میں سے کسی کو بھی نہ دیا تھا۔ اے میری قوم! تم اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے، اور اللہ کے حکم سے (جو نہ پچھر و نہ کام و نہ ماجر اور نہ کر چو گے۔ انہوں نے کہا: اے موعیٰ! وہاں تو بڑے زوردار لوگ رہتے ہیں، ہم وہاں ہرگز نہ داخل ہوں گے، جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں، البتہ اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں (معرکہ) داخل ہو جائیں گے۔“ (المائدہ: ۲۴-۲۵)

اس قوم کی اکثریت دنیا پرست اور بزدل تھی، اور ان میں سے چند ہی بہادر و جفاکش تھے جو دین کا صحیح شعور، آخرت پر یقین اور اللہ پر توکل رکھتے تھے۔ ان میں سے دو افراد نے قوم کو جہاد پر اکسایا:

”اللہ نے دینے والوں میں سے دو آدمیوں نے جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا، کہا: اگر تم ان کے مقابلے میں وردازے میں تو داخل ہو، اگر تم اس میں داخل ہو گے تو تم کی غالب رہو گے، اور اللہ پر پھر وعدہ کھو اگر تم (واقعی) مومن ہو۔ انہوں نے کہا: اے موعیٰ! ہم تو وہاں بھی نہ جائیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں، اب آپ آپ اور آپ کا رب وہاں جائیں اور جنگ کریں، ہم تو نہیں بھیجے دیں گے۔“ (المائدہ: ۲۳-۲۴)

ماخذ: کچھ کہ وہ بزدل اور فحیت قوم کس طرح مسلسل رب کی نافرمانی کی روش پر بھی

رہی۔ ان کے دلوں میں نہ اپنے رب کی کوئی عظمت تھی اور نہ ہی قوم کے محسن، اللہ کے اولوالعزم پیغمبر کی تعظیم و احترام کا جذبہ۔ وہ آخرت کی ہوا بدی سے غافل اور مع و طاعت کی صفت سے بالکل ہی محروم تھے۔ اللہ کے بچنے تو بے انتہا سہرورداشت والے ہوتے ہیں، لگہ و غلوہ تو ان کے شایان شان ہوتا ہی نہیں، بلکہ انتہائی پریشان کن حالات میں بھی وہ اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ ان لوگوں کے اس انتہائی ناشائستہ اور بیہودہ جواب پر موعیٰ علیہ السلام کو کتنا افسوس ہوا جو کلمتیں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے صرف اتنی دعا فرمائی:

”اے میرے رب مجھے سوالے اپنے اور اپنے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں۔“

پس آپ ہمیں ان نافرمانوں سے الگ ہی کر دیں۔“ (المائدہ: ۲۵)

الغرض بنی اسرائیل اپنی بہت دھڑی اور سرکشی کی مزا میں صحرائی جھگڑتے رہے اور فلسطین میں ان کو داخلہ نصیب نہ ہوا۔ الیت موعیٰ علیہ السلام نے ہر اہر رشد و ہدایت کی تعلیم اور ان کی قربیت کا کام جاری رکھا تاکہ کچھ یوڑھے بھی اصلاح کر لیں اور راہ ہدایت پالیں اور نئی نسل صحرائی ماحول میں بہت و جرأت کی حامل تیار ہو۔ پھر موعیٰ علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصے بعد یوشع بن نون کی سربراہی میں بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی عنایات کا سلسلہ تو جاری رہا لیکن انہوں نے اپنے طور طریقے نہ بدلے، چنانچہ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل کو یہ حکم ہوا تھا کہ وہ دروازے سے جھگڑتے ہوئے یعنی عاجزی و انکساری کے ساتھ داخل ہوں اور ”حطہ“ کہتے جائیں (یعنی مغفرت طلب کرتے جائیں) لیکن وہ سرین کے بل جھگڑتے ہوئے داخل ہوئے اور کلمہ بھی بدل دیا، ”حطہ“ کی جگہ ”حہہ“ یعنی شعور“ (یعنی دانت بائی سے اندر) کہا۔“ (بخاری کتاب التہجد)

پھر اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوا جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

”پھر ان عالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی بدل ڈالا، پس ہم نے ان عالموں پر ان کی نافرمانی کی جہ سے آسمان سے عذاب نازل کر دیا۔“ (البقرہ: ۵۹)

یہ ہے تصویر اس بے حس قوم کی جو زوال پذیر بنی اور انحطاط کی انتہا کو پہنچ گئی، اور اس نے اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری کی بجائے نافرمانی اور سرکشی کی روش اختیار کی اور اپنے محسن نبی کی مسلسل وعظ و نصیحت پر ذرا بھی کان نہ دھرے، پھر بھی اس کے افراد بخشش اور مغفرت کے دعوے اڑتے پھرتے تھے!

سخت دلی کی انتہا (ذبح بقرة)

موعیٰ علیہ السلام کے اثر انگیز خطاب نے ان بے حسوں پر کوئی اثر نہ کیا اور نہ ہی

قوم کے ان دو مخلص مجاہدوں کی ترغیب پر وہ اپنی جگہ سے ہلے، انکی مجبوری اور بے بسی کی صورت حال میں موعیٰ علیہ السلام نے بالآخر قوم سے برأت کا اظہار کر دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا اعلان ہوا:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اب وہ (خط زمین) پچالیس سال تک ان پر حرام ہے۔ یہ (اسی طرح) زمین میں مارے مارے پھرتے رہیں گے، تم اس نافرمان قوم (کی) بدحالی پر غم نہ کرو۔“ (المائدہ: ۲۶)

قرآن میں میدانِ سینا میں ان کے "مارے مارے پھرنے یا بھٹکنے" کے لئے "کسیوں کو الارض" کے الفاظ آئے ہیں۔ "قاف" جملہ کے معنی بھٹکنے کے ہیں۔ اسی معنیت سے وادیِ سینا کو "وادیِ تنبہ" کہا جاتا ہے (جی، وہاں جہاں وہ ملے اور ان کے میدانِ سینا (سینا) میں رہے اور وہی علیہ السلام اور بارون علیہ السلام بھی ان کے ساتھ وہاں رہے تاکہ بنی اسرائیل کے سن رسیدہ لوگ رشدد و ہدایت سے محروم نہ رہیں اور نئی نسل کی تربیت و تزکیہ نفس کا کام جاری رہے اور ان کے اندر مومنانہ و مجاہدانہ اوصاف کی نشوونما ہوتی رہے۔

درج بالا واقعات ہمارے سامنے یہ نقش پیش کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی جانب سے پیغمبرِ نافرمانوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو برابر اصلاحِ احوال کے مواقع عطا فرمائے۔ لیکن یہ ان کی بد نصیبی کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات اور اس کے حسابِ اسمائات نے ان کی سرکشی اور نافرمانی میں اضافہ ہی کیا اور قرآن میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس سے ان کی معاشرتی بے ادب اور وحی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس قوم میں ایک قتل ہو گیا تھا لیکن انہوں نے اللہ کے عذاب سے بے پرواہ ہو کر شہادت کے پھپھانے کی کوشش کی اور قاتل کا پتہ نہ چھنے دیا۔ چنانچہ ایک دوسرے پر شبہات اور الزام تراشی نے جھگڑے کی شکل اختیار کی تو اللہ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ وہ ان لوگوں کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیں۔ انہیں جب اللہ کا حکم پایا گیا تو انہوں نے نال مول کی روش اپنائی اور گائے کے بارے میں سوالات پوچھنے شروع کر دیے کہ کیسی گائے ہو، کیسا رنگ ہو، وغیرہ اور زور دینے لگے کہ انہیں جزوی تکفیرات سے آگاہ کیا جائے تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہی کے ذریعے تمام وضاحتیں بیان کر دیں کہ مطلوبہ گائے جوان، زور رنگ کی خوشنما گائے ہوگی جو بھگتی باڑی میں سیرانی کے لئے استعمال ہوتی ہو اور نہ ہی مل و قید میں جلا بالکل ہی بے داغ گائے ہو۔ اب مزید حیلہ موٹی کا موقع نہ رہا تو قبیل حکم پر مجبور ہوئے اور نہ چاہتے ہوئے بھی ایسی گائے ذبح کرنا پڑی جو ان کی عقیدت کا مرکز رہتی ہوگی (اندر ۱۶۰-۱۶۱)۔ پھر حکم ملا کہ گائے کے ایک بھسے کو مقتول کے جسم سے لٹایا جائے۔ چنانچہ مقتول نے زندہ ہو کر قاتل اور واقعہ قتل کی معلومات فراہم کر دیں۔ اس طرح ایک اٹھنے والے فتنے کا سدباب ہو گیا، اور اس کے ساتھ ہی گوسالہ پر حق کے شائقین کی گائے کے ساتھ عقیدت کے جذبات کا بھی قلع قمع کر دیا گیا۔ ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ مدنی دور میں نازل شدہ سورۃ البقرہ میں اس واقعہ کو بیان کر کے قوم یہودی کا تاریخ کے چند ابواب ان کے سامنے پیش کر کے ان کو آمینہ و کھادیا گیا کہ یہ ہے تمہاری تاریخ، تم ایسی گمراہ اور ہٹ دھرم قوم سے تعلق رکھتے ہو جو بے شمار مجنونا ت دیکھ کر بھی نہ سمجھتی، پھر بھی تمہاری تم نظر علی کہ انتہائی سلیمانہ خوش فہمی اور نفاذ کا حکم ہو اور ہم باطل میں مبتلا ہو کہ

لَحْنِي لَمَّا كَانُوا اللَّهُ أَحْسَنُوهُ (البقرہ ۸۰)

"ہم اللہ کے لئے اور اس کے محبوب ہیں"

اس کے علاوہ جو لوگ "بعثت بعد الموت" (مرنے کے بعد الحیات باقی رہے) عقیدے کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا تھے ان کے لئے بھی اس واقعہ نے دلیل فراہم کر دی کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی قدرت کا طے سے مڑوں کو زندہ کر کے انہیں کھڑا کرے گا۔

كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْخَوْتَى (البقرہ ۸۳)

"اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے۔"

اس سورۃ البقرہ میں اور بھی کئی مقامات پر "بعث بعد الموت" کی دلیل کے طور پر اسی قسم کی مثالیں بیان کی گئی ہیں (ملاحظہ ہوں آیت ۱۲۶، ۲۵۹)۔

موسیٰ و حصون

قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں حصون علیہ السلام کے ساتھ آپ کی ملاقات بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ قرآن میں اس واقعہ کو سورۃ القصص کے نوں اور دو میں درج میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور انہیں جزئیات بخاری کی کتاب التفسیر اور کتاب الانبیاء میں مذکور ہیں۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عباسؓ سے عرض کیا گیا کہ کوفہ کا کتبہ کی کہ حضرت سے ملاقات کرنے والے موسیٰ بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے۔ ان عباسؓ نے فرمایا کہ "وہ اللہ کا تین چھٹ کتبہ ہے جو مجھ سے ابی بن کعبؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا

"موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے، انہوں نے لوگوں کو ہدایت نصرت فرمائی وہ یہاں تک کہ لوگوں کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور دنوں میں رات بٹا ہو گئی۔ جب آپؐ وہاں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کیا اس زمین میں کوئی آپؐ سے "احسن" ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ (اللہ تعالیٰ کو یہ ہوت نہ آتی) اور ان کا جواب فرمایا کہ آپؐ سے "احسن" اللہ تعالیٰ ہی کے طرف سے ہے۔ موسیٰ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو اس قوم سے زیادہ حکم والا ہمارا ایک بندہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہاں کوں ہے۔ فرمایا جمع انہیں سے یعنی وہ مسندوں کے بلنے کی جگہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اسے میرے رب ان تک پہنچنے کی ہر سے لئے کوئی کٹائی مقرر کر رہے تھے کہ میں ان کو پہنچوں لوں ان سے مل کر حکم حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں تمہاری پچھلی قدم سے چھو رہا ہے وہاں پہنچنا تو ان کو کیا کہ ایک مری ہوئی پچھلی لے لو۔ پھر یہاں ان میں جان پڑ جائے اور وہ تم سے جدا ہو جائے، اس وقت مقام سے جہاں انہیں بھیجیں ان کے لئے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے پچھلی تھیلے میں اٹلی لی اور اپنے خادم پر بیٹھ بنی نون کے کنارہ روانہ ہوئے۔ ان سے کہا کہ میں چٹا رہوں گا حتیٰ کہ وہ دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچ جائے، ایا اسی طرح چٹا رہوں چٹا رہوں۔ پھر بنی نون سے یہ بھی کہا کہ تمہیں سب سے اتنی اذیتوں کا کہ میں بھی پچھلی گم ہو جاؤں۔ پھر بتلایا۔ پھر بنی نون سے کہا کہ یہ کوئی جانی مانت نہیں۔ بنی نون سے چلنے رہے اور جب دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو انہیں پچھلی تھیلے کو بھول گئے، اور پچھلی تھیلے کو انہوں نے دریا میں ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان وقت پانی کو روک رکھا تھا کہ ان کے سامنے میں نہر بن گیا۔ انہوں نے دریا میں ڈال دی۔ بنی نون چٹان اصرار و کے سامنے میں خیر سے اور موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچ گئے تھے۔ پھر وہاں آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ تھیلہ کھادو، وہ زمین تو اپنے

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک نیا ملک اور ایک نیا قوم تیار کر دی ہے۔"

اس سفر سے نکال دی گئی۔ پیش نے کہا کیا آپ نے دیکھا کہ جب ہم اس چٹان کے پاس غصہ سے تھے تو میں چٹائی پر بٹول گیا تھا اور مجھ کو شیطان جی نے جھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کرتا اور چٹائی تو مجھ ہی طرف تھی۔ یہ نقل کر دیا میں چٹائی گئی۔ مومن علیہ السلام نے کیا کیسی دوسو سو تھے ہنس کی میمن کشائی تھی۔ پھر دواؤں اپنے قدموں کے شکستہ پر وہاں لوگ تو انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (خضر) کو پالیا تھے ہم نے اپنے پاس سے رست مٹا لی تھی اور اپنے پاس سے علم مٹا فرمایا تھا۔ مومن علیہ السلام نے انھیں سلام کیا تو انہوں نے کہا اس حذر میں میں سلام لا پھر انہوں نے کہا کہ آپ کو کیا چیز؟ مومن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مومن ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیا بی بی امرا بٹول کے مومن؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا آپ کس لئے آئے ہیں؟ فرمایا میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں اور آپ مجھے دوسلم سکھائیں جو آپ کو مٹا دیا گیا ہے۔ پوچھا کیا آپ کے لئے یہ کافی نہیں کہ آپ کے پاس تو راستہ ہے اور آپ چاہتے ہیں؟ پھر انہوں نے کہا کہ اے مومن! مجھے جو علم حاصل ہے اس کا سکھانا آپ کے لئے مناسب نہیں اور جو علم آپ کے پاس ہے اس کا سکھانا میرے لئے مناسب نہیں۔ یعنی میرا اور آپ کا دواؤں کا دواؤں ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ ا۔ مومن علیہ السلام نے کہا، میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ اس دور ان ایک دور است میں سے کہ بعد میں شعی میں سفر کے دوران ایک چٹان نے اپنی چوٹی میں دوا سے پانی لیا۔ خضر نے کہا اے مومن! دواؤں ہمارا اور تمہارا (محمدا) کے علم کے سامنے ایسا ہی جیسے وہ پانی جو اس چٹان نے اپنی چوٹی میں سمندر سے لیا ہے۔ پھر انہوں نے کہا آپ میرے ساتھ میری نہیں کر سکتے گے۔ اور آپ ان بچوں پر میری طرح کیسے کر سکتے ہیں جو آپ کے دائرہ علم سے باہر ہیں۔ مومن علیہ السلام نے کہا آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کے بارے میں سوال نہ کرنا، ہر بات میں آپ سے خودی اس کا تذکرہ نہ کروں۔ پھر وہ دواؤں چلے اور آگے جا کر (دواؤں میں) ایک کشمکش میں سوا ہو گئے جو لوگوں کو ادھر سے ادھر (ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک) لے جاتی تھی۔ کشمکش والوں نے خضر کو پہچان لیا اور بغیر اجازت کشمکش میں بیٹھ لیا۔ پھر وہ مومن علیہ السلام نے کشمکش کے لئے کوئی دوا دی۔ اس پر مومن کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے ان سے کہا کیا آپ نے خضر کو لے لئے تو قرآن ہے کہ آپ کشمکش والوں کو دوا دیں؟ تو آپ نے بہت دیر پا کام کر دیا۔ خضر نے کہا کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ میری نہ کر سکتے گے؟ مومن علیہ السلام نے کہا، میری بٹول پر میری گرفت نہ کیجئے، اور نہ میرے معاملے میں جتنی کیجئے۔ پھر وہ دواؤں چلے، کشمکش نے ساحل پر اتارا وہاں سے دوا لیا۔ بہت چپے تو ایک میدان میں پہنچے جہاں کھیل رہے تھے تو خضر نے ان میں سے ایک بچے کو مار ڈالا۔ یہ بات پہلے سے بھی لڑیا، وہ شدید غمی اس لئے ہوئی مومن علیہ السلام نے نہ کر سکتے اور انہوں نے خضر سے کہا کیا آپ نے ایک معصوم بچہ ناحق مار ڈالا؟ یہ تو ایک بچہ تھا کہ آپ نے کہا کیا آپ نے ایک تانہ پند یہ کام کیا۔ خضر نے کہا، کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ میری نہ کر سکتے گے؟ مومن علیہ السلام نے پھر ایک مرتبہ تذکرہ کیا اور کہا، اگر میں اس کے بعد آپ سے کیا پیچھے کے بارے میں سوال کروں تو آپ مجھے ساتھ نہ کر سکتے، آپ میری طرف سے تذکرہ تک پہنچ گئے۔ پھر وہ دواؤں چلے یہاں تک کہ ایک ہستی والوں کے پاس پہنچ گئے جہاں سے انہوں نے لکھا طالب کیا لیکن انہوں نے ان کی چیز پائی سے انکار کر دیا۔ وہاں ان کو ایک دیوار ملی جو گرنے کے قریب تھی۔ خضر نے اسے سیدھا کر دیا۔ مومن علیہ السلام نے نہ دیا کیا اور انہوں نے خضر سے کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اجازت لے لیتے تاکہ اس نے کھانے کا انتظام ہو جاتا۔ خضر علیہ السلام نے کہا: بس اب میرے اور آپ کے درمیان چھائی کا سونوہ آگیا، میں آپ کو ان باتوں کی اصل حقیقت سے آگاہ کروں گا جن پر آپ صبر نہ کر سکتے تھے۔ مومن علیہ السلام نے ان کی حقیقت کو سمجھ کر صبر سے کام لیا۔

خضر علیہ السلام بشر تھے یا فرشتہ

۱۔ حضرت علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ”جو علم آپ کے پاس ہے اس کا سیکھنا میرے لئے مناسب نہیں اور جو علم مجھے حاصل ہے اس کا حاصل کرنا آپ کے لئے مناسب نہیں۔“ اس طرح نبی اور فرشتے کے دائرہ کار اور مذہب و اداری کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی ذمہ داری اسی حد تک ہوتی ہے کہ جو شریعت ان کو عطا کی گئی ہے وہ اس پر خود پوری طرح عمل کریں اور شریعت کے علوم و احکامات کی اپنی امت کو تعلیم دیں اور ان سے عمل کرائیں۔

۳۔ نبی کی امت کا ہر فرد اصول و نظام شریعت کا پابند ہوتا ہے اور غلاف و رتہ کی پر قابض سزا نہیں رہتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی کسی کی کشتی کو میب واریغادے اور اس کی گرفت نہ ہو، کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے اور اس کے خلاف "جان کے بدلے جان" یا قصاص و رتہ کا فیصلہ نہ ہو؟

طرف سے قطع کیا گیا تھا جیسا کہ قرآن میں بتایا گیا: **وَعَلَّمْنَا بَيْنَ لَدُنَّا عَلَمًا** (اور جس کو اپنے پاس سے ہم نے علم سکھایا تھا) (الف ۵۰)۔ اور حضرت علیہ السلام نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے کہا: **وَمَا فَعَلْتُمْ عَنِ الشَّرِّ** (میں نے اس کام کو اپنی رائے اور اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ یعنی اللہ کے حکم سے ہی سرانجام دیا ہے) (الف ۵۱)۔ حکومتی امور تو فرشتوں ہی کی ذمہ داری ہوتے ہیں نہ کہ انسانوں کی، اور فرشتوں پر براہ راست ہی اللہ کے احکامات صادر ہوتے ہیں۔ یہ امور انبیاء کے دائرہ کار سے نکلے باہر ہوتے ہیں۔

ان واقعات کی روشنی میں یہ موقف قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیہ السلام بشر نہ تھے (نہ نبی اور نہ نمری) بلکہ وہ فرشتہ ہی تھے۔ **وَاللّٰمَاعِلَمُ بِالْصَّوَابِ** ہم حال یہ بات تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ اس بے اختیار وسیع و عریض کائنات میں ایسے بے شمار حکومتی امور انجام پارہے ہیں جو ہمارے لئے پرہیز و غضب میں ہیں۔ رب ذوالجلال نے اپنی حکمت کے تحت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح کے کچھ امور کے چھپے کار فرماؤ جو بات سے آگاہی و اطلاع فرمادی تاکہ ان کو اس بات کا پورا پورا احساس ہو جائے کہ اللہ ہی عظیم و عظیم ہے اور علم کے ہر معاملے کو اس کی طرف منسوب کرنا چاہیے، اور یہ کہ منصب نبوت پر فائز کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم شریعت تو عطا فرمائے ہیں لیکن حکومتی امور ان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ ایسے کچھ اور واقعات بھی قرآن میں مذکور ہیں۔ تخلیق آدم علیہ السلام کے موقع پر فرشتوں کو بھی یہ احساس دلایا گیا (الف ۲۷) کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام سے چند سوالات کئے تو آپ نے وحی کی توقع میں جواب دینے کا وعدہ تو فرمایا لیکن انشاء اللہ نہ کہا تو اس پر آپ ﷺ کو تنبیہ کر دی گئی کہ اس طرح نہ کیا کریں (الف ۱۳)۔ انبیاء علیہم السلام کے ان واقعات کو قرآن میں بیان کرنے کا یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی بشریت ثابت کر دی جائے تاکہ ان کو اللہ کا ”بند“ یعنی مد مقابل ظہیرانے کے لئے فوق البشر، عالم الغیب اور انوی صفات سے متصف کرنے کے جو شیطان غریب استعمال کئے جاتے ہیں ان کا سد باب ہو سکے۔ اللہ کا شکر ہے کہ قرآن میں جہاں دعویٰ اللہ از میں توحید کے اہم گوشے واضح کئے گئے ہیں وہاں اس قسم کے واقعات میں بھی کچھ پہلوؤں کو نمایاں کر دیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کی ایذا رسانیاں

بنی اسرائیل تو نبی زوال و پستی کی انتہا کو پہنچ گئے تھے، ایمان کا ذکر کرتا اور بار بار عہد ظنی کرتا، بدعہدی و نافرمانی کی صفات ان کا طرہ اختیار بن گئی تھیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اور احکامات سے پیہم روگردانی کی روش اپنا کر اللہ کے قہر و غضب و عتاب سے بڑے بڑے تھے۔ اس مضمون کے پچھلے صفحات میں جن واقعات کو بیان کیا گیا ہے ان میں گزشتہ سال پرستی اور ٹھکرے سے عقیدت دین و سلسلے جیسی نعمتوں کی ناشکری و تورات کا احکامات کی پیروی سے گریز، اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے

دیکھے بغیر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار اور ارض مقدس میں داخل ہونے سے قطعاً انکار کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ سورہ صافات اور (۱۲۱) اب میں تو خاص طور سے ان کی ایذا رسانی کا تذکرہ ہے۔ سورہ صافات میں فرمایا:

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تم کو مجھے کیوں دے دیا حالانکہ تمہیں عظیم ہے کہ میں اللہ رسول ہوں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں۔ مگر میں تمہیں نے کج روی اختیار کی تو اللہ نے ان کے دلوں ہی کو تیز جا کر دیا (یعنی قبول حق کی صلاحیت سلب کر لی) کہ اللہ تعالیٰ بفرمان لوگوں کو بدایت نہیں دیتا۔“ (الف ۱۵)

ان ظالموں نے ہر گز کی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے اللہ کے رسول پر الزام تراشی اور ان کی شخصیت پر حملوں سے بھی گریز نہ کیا، جن کا احادیث میں تفصیلی ذکر ہے۔ سورہ الاحزاب میں اس طرف کچھ اشارہ ہے:

”اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی روش نہ اپنا جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تو اللہ نے ان کو ان لوگوں کی باتوں سے عریض کر دیا۔ وہ تو اللہ کے نزدیک باعزت اور بالا قرار تھے۔“ (احزاب ۶۹)

قرآن میں ایذا رسانی کا تذکرہ تو کیا گیا ہے لیکن مذکورہ واقعات کے حوالہ کو کوئی اور واقعہ بیان نہیں کیا، جبکہ احادیث میں متعدد واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی میاں غیرت میں شدت کے حوالے سے ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کا اس آیت کے شان نزول سے قریبی تعلق ہے۔ ”عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس مدینہ میں کچھ مال آیا آپ نے اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ انصار میں سے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ”اللہ کی قسم اس تقسیم سے محمدؐ نے اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر نہیں چاہا ہے۔“ عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب انہوں نے نبی ﷺ کو اس سے مطلع کیا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا ”اللہ کی رحمت ہو موسیٰ پر، ان کو اس سے بہت زیادہ اذیت دی گئی مگر انہوں نے صبر کیا۔“

یہاں طوالت سے بچتے ہوئے قرآن و حدیث میں بیان کئے گئے واقعات و حالات میں سے صرف چند پر ہی اکتفا کیا گیا ہے جو صورتحال کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ یوں تو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد پوری بنی اسرائیل کی تباہی و تخریب شروع ہو چکی تھی، لیکن بنی اسرائیل کی قوم جو بے بسی، خود غرضی اور دنیا پرستی میں اپنا جواب نہ دیتی تھی، اس کی طرف سے ایذا و رسانیوں کے نہ تم ہونے والے سلسلے نے صورتحال کو کس قدر ناقابل برداشت بنا دیا ہو گا، اس کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں، لاکھوں رحمتیں ہوں اللہ کے اس بندے اور ابوالعزم رسول پر جس نے پورا عزم اور صبر کے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کیا۔ مصر میں فرعون جیسے طاغوت سے نمٹنے کے بعد وہاں سے نکلے تو صحرائی زندگی میں بنی اسرائیل جیسی سرکش قوم کو دین کی دعوت، ارشاد ہدایت کی تلقین اور ان کی تربیت میں پوری طرح سرگرم رہے۔ تمام تر کوشش کے باوجود قوم تو اس سے مس

نہ ہوئی، سوائے چند صالح افراد کے، لیکن موسیٰ علیہ السلام کے عزم و حوصلہ میں کمی نہ آئی۔ آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام نے آپ کا تمام مراحل میں بھرپور ساتھ دیا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

وفات موسیٰ علیہ السلام

ہارون علیہ السلام کی وفات کا قرآن وحدیث میں ذکر نہیں ملتا، مفسرین نے تو رات کے حوالے ہی سے تفصیلات بیان کی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ احادیث میں موجود ہے۔ بخاری ومسلم میں ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرشتہ اہل (انسانی شکل میں) آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ مرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پیش میں آکر اس کے طمانچہ رسید کر دیا، اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا اور یہ بیجا ہوا:

”وہ کسی نیک کی کسر پر اپنا ہاتھ رکھ دے، جتنے ہاں تمہاری صفی میں آجائیں گے ہم ہر بال کے عوض تمہاری زندگی میں ایک ایک سال کا اضافہ کریں گے۔“

لیکن اب موسیٰ کو یہ احساس ہو گیا کہ اس کے بعد بھی موت تو بہر حال برحق ہے تو پھر تاخیر سے کیا فائدہ؟ تو آپ نے اپنے رب کے فیصلے کو پوری خوشدلی سے قبول کر لیا۔ آخری وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں ارض مقدس سے اتنا قریب کروے کہ اگر کوئی پتھر پھینکے والا پتھر پھینکے تو وہاں پہنچ جائے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو موسیٰ کی قبر کا نشان دکھاتا کہ وہ کشیب امر (سرخ شیلے) کے قریب اس جگہ دفن ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو سرخ شیلے کے پاس دفن کیا گیا تھا، اور بخاری کی روایت کے مطابق نبی ﷺ نے معراج کے موقع پر ان کو دیکھا: ”وہ گھٹھے ہوئے بدن کے تھے، بال ٹھکرا لے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قبیلہ شموۃ کے فرد ہوں۔“ (حدیث اب داؤد: ۱۰۱۰۰) قول اللہ تعالیٰ ملنا کہ صبر ہی!۔ نبی ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا اور ان سے صلوات کے معاملے پر گفتگو ہوئی۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم السلام جنت الفردوس میں حیات میں وہ دنیاوی قبور میں نہیں۔

ان صفحات میں موسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کی عبرت انگیز تاریخ کے ایک اہم باب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی داستان حیات دراصل حق وباطل کی طویل کشمکش کی ایک دلچسپ اور موثر روداد ہے، اللہ کے دین اور اس کے دعوتی مشن کے لئے اپنی زندگی کو پوری طرح وقف کر دینے والے عظیم مجاہد کی داستان، جو قوت و ہمت، عزم مصمم اور صبر و استقامت کی اعلیٰ صفات کے ساتھ محض اپنے رب پر توکل سے مسلح ہو کر بڑی قوت و جبروت والے طاغوت سے ٹکر لیتا ہے۔ فرعون جب بحر سے دربار میں موسیٰ علیہ السلام سے بارعب انداز میں کہتا ہے:

”اے موسیٰ! میں تو تجھے سحر زدہ ہی سمجھتا ہوں۔“ (بنی اسرائیل: ۱۰۱)

تو کسی بھی قسم کے خوف یا موعوبیت کے بغیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے مدلل و بلیغ جواب دیا جاتا ہے:

”تو خوب جانتا ہے کہ ان (آیات) کو آسمان وزمین کے رب ہی نے سمجھتے و خبرت بنا کر ازل فرمایا ہے، اور اسے فرعون! میں تو تجھے ہلاکت زدہ ہی خیال کرتا ہوں۔“ (بنی اسرائیل: ۱۰۲)

حقیقت تو یہ ہے کہ جب اللہ کا بندہ اپنے رب پر توکل اور اس کی تائید و نصرت پر بھرپور یقین رکھنے والا ہو تو پھر اس کے دل میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف اور رعب جگ نہیں پاسکتا۔ اور پھر تائید فیہی سے حالات کو اس کے موافق بنا دیا جاتا ہے، راہ کی رکاوٹوں کو دور کر دیا جاتا ہے اور پائے ثابت کو قوت عطا کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

”اِنَّ قَصَصَ اللّٰہِ یَنْصُرُ کُفْرًا وَ یَنْصُرُ اٰیٰتِہٖ اَفْذٰلًا مِّنْکُمْ (محمد: ۲۵)
”اگر تم اللہ (کے دین) کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت فرمائے گا اور تمہارا قدم ہدایت کا۔“

جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کو بحر سے دربار میں قتل کی دھمکی دیتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ہر متکبر اور جاہل سے اللہ ہی کی پناہ میں آ جانے کا اعلان ہوتا ہے اور پھر قوم فرعون ہی سے ایک مرد مومن حق کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور اس متکبر کو جو نشانہ اقتدار میں سرمست ہے اسی دربار میں لٹکارتا ہے اور آخرت کی بد انتہائی سے ڈراتا ہے۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام اس طاغوت کے مقابلے میں فکری و نظری کامیابی حاصل کر کے اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جاتے ہیں اور فرعون اپنے لادائے لشکر کے باوجود ان کا راستہ روکنے میں ناکام و نامراد ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اعلیٰ جامد ہیں لیتے ہیں اور فرعون اپنی قوم کے ساتھ ”ہلاکت زدہ“ ہو کر رہ جاتا ہے۔

پھر تصویر کا دوسرا رخ سامنے آتا ہے۔ اس بے آب و گیاہ صحرا میں ان مہمانوں کے لئے کھانے اور پینے کا انتظام معجزانہ طور پر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن نعت دل لوگ شکر گزاری کے بجائے سرکشی و نافرمانی کی روش پر جتے رہتے ہیں۔ معجزے دیکھنے کے باوجود بے گناہوں کو آنکھوں سے دیکھتے پر اصرار کرتے ہیں تو ایک زوردار صاعقان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ لیکن پھر ان کو زندہ کر کے دوبارہ موقعہ دیا جاتا ہے۔ اس سے نبوت بعد الموت یا خلق جدید کا صریح ثبوت ملتا ہے۔ پھر مسلسل نافرمانی کی روش پراڑے رہنے والے ناشکرے اور بے حس بنی اسرائیل کے سردن پر کوہ طور کو معلق کر کے ان سے عہد و پیمان لیا جاتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ جبر و اکراؤ کا معاملہ ہے۔ یہ معجزے محض اس لئے دکھائے گئے کہ پستی و ذوال کی حکایت اس مردِ اول قوم کے اندر فطری احساس اور غور و فکر کی صلاحیتوں کو ابھاراجائے۔ الغرض، کتنی ہی انہونی باتوں اور معجزات پر معجزات کو بنی اسرائیل اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے لیکن پھر بھی اس قوم نے سوائے چند صالح افراد کے اس سب کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ بنی اسرائیل کی پوری تاریخ ایسے ہی واقعات سے بھری ہوئی ہے جس کا خلاصہ قرآن میں یوں ہی

جانب و اللہ تعالیٰ انداز میں پیش کر دیا گیا ہے۔ بالآخر ان کیلئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہوتا ہے۔

”اور بہ تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ اگر نبی اسرائیل ہاتھ نہ آئے تو ہمارے قیامت تک ان پر ایسے لوگوں کو مسلما کرنا ہے جو ان کو بدترین عذاب سے دوچار کرتے رہیں۔“ (اعراف ۱۶۷)

بالشر اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے، یہ تو مومن کی سزاوار ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ بنی اسرائیل تک ہی محدود ہے انہیں، بلکہ یہ تو مومن بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی طاقتورزی و ناشکری کے ساتھ ناقربانی کی روش اختیار کرے گی، اس پر اللہ کا فیصلہ اسی طرح نافذ ہو کر رہے گا جیسا کہ بیان کر دیا گیا:

وَلَا تَكُن مِّنَ الْمُتَكِبِرِينَ ﴿١٦٨﴾ تَكْبُرُ لِرَبِّكَ كِبْرًا سَاطِئًا لَّنَا لَعْنَةُ اللَّهِ لِّلْمُتَكِبِرِينَ ﴿١٦٩﴾
 ”اور نہ ہو متکبر، متکبر ہے رب کے ساتھ، اور تمہارا کبر تمہارے لئے برا ہے، اور تمہارے لئے لعنت ہے اللہ کے لئے متکبروں کے لئے۔“

البتہ جو لوگ کتاب اللہ کی ہدایات پر عمل پیرا ہیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے مصلحین کے اجر کو ضائع نہ کرے گا (اعراف ۱۷۷)۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسے ہی لوگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نتیجہ: صالحکم لا تضر جون للہ و قارا

”اصل بات یہ ہے کہ کتاب قبر کا تعلق دنیوی زندگی سے نہیں بلکہ اخروی زندگی سے ہے۔ اور میت کے جنازے عذاب ہونے کے باوجود بھی یہ تمام کاروائیاں جاری ہوتی ہیں۔ کیونکہ قبری زندگی اور دنیاوی زندگی کے درمیان ہر قسم کا تعلق ہوتا ہے۔“ (الدرین الفاسر، دوسری قسط صفحہ ۲۱۸)

موصوف نے اس بات کو اپنی کتابوں میں مختلف الفاظ سے بار بار دہرایا ہے۔ ایک طرف موصوف کا دعویٰ یہ ہے کہ اسی قبر میں یہی مردہ زندہ ہو جاتا ہے، مہتابہ دیکھتا ہے، جھکتا ہے، احساس و شعور رکھتا ہے، مگر یہ سارا معاملہ غیب کا ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے، ہمارے اور اس کے درمیان نہ تو کوئی حائل ہے۔ دوسری طرف یہی موصوف عمرہ بن الفاضل سے خلاطوہ سے منسوب ابن القفاط کی موت پر مصر میں جس میں سے کہ انہوں نے وصیت کی کہ دفن کے بعد میری قبر پر اتنی اور شہرہ ناک چٹائی دیں میں اولت نخر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کر کے آنے والے فرشتوں کے صحیح جواب دے سکوں۔ جب قبر کا معاملہ غیب میں سے ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے، مرنے والے اور زندوں کے درمیان نہ تو کوئی حائل ہے، تو پھر مردے کا دفن کرنے والوں سے انس حاصل کرنا چاہنے کا کیا مطلب؟ غیب نہ رہا؟ کیا نہ تو کوئی حائل ہے کہ پیشہ وہ مولوی کیلئے سب کچھ ہی جائز ہے، سیوا کو سفید ثابت کرنا اور مطلب پر اسی کے بعد پھر اس کو سیاہ ثابت کرنا؟

درج بالا سطور سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اپنا چند بدو شخصیات اور ان کے باطل عقائد کا دفاع کرتے ہوئے یہ پیشہ و مہرین کس طرح ممکن حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اصحاب رسولؐ پر اتہام طراری سے

بھی باز نہیں رہتے۔ حالانکہ وہ تو صحیح معنوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے پیچھے تھے جن کو کتاب اللہ نے فلاں یا اب اور انعام یا نیت ہونے کی ہدایت سے نواز دیا تھا۔ ہمارے قہر کے اپنے بے پروا باطل موقف کی تائید میں تھا کہ ان کو جھٹلانے کے لئے پر قریب انداز میں اپنی فنی مہارت کو روئے کار لا کر لوگوں کی آنکھوں میں حوصلہ جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کو جمعی شخصیت پرستی کے جال میں پھنسا کر گمراہ کر دیں۔ سراسر ادا مستقیم سے مرتد ہونے والے ان شیطانی کوششوں میں کچھ زیادہ ہی برکرم و مستعد نظر آتے ہیں، وہ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے میں اپنی بیوقوفی کا زور لگا دیتے ہیں۔ شیطان نے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے اور یہ تحریر کی جواب دہی سے انھیں بے پرواہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

نتیجہ: خدیجۃ الذکریٰ

اس طرح احادیث میں خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ کیسی خوش نصیب تھیں یہ خاتون جن کو نہایت ہی بدست کی خوش خبری مل رہی ہے۔ نہ صرف اس پر ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی زوجہ ہیں، بلکہ اس لئے کہ وہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ آپ کی نبوت کی تصدیق کی، ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیا اور گار نبوت کے جائز مسائل میں آپ کے لئے الجھتی اور تسلی کا باعث بنی رہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے نہ صرف یہ کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی محبوبہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی ان کا رتبہ نہایت اعلیٰ اور اللہ کے محبوب و صالح بندوں میں ان کا نمایاں مقام ہو گیا۔ ان کی زندگی اور طرز عمل میں ہر دور کی عمل ایمان خواتین کے لئے ایک آئینہ عمل سمون ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں راہ حق میں اشتقاقت عطا فرما کر اپنے صالح بندوں میں شامل کر لے اور صحابہ کرام اور اہل بیت المؤمنین کے نمونے پر اپنی اہل بیت و خلائق کو استوار کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

نتیجہ: سوال و جواب

پروفیسر شمس نے اپنی کتاب فلاں و اربین میں لکھا کہ ”موت پاک“ کی پیدائش کے وقت ان کی والدہ درود میں مبتلا ہوئی لیکن ان کی پیدائش نہیں ہوئی۔ والد پر یشان ہو گئے۔ ایک بزرگ کے پاس پہنچے کہ یہ تو تکلیف میں مبتلا ہے، یہ معاملہ ہے۔ انہوں نے مراد کیا اور بتایا کہ اسی طرح ولادت نہیں ہو سکتی، وہ مراد اولیا ہیں، اس طرح برپند آنا نہیں چاہئے۔ انہوں نے کہا حضرت کچھ تو کیجئے۔ انہوں نے کہا اچھا یہ میرا اضافہ ہے جاؤ۔ اپنے سیاہ رنگ کے صاف سے ایک پاشت کا ٹکڑا کاٹ کر دیا اور کہا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ اسے کھالے۔ پھر وہ کالکھوت چلن کر باہر آئے!

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا

تحقیق و نظر: انیس الدین

کھانا شکر ہے یہ انسان کہ اپنے خالق اور حقیقی رب کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت و بندگی، پوجا و پرستش میں لگا، کبھی سورج کو پوجا تو کبھی چاند ستاروں کو، کبھی شجر و حجر کو سجدہ کیا تو کبھی کانٹے کے پتھر سے گورب مانا اور کبھی اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنا معبود قرار دے لیا ان کی قبریں اور یادگاریں بنا کر ان سے وابستہ ہوا اور ان کی خدائی کا دم بھرنے لگا!

اللہ کا صمد ہزار شکر کہ اس نے اپنے انبیاء کو مبعوث فرما کر انسان کی رشد و ہدایت کا سامان بچھ دیا۔ اپنے اپنے اور میں تمام ہی انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو کفر و شرک کے گھناؤپ اندھیروں سے نکالنے کی جہیم کوششیں کیں۔ اللہ کے بندوں کا اللہ سے تعلق قائم کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ شیطان لعین کی کوششیں بھی جاری رہیں۔ اس نے فی ہوتی بیعت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اس طرح حق و باطل کی کشمکش جاری رہی۔ یہاں تک کہ اللہ کے آخری رسول ﷺ کا مبارک دور آ گیا۔ حق و باطل کی معرکہ آرائی اور طویل و چار گسل کشمکش میں معنی بھرا ایمان والوں کی ثابت قدمی آخر کار رنگ لائی۔ شرک کے شجر شیشہ کی جزاکت دی گئی اور باطل نے دنوں کے تمام ہی پورے وازوں کو بند کر دیا گیا۔ مرد و چترقی جو انسان کو سب سے زیادہ مغرور رہی ہے اس کا سد باب کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اللہ کے ساتھ اللہ کے بندوں کو شریک اور ساتھی ٹھہراتے والوں پر واضح کر دیا گیا کہ جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو، ان کی حقیقت و حیثیت یہ ہے کہ اللہ نے مٹی کے خالص سے تخلیق فرمایا ہے، پھر اسے محفوظ جگہ میں بندھ بنا کر رکھا اور اس نطفے کو مختلف مراحل و مدارج سے گزار کر بیتا جائتا انسان بنایا۔ تم ان انسانوں کو اللہ کا شریک اور ساتھی ٹھہراتے ہو اور اس حالیکہ یہ تو کسی بھی چیز کے خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں! خود سے پیدا نہیں ہوئے، اللہ کے پیدا کئے پیدا ہوئے۔ پیدائش کے بعد فوراً ہی یہ کسی قابل نہیں ہو گئے تھے بلکہ دوسروں کی عبادت و عفتان رہے۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد یہ اس قابل ہوئے کہ اللہ کے دے ہوئے ہاتھ پاؤں سے لچا کوئی کام خود کر سکیں۔ پھر اپنے وقت پورا کرنے کے بعد جب موت نے ان کو تاریا تو اپنی اصل کو ایک لمحے کے لئے بھی نہ نال سکے۔ مرنے بھی تو کھلی آنکھیں دوسروں سے بندگیں۔

فصل بھی دوسروں سے دیا، خود نہ کر سکے۔ خود سے کچھ سے زب تن کرنے والے کو دوسروں نے گفتاب زندگی میں تو کسی نے ان کی چارپائی کو کاندھے سے کرنا اٹھایا تھا بلکہ جہاں کہیں گئے اپنے پیروں پر چل کر گئے۔ غراب تو دوسروں کے محتاج ہو کر آخری آرام گاہ تک پہنچے۔ ایوں اور غیر وہ نے مل کر قہر میں لٹایا اور اس کو بند کر کے اس پر مٹی مٹی ڈال دی گئی۔ لوگوں نے دیکھ لیا کہ مرنے والے میں نہ احساس تھا نہ شعور، جان تھی نہ حیات کا کوئی شائبہ، وہ تو "اموات علیہ" احیاء کی ممل تصویر بنا ہوا تھا۔ قیامت تک اس کی یہی کیفیت رہی ہے۔ وہ مہلت سرور، ایام معنوں، آئینیں یہ بھی خیر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے" (التحقیق ۲۱۰) دفن کے بعد گلی مڑ جانا اور مٹی ہو جانا ہے۔ ان بدیہی خالق کے باوجود اس امت کا مردہ پرستی یا قبر پرستی میں ملوث ہو جانا یقیناً ہم ان کن ہے۔ حیرت ہے کہ قرآن کے اصول و حکایات، حدیث کی توضیح و تشریح کے برخلاف اور حقیقت ثبات کے برعکس یہ سمجھا جانے لگا کہ مردہ دفن ہونے کے بعد فوراً ہی زندہ ہو جاتا ہے اور زندہ بھی ایسا کہ مٹوں مٹی کے پیپے ہے آب و ہوا ہونے کے باوجود سب کچھ جانتا ہے، دیکھتا ہے اور سنتا ہے، خوش ہوتا ہے اور غمزدہ بھی ہوتا ہے مگر بالکل صحیح یہ ہے کہ جو زندہ ہے دوسروں کے حالات سے قطعاً بے خبر ہوتا ہے! قبر پر آ کر سلام کرنے والے کا سلام تو قبر والا سن لے مگر قبر کے باہر کھڑا ہوا زندہ انسان اس کے جواب کو نہ سن سکے! گویا زندہ مردہ ہو گیا اور مردہ زندہ نہیں باطل اور گمراہ کن عقیدہ ہے جس کی وجہ سے آج گلی گلی، قریہ قریہ حزار اور حجاز موجود ہیں، جہاں مردوں اور قبروں کی پوجا پات اور پرستش ہو رہی ہے، مسجدیں، خالی خالی ہیں اور مزارات پر خلائق کا ہجوم ہے۔

در اصل مردوں کے زندہ ہو جانے، سنے سناہ اور جاننے سے عقیدے ہی سے قبر پرستی کا رونا رونا نکلا ہے۔ اسلام نے تو ان کو قطعی بتا کر دیا تھا۔ آخر یہ کس نے اور کب کھولا؟ کس نے اس امت کو پھر سے مردہ پرستی کی ہولناکی پیارنی میں مبتلا کیا؟ خدا تو یہ ہے کہ حیات و ماع فی القبر کے گمراہ کن نظریات کو شرعی حیثیت دے کر عقیدے کا صمد بنا دیا گیا ہے۔ اب یہی عقیدہ و عقیدہ اسلام بن گیا۔ اس کو دین سمجھا جانے لگا۔ العیاذ باللہ! قبر پرستی اور بت پرستی ہر دور میں رہی ہے۔ اسلام میں اس کو

غلیظہ کافی عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا:

يا رسول الله ما تكلّم احبّ ادا لا اروح اليها
 "اے اللہ کے رسول! میں تم سے کب کلام کیا جاتا ہے میں تم سے نہیں ہوں۔"

یہ تھا صحابہ کرامؓ کے سرخیل محمد رضی اللہ عنہ اور دیگر کا عقیدہ۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب اس واقعے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے بھی مردوں کے سننے کا صاف انکار کیا اور کہا کہ نبی علیہ السلام کی عمر ایسی تھی۔

انهم اذ كان ليعلمون ان ما كنت اقول لهم حق ثم قرأت
 انك لا تسمع الموتى وما انت بضئع بشئ حي القبور
 یعنی نبی علیہ السلام کا کہنا یہ تھا کہ اب ان کو اس بات کا پورا علم ہو گیا کہ میں ان سے کہتا تھا (یعنی مشرکوں اور کافروں کے لئے آگ ہے) وہ تو حق تھا۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کی وہ آیتیں مردوں کے نہ سننے کے بارے میں تلاوت فرمائیں جن کا مطلب یہ ہے۔

"اے نبی! تم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔" (البقرہ ۸۰)

"اے نبی! تم قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔" (البقرہ ۲۲)

صحابہ کرامؓ جو ایمان ہی کی بنیاد پر ایک ہوئے تھے، وہ عقیدے میں کس طرح مختلف ہو سکتے تھے جبکہ عقیدے دو ٹوک ہو سکتے۔ اس صورتحال میں صحابہ کرامؓ کی طرف خیالات و خیالات فی القبر کے عقائد کی آپس میں قطعاً غلط اور بے بنیاد بلکہ سراسر جھگڑا تھا۔ ان میں اس مسئلہ پر کوئی اختلاف نہ تھا۔ چونکہ صحابی رسولؐ عمر و بن العاصؓ کا نام اس سلسلے میں خاص طور پر پیش کیا جاتا ہے، اس لئے اس پر الگ سے تبصرہ کرنا زیادہ مناسب ہے۔ آئندہ طور میں انشاء اللہ "الدین القاص" نامی کتاب میں پیش کئے گئے اس سلسلے کے دلائل کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ اس کتاب کا انتخاب اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ کتاب کسی ایک فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ خیالات فی القبر کے متعدد تاملین کی کتابوں کے مجموعہ کی اس میں جمع کر کے پیش کر دیا گیا ہے۔ "الدین القاص" کے مصنف حیات و خیالات فی القبر کے باطل عقائد کے بڑے ہی نققد و کھیل ہیں۔ اور حقیقتاً "الدین القاص" کے نام سے یہ کتاب ان عقائد کی حمایت اور تائید ہی کا نشانہ ہے۔ مصنف موصوف آج کل احمدیٹ ہوئے کا نام بھر رہے ہیں ورنہ فی الحقیقت وہ ہیں کسی کے بھی نہیں۔ ان کی ہر کتاب ایک نئی فلاسفی کی نشاندہی کرتی ہے۔ موصوف کی کتابیں زیادہ تر ذاتی بغض و عناد سے بڑھتی ہیں۔ "الدین القاص" تو ذرا کم مٹائی مرحوم سے ذاتی عداوت کا پلندہ ہی ہے۔ اس کتاب میں موصوف عقائد باطلہ کی حمایت میں حد سے گئے اور ذرا بڑھکائی کی مخالفت میں آپ سے باہر ہو گئے۔ ان کی "الدین القاص" کتاب کیا ہے، ایک خوب ہے جسے ترتیب دیتے ہوئے کمال دوشیاری کا مظاہرہ بڑے ہی بصورتے مگر عیاں انداز میں کیا گیا ہے۔ کتاب پر مکمل تبصرہ تو یہاں مقصود نہیں۔ سردست تو عمر و بن العاصؓ والی روایت پر گفتگو کی تک بات کو محدود رکھا جائے گا۔

حجرت محمدؐ قرار دیا گیا تو اس زہر پر تریاق کا ٹیکل لگا کر اس کو پھر سے پیش کر دیا گیا اس امت میں حیات فی القبر کے عقیدے کو سب سے پہلے مسئلہ "مطلق قرآن" کے بہرہ احمد بن حنبلؒ نے اسلامی عقیدے کے طور پر پیش کیا اور اس پر ایمان لانے کا ضروری قرار دیا۔ اس کے بعد سے اس کو دین اور اسلام کے نام پر سنے سے لگایا گیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کے بعد ان کے تبعین نے اس میں چار چاند لگائے خصوصاً ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ نے ان عقیدے کو خوب خوب ترقی دی اور اس کی حمایت میں حد سے گزر گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی بھاری بھر کم نام ہیں جو علم کے مینار سمجھے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ان عقائد کی دالہانہ خدمت کی ہے اور یہ سلسلہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔

عصر حاضر میں مسلک احمدیٹ کے نام سے معروف فرقہ جو اپنے آپ کو قرآن و حدیث کا حقیقی اور سچا پیغمبر گردانتا ہے، ان کا زبردست وکیل ہے۔ انہوں نے ان عقائد کے وقار میں پورا زور صرف کیا ہے۔ موجودہ دور کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے دلائل بجم بیچتے۔ یعنی ان گمراہ کن عقائد کی انہوں نے خوب خدمت کی ہے۔ بریلوی، دیوبندی وغیرہ کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے کہ یہ قبر پرست اور مردہ پرست ہیں۔ وہ تو ہیں ہی جو کچھ ہیں، لیکن اس قبر پرستی اور مردہ پرستی میں ہاتھ دراصل انہی احمدیٹوں کا ہے۔ گمراہوں کی گمراہی کو جواز انہوں نے ہی فراہم کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کا کوئی قصور نہیں۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ قبر پرستی و مردہ پرستی کے نظریے کے اصل "محققان" یہی احمدیٹ ہیں جنہوں نے اس کی اصل بنیاد "حیات و خیالات فی القبر" کی وکالت کی ابتدا کر دی ہے۔ تقریر و تحریر میں بڑی شد و حد سے اس کی تائید کرتے ہیں، مضامین لکھتے ہیں، کتابیں تالیف کی جاتی ہیں، جن میں زیادہ تر مین گھڑت و بے سرو پا روایات ہی ہوتی ہیں یا پھر کسی صحیح حدیث کی غلط تاویل کر کے اپنا مطلب نکال لیا جاتا ہے۔ اور اپنے موقف کی تائید کے لئے ان عقائد کی نسبت صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم کی طرف بھی کرتے ہیں۔ صحابی رسولؐ عمر و بن العاصؓ کا نام خاص طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ حاشا کہ صحابہ کرامؓ کی طرف ان عقائد کی نسبت کرنا ان پر بہتان طرازی سے کم نہیں۔ صحابہ کرامؓ سے اس کے اثبات میں ایک لفظ بھی ثابت نہیں ہے۔ غیر حاجت اور غیر صحیح روایات محل نظر ہیں۔ ان کا عقیدہ ان صاحبان کی یادہ گوئی کے قطعاً برعکس اور قرآن و سنت کے عین مطابق تھا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ قرآن ان کے سامنے نازل ہوا اور ان کی توضیح و تفسیر بھی کر دی گئی۔ اور اللہ کے نبی ﷺ کا وہ اس کی مفہومی تفسیر کی صورت میں موجود تھا۔ پھر بھلا وہ کس طرح اس کے خلاف عقیدہ بناتے؟ جنگ بدر کے بعد کفار کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا۔ اللہ کے نبی ﷺ تیسرے روز صحابہ کرامؓ کی معیت میں وہاں گئے اور نام بنام ان مقتولین کو مخاطب کیا اور فرمایا:

اَنَا وَ عِدْنَا مَا وَعَدْنَا وَ تَبْنَا حَقًّا هَلْ وَ عَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ
 "یہ تک ہم نے اس چیز کو تو نبی کا کہا ہے کہ ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے بھی اس چیز کو پایہ میں کیا تھا، ہے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا۔"

انجیل پر جرح و قدح کی ہے

سمعت احمد قبل له: روح احب اليك او ابو عاصم؟
قال: كان روح يحرج الكتاب، و ابو عاصم يشرح
الحديث۔

اسوالات اس داود سلیمان بن الاصلیٰ للاحمد بن احمد بن حنبل۔ ۴۳۲۔ صفحہ

۴۲۲، مختل و لکھور (یا) محمد بن منصور، جامعہ امام محمد بن مسعود

”ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے احمد کو کہتے ہوئے سنا، ان سے کہا گیا: آپ روح کو
زیادہ پسند کرتے ہیں یا ابو عاصم کو۔ انہوں نے کہا کہ روح کتاب سے روایت بیان کرتا
ہے اور ابو عاصم یشرح الحديث ہے۔“

امام احمد نے ابو عاصم کو یشرح الحديث قرار دیا ہے اور یشرح الحديث کیا ہوتا
ہے، اسے سمجھنے کے لئے الشیخ اور التبییح کے معنی جاننا ضروری ہیں۔ اوپر پیش
کی گئی عبارت کے حاشیے پر اس کی وضاحت موجود ہے، وہاں سے ملاحظہ ہو:

يقال: شج الكلام شجاً: اذا عماء ولم يبينه، او لم يأت به
على وجهه الصحيح۔ والشيخ: اضطراب الكلام و
لغته۔ الثقل: فده، و عدم الشبان۔ والشيخ: التخليط۔

(انظر كتاب المعنى ۱۰۰/۶ و تهذيب اللغة ۲/۱۱ و لسان العرب ۲/۶۰۶، مادة

شج) البصائر ۳۲۰

معلوم ہوا کہ الشیخ کلام کے اضطراب، جھما پھرا کر بات کرنا، اس کو الٹ پلٹ دینا
اور کسی بات پر قائم نہ رہنا ہوتا ہے۔ اور التبییح کا مطلب غلط ملط کرونا ہے۔

ابو عاصم کے یشرح الحديث ہونے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ کتاب سے
حدیث بیان نہیں کیا کرتے تھے:

قال ابن خراش: لم يُرفِ يده كتاب قط

تهذيب التهذيب: جلد ۳ ص ۲۶۶/تهذيب الكمال: جلد ۱۳ ص ۲۸۶/معجم

الاعلام: جلد ۶ ص ۲۸۰، وغیرہ

”ابن خراش کہتے ہیں کہ اس (ابو عاصم) کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہ بکھی گئی۔“

امام احمد نے ابو عاصم شحاک بن مخلد کے ”السبیل“ ہونے پر بھی روشنی ڈالی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے:

وقال عبد الله: حدثني أبي۔ قال: حدثنا ابو عاصم، قال:
احبرنا ابو سوانة، عن الحكم، عن ابراهيم، عن الاسود،
ان عمر قال: من ملك دارحم، او ذا مجرم، فهو حر۔ قال
ابي: قلت لابي عاصم: الشك منكم او منه؟ قال:

لا أدري۔ (العلل و معرفة الرجال امام احمد: ۹۳)

”عبد اللہ نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ (احمد بن حنبل) نے حدیث بیان کی،
انہوں نے کہا، ہم کو عبد ریت بیان کی ابو عاصم نے، انہوں نے کہا ہم کو عمر بن ابوسوانہ نے،
انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے ابراہیم سے اور انہوں نے الاسود سے کہ فرمایا: جو
دارحم یا دارکامک یا دارمجرم کا مالک بنا تو دوا آزاد ہے۔ میرے باپ (احمد بن حنبل)
نے کہا کہ میں نے ابو عاصم سے پوچھا کہ یہ شک (افراسم او دا مجرم) تمہاری طرف

عمر بن العاص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مردے کے قفن کے بعد روٹ
لوٹائے جاتے اور اس کے زندہ ہو جانے کے قائل تھے۔ حوالے کے طور پر صحیح مسلم
اور مسند احمد کی روایت پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت
قریب تھا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو وصیت کی جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

فاذا دفنتموني فسنوا على التراب سنا ثم اقبوا
حول قبري قدر ما تنحر جزور و تقسيم لحمها حتى
استانس بكم وانظر ماذا اراجع به رسل ربي

(مسلم، کتاب الايمان، باب: كون الاسلام بقدم ماقبله)

”مجھے دفن کرنے کے بعد مجھ پر مٹی ڈالنا اور میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا۔ مٹی
اور میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے گا۔ تاکہ میں تم سے انس
حاصل کر کے جان لوں کہ اللہ کی طرف سے آنے والے فرشتوں کو کیا جواب دوں۔“

ان الفاظ کے متعلق الدین القائل کے مصنف لکھتے ہیں کہ

”حضرت عمرو بن العاصؓ کی حدیث ارضی قبر میں سوال و جواب کیلئے بہت ہی واضح
ہے۔“ (امدین القائل: جلد اول ص ۱۶۱)

”اس حدیث کا آخری حصہ ارضی قبر میں سوال و جواب پر نص قطعی ہے۔“

(یضاً ص ۸۸)

مسلم اور احمد کے حوالے سے پیش کی گئی یہ روایت سرے سے قائل اعتبار میں
نہیں ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں جن کا ذکر آئندہ طور میں کیا جائے گا۔
۱۔ مسلم میں اس روایت کی سند اس طرح ہے:

ابو عاصم الضحاك قال اخبرنا حيوة بن شريح قال
حدثني يزيد بن ابي حمزة عن ابن شماسه المهری

اس روایت کے راوی ابو عاصم الضحاک بن مخلد انجیل کے متعلق ڈاکٹر مٹھی کی تحقیق
ملاحظہ ہو:

”سند کے لحاظ سے اس روایت میں ابو عاصم (انجیل) ضحاک بن مخلد ہے جس کو
مقبول اپنی کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ابو العباس نیاتی نے بھی ابن عبد اللہ ان کا
قول پیش کر کے یہی دعویٰ کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے (الضعفاء، مقبول، درق ۱۷۱/۱، میزان
المعتدل، الجزر دہائی ۳۲۵)۔“ (انساب، رشتہ ص ۳۱)

الدین القائل کے مصنف اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جس راوی پر انہوں نے غواہ خواہ جرح کی ہے وہ ابو عاصم انجیل ضحاک بن مخلد
ہیں اور یہ اعلیٰ درجہ کے ثقہ راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر مقلانی اپنی مختصر
اور بے نظیر کتاب تخریص المجتہد میں ابو عاصم انجیل کے متعلق فرماتے ہیں کہ
ابو عاصم انجیل البصری ثقہ اور ثبت (مضبوط اور پختہ) ہیں۔ (ص ۱۵۵)“

(امدین القائل: جلد اول ص ۱۵۵)

مصنف موصوف نے ڈاکٹر عثمانی مرحوم کو مورد الزام ٹھہرایا ہے کہ انہوں نے اس راوی
پر غواہ خواہ جرح کی ہے حالانکہ انہوں نے اس پر خود جرح نہیں کی ہے بلکہ دوسروں کا
حوالہ ہی پیش کیا ہے۔ البتہ موصوف کے مجدد ”محدثین کے استاذ“ علوم اسماء
الرجال کے ماہر الدین القائل، ص ۲۰۶، امام احمد بن حنبل نے ضرور ابو عاصم
بن عاصم احمدیؓ کی سند میں ایک راوی ابن شماسہ ہے۔ یہ مصنف مجتہد و صرف ضعیف راوی ہیں۔

یہ بات "فاضل" مصنف کی جہالت کا بین ثبوت ہے۔ کسی ستم ظریفی ہے کہ غلط بات لکھتے ہیں وہ بھی پروردگار میں ابو مصوف نے ابو حفص کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا کچھ اتنا پتہ نہیں ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ابو حفص کا اتنا پتہ سب موجود ہے۔ ابو مصوف کو علم نہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ دوسرے بھی نہیں جانتے۔ یہ ابو حفص عمرو بن علی الفلاس ہیں۔ امام بخاری کے استاد ہیں۔ بخاری و مسلم ہی نہیں، مشہور کتب حدیث کے راوی ہیں۔ مسند احمد میں بھی ان کی روایات موجود ہیں۔ الدین الفلاس کے مصنف کا یہ کارنامہ ہے کہ مخالفت اور مخالفت میں مشہور و معروف ثقہ راوی کو مجہول اور غیر معروف بنا دیا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابو حفص عمرو بن علی الفلاس کی گیارہ مقامات پر وہ روایات لی ہیں جو کہ انہوں نے ابو عاصم ضحاک بن مخلد سے سنی ہیں۔ عبد اللہ بن احمد بن ضحیل نے بھی ان سے سماعت حدیث کی ہے۔ مسند احمد میں ایک روایت تو علی بن مرویات میں سے ہے۔ اس کے حاشیے میں احمد محمد شاکر لکھتے ہیں:

عمرو بن علی ابو حفص هو الفلاس الحافظ من تلامذة المحدثين (مسند احمد، احسن اشکھ جز ۲، ص ۲۵۹)

ان گزشتہ بات سے یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ وضوء سے متعلق ابو عاصم کی روایت کو امام احمد نے ابو حفص کی وجہ سے نہیں بلکہ ابو عاصم کی وجہ سے باطل ٹھہرایا ہے۔ ابو مصوف نے اس روایت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت جس کے راوی ابو ہریرہ ہیں، صحیح سند کے ساتھ سنن الکبریٰ للبیہقی میں مذکور ہے۔ مصنف ابو مصوف کی یہ بات بھی ان کے ظرف کے خالی ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ ورنہ ابو ہریرہ کی یہ صحیح حدیث تو صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب اسباغ الوضوء علی الکراۃ میں بھی موجود ہے اور اس کے علاوہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور ابن ماجہ میں تو ابو ہریرہ کے علاوہ ابو سعید خدری کی سند سے بھی مذکور ہے۔ ابو عاصم کی روایت بھی ابو سعید خدری سے ہے۔

اوپر ابو عاصم سے متعلق خاص طور پر امام احمد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس انتخاب کی وجہ ظاہر ہے کہ الدین الفلاس کے مصنف اور ان کے دیگر ہمنواؤں کے یہ معتد اور معتبر امام ہیں۔ امام احمد کے یہ ہم عقیدہ ہیں اور ان کے باطل عقیدے کی حمایت اور طرف داری ان کا نصب العین ہے۔

کتاب الضوفا العقیبی میں ابو عاصم کے متعلق یہ بھی ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس پر کلام کرتے تھے۔ الدین الفلاس کے مصنف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام یحییٰ بن سعید القطان کے کام میں بھی جرح کے الفاظ موجود نہیں ہیں، بلکہ امام ابو عاصم سے کہا گیا ہے کہ امام یحییٰ آپ کے بارے میں گفتگو (کلام) کرتے ہیں، کیا کام کرتے ہیں؟ کچھ معلوم نہیں، لہذا یہ جرح غیر مفسر اور عمل ہے۔ اور اصول حدیث کے لحاظ سے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور امام یحییٰ بن سعید القطان کے اس قول کی سند بھی

ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں بشر بن آدم ضعیف ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۳۳) (الدین الفلاس، دوسری قسط، ص ۱۲۳)

ابو مصوف نے جرح مفسر اور غیر مفسر کی بحث چھیڑ کر گویا جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہی بہت ہے کہ ابو مصوف نے اس کو جرح تسلیم کر لیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم و معروف ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان تو ان ناقدر رجال میں سے ہیں جن کی جرح کا مندر ہونا کوئی آسان بات نہیں۔ رہی ابو مصوف کی دوسری بات کہ ان کے قول کی سند ضعیف ہے، اس کے لئے ابو مصوف نے تہذیب التہذیب کا حوالہ دیا ہے۔ ذرا دے گئے حوالے پر ایک نظر ڈالی جائے کہ کیا واقعی اس میں بشر بن آدم کو ضعیف کہا گیا ہے:

"ابو عاصم کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہیں۔ نہالی کہتے ہیں کہ اس میں کوئی عین نہیں۔ انہیں جان نے اس کا ذکر کتاب القات میں کیا ہے۔ مسئلہ کہتے ہیں کہ صالح ہے۔ اور دارقطنی کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہے۔"

مصنف ابو مصوف کے دئے گئے حوالے میں بشر بن آدم کے متعلق بس یہی کچھ وارد ہے تو کیا ابو مصوف کے معیار کے مطابق اس سے وہ ضعیف ثابت ہو جاتا ہے۔ جبکہ ابو مصوف ابن حجر کی جس کتاب کو بے نظیر کتاب قرار دیتے ہیں (الدین الفلاس، ص ۱۰۵) اس میں لکھا ہے کہ صدوق فیہ لیکن "تقریباً ۴۰۰ یعنی سچا ہے لیکن اس میں کچھ نرمی ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابو مصوف بشر بن آدم کو ضعیف قرار دے رہے ہیں جبکہ ان کے مدوح ناصر الدین البانی صاحب کا موقف اس کے برعکس ہے، اور ابو مصوف انہیں موجودہ دور کا عظیم محدث، علامہ العصر قرار دیتے ہیں اور ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ علامہ البانی کو اللہ تعالیٰ نے اس فن میں خاص مہارت عطا فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ہر راوی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور تمام نفسانی آلائشوں سے پاک و صاف اور تعصب سے بالا تر ہو کر فیصلہ دیتے ہیں۔ (الدین الفلاس، دوسری قسط، ص ۸۳ وغیرہ)

یہ البانی صاحب بشر بن آدم کی احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ بشر بن آدم کی روایات ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ میں ہیں۔ اور البانی صاحب اس کی احادیث کو صحیح ترمذی اور صحیح ابن ماجہ میں لائے ہیں۔

ابو مصوف کے بقول البانی صاحب تو کسی راوی کے متعلق نفسانی آلائشوں سے پاک و صاف اور تعصب سے بالاتر ہو کر اور اللہ سے ڈرتے ہوئے فیصلہ دیتے ہیں، اور انہوں نے بشر بن آدم کی روایات کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ لیکن ابو مصوف اس راوی کو ناقابل اعتبار قرار دے رہے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابو مصوف نے نفسانی خواہش کے تابع اور اللہ کے خوف سے ساری ہو کر نفس تعصب کی بنیاد پر بشر بن آدم کو ناقابل قبول ٹھہرایا ہے ادا عشر وایا اولی الانصار!

بشر بن آدم کے متعلق تہذیب الکمال کے حاشیے میں بشار بن ابی معروف لکھتے ہیں "مسلم بن قاسم الاندلسی کہتے ہیں، صالح ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں، قوی نہیں ہے۔ اور ابن حبان نے اس کی حدیث کی اپنی صحیح میں ترجیح کی ہے۔ اسی طرح ابی العباس

نے کہا ہے۔ اور وہی نے اس کا ذکر "نور ان" میں کیا ہے۔ اور "الکشاف" میں اس کو صدوق قرار دیا ہے۔ اور ابن حجر نے "تقریب" میں اسے صدوق فیہ لسن کہا ہے۔ (احشیہ الشیاب الکمال: جلد ۲، صفحہ ۱۵۲)

اس بحث سے یہ بات قلعاً واضح ہوگئی کہ یحییٰ بن سعید کے قول کو جھلانے کی موصوف نے ناحق اور ناروا کوشش کی ہے۔ ان کی یہ سادی مشق محض اس لئے ہے کہ کسی طرح سے بھی جو عمرو بن العاصؓ سے منسوب ابو عاصم سے مروی روایت صحیح ثابت ہو جائے اور ان کے عقیدے کو جواز فراہم ہو جائے۔

ابو عاصم سے متعلق بحث نہ چاہتے ہوئے بھی کافی طویل ہوگئی ہے۔ آخر میں ان سے متعلق یحییٰ بن یحییٰ کا قول پیش کیا جا رہا ہے۔ ترمذی الکمال کے حاشیے میں یحییٰ ابن یحییٰ کے شاگرد ابن حجر کے سوالات کے جواب لے لکھا ہے:

وقال ابن معمر: قيل ليعحي: ابو عاصم النبيل، و عبد الرزاق، و قبيصة، و ابو حذيفة (يعني في سفیان)؟ قال: هؤلاء طعاف - (سوالہ ترجمہ ۱۵۲) احشیہ الشیاب الکمال جلد ۲، ص ۱۵۲، ۱۵۳

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابو عاصم النبیل، عبد الرزاق، حماد اور ابو حذیفہ کے متعلق (سفیان کے حاشیے میں) یحییٰ ابن یحییٰ سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا یہ سب ضعیف ہیں۔

خیال رہے کہ ابو عاصم النبیل سے متعلق اوپر پیش کردہ اقوال و آراء کے برعکس بھی محمد بن یحییٰ کی نگارشات ہیں۔ مگر اس سلسلے میں یہ بات خوش نظر رہے کہ بغدادی کی تمام ہی روایات کا صحیح اور درست ہونا ضروری نہیں۔ ابو عاصم راوی کے ترجمہ میں ذہنی لکھتے ہیں:

قد احتج به مسلم وعرو علي عدة علمه قل ان تجد له حديثاً منكراً أخره لا تصفه من هو ثقة

(مسیر اعلام النبلاء، جلد ۱۲، ص ۲۴)

"ابامسلم نے ان سے احتجاج کیا ہے اور ان کی وسعت علمی کے باوجود ان کی منکر روایات کم تعداد میں پائی جاتی ہیں اور یہ ثقہ امی کی صفت ہے۔"

اور دوسری تصحیح میں ہمارے ترجمہ میں اس کی بیان کردہ ایک روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وقال متعمد بن علي بن حمزة: سألت يحيى بن معين عن هذا فقال ليس له أصل وبعير ثقة قلت كيف يحدث ثقة يبطل قال شبه له

(مسیر اعلام النبلاء، جلد ۱۰، ص ۱۰۰)

"محمد بن علی بن حمزہ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن یحییٰ سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: اس کی کوئی اصل نہیں اور عیم ثقہ ہے۔ میں نے کہا کہ ثقہ راوی ہاں روایت کیسے بیان کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کو شبہ ہوا ہے۔"

۲۔ اب ذرا متن پر بھی غور کر لیا جائے۔ عمرو بن العاصؓ کے متعلق یہ جو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کے گرد آبی درخت بھیرنا

یعنی درمیں اونٹ نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کر کے آئے والے فرشتوں کو صحیح جواب دے سکوں یہ بات قطعاً خلاف واقعہ ہے۔ انہوں نے اس طرح کی بات بالکل نہ کی تھی۔ اس کے رد کے بہت سے شواہد اور ثبوت موجود ہیں۔ عام طور سے وصیت قریب ترین اعزاء کو کی جاتی ہے۔ انہوں نے بھی وصیت اپنے بیٹے کو ہی کی تھی۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ نے بطریق القدر اور صاحب علم صحابی ہیں۔ وہ اپنے باپ کی جو وصیت بیان کرتے ہیں، ان میں یہ الفاظ صریح سے موجود ہی نہیں ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں:

قال: أخبرنا عبد الله بن أبي موسى قال: أخبرنا إسرائيل عن عبد الله بن المختار عن معاوية بن قرة المزني قال: حدثني أبو حنيفة بن أبي الأسود عن عبد الله بن عمرو أنه حدثه أن أباه أوصاه قال: يا بني إذا ست فاعسلني غسله بالماء ثم حفتني في ثوب، ثم اغسلني الثالثة بماء فراح ثم حفتني في ثوب، ثم اغسلني الثالثة بماء فيه شيء من كافور ثم حفتني في ثوب، ثم إذا البستني الثياب فأزر علي فاني مخاصم، ثم إذا انت حملتني على السرير فاستي بي منتبها بين الحشيتين وكن خلف العجالة فان قدسها للملائكة وخلصها لبني آدم، فإذا انت وضعتني في القبر فسن علي التراب ستاً ثم قال: اللهم انك امرتنا فركبنا ونهيتنا فاحسبنا فلا تیری، فاعتذر ولا عزیر فانقصر ولكن لا اله الا الله ما زال يقولها حتی مات۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲، ص ۲۶۰ تاریخ

مستدرک جلد ۲، ص ۱۹۶) (سیر اعلام النبلاء، جلد ۲، ص ۱۵۲)

"عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کو وصیت کی کہ جب اسے اپنے باپ سے وفات پاؤں تو مجھے پانی سے غسل دینا، پھر مجھے کپڑے سے تنگ کرنا، پھر مجھے صاف پانی سے غسل دینا، پھر مجھے کپڑے سے تنگ کرنا، پھر میری قبر پر مجھے اس پانی سے غسل دینا، جس میں کچھ کافور ہو، پھر مجھے کپڑے سے تنگ کرنا، پھر مجھے کپڑے سے پہناؤ تو مجھے ازاد مچا دینا، مجھے ملاقات کا سامنا کرنا ہوگا، پھر جب تم مجھے چار پائی پر اٹھاؤ تو درمیانی چال سے مجھے لے کر چلاؤ اور تم چاروں کے پیچھے رہنا کہ اس کے آگے فرشتے ہوتے ہیں اور پیچھے بنی آدم۔ اور پھر جب مجھے قبر میں رکھو تو مجھے تکی ڈال دینا، پھر انہوں نے کہا: اے اللہ! تو نے ہمیں علم دیا تو ہم (جہاد کے لئے) سواری پر سوار ہوئے۔ تو نے ہمیں روکا، ہم نے نہ روکا تو اس سے بری نہیں۔ ہماری خطا میں معاف فرما، کوئی اور اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو فرما اور اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ وہ یہ کہتے رہے یہاں تک کہ وفات پائی۔"

ابن مبارک کی کتاب الزہد میں عبداللہ بن عمرؓ کا بیان اس طرح آیا ہے:

۱۵۹۔ انا یونس عن الزهري عن حميد بن عبد الرحمن عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان عمرو بن العاص لما حضرته الوفاة قال: ابي بني اذا ست فحفتني

فی ثلاث اناوب ازرنی احداهن، ثم شقوا لی الارض شقا، و سنوا علی التراب سنا، فانی محاصم، اللهم امرت بامور و نهیت عن امور، اللهم فتر کنا کثیرا منا امرت به و وفعتنا فی کثیر مما نهیت عنه، اللهم لا اله الا انت، ثم اخذ بابهماء، فلم یزل یهتدل حتی فاظ - کتاب الزهد لابن السیرین مدارک ص ۶۶ تنزیل تاریخ منہاج دمشق ابن عساکر جلد ۳ ص ۱۹۶

مسبو اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۵۵

”عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ جب عمرو بن العاصؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے کہا اے بیٹے جب میری وفات ہو تو مجھے تین کپڑوں میں لپیٹ دینا۔ ان میں سے ایک سے مجھے ازار دینا، چھ میری قبر بنانا اور چھ میری کھدائی ڈال دینا۔ مجھے سوالات کا سامنا کرنا ہو گا۔ اے اللہ تو نے بعض کاموں کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے روکا۔ اے اللہ ہم نے بہت سے وہ کام چھوڑ دیے جن کا تو نے حکم دیا اور بہت سے ایسے کاموں میں جکڑا ہو گئے جن سے تو نے روکا تھا۔ اے اللہ کوئی ایسا شخص سوائے تیرے۔ پھر اچانک گھٹا پکڑا اور لا الہ الا اللہ کہتے رہے، یہاں تک کہ وفات پائی۔“

سطور بالا میں عمرو بن العاصؓ کی وصیت سے متعلق عبداللہ بن عمروؓ کا بیان پیش کیا گیا ہے۔ ابونوئل بن ابی معربؓ جو کہ ثقہ اور تابعین میں سے ہیں، وہ عمرو بن العاصؓ کی وفات کا واقعہ اور ان کے الفاظ اس طرح بیان کرتے ہیں:

۹۰۹۱ - حدثنا عفان ثنا الاسود بن شیبان قال ثنا ابو نوفل بن ابی عفر قال جزع عمرو بن العاص عند الموت حزنا شديدا فلما رأى ذلك ابنه عبد الله بن عمرو قال: يا ابا عبد الله ما هذا الجزع وقد كان رسول الله ﷺ يذنيك و يستعملك، قال ابي بنی قد كان ذلك و سأخبرك عن ذلك اني والله ما ادرى احبا ذلك كان ام تالفا يتلفني ولكن اشهد على رجلين انه قد فارق الدنيا وهو يحيهما / ابن سمية و ابن ام عبد، فلما حدث وضع يده موضع الغلال من ذقنه و قال اللهم امرتنا فترکنا و نهيتنا فتركنا و لا یسعنا الا مغفرتك و کانت تلك هجیرا حتی مات۔ المسند احمد جلد ۴ ص ۲۰۹ ج ۱۲ ص ۲۰۹ / کتاب الزهد لابن السیرین مدارک ص ۱۵۳ رقم ۳۳۱ تاریخ منہاج دمشق ابن عساکر جلد ۳ ص ۱۹۶ مسبو اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۵۵

”ابونوئل بن ابی معربؓ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ موت کے قریب شدید غم و خوف کا اظہار کر رہے تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ نے جب ان کی یہ کیفیت دیکھی تو کہا اے ابو عبداللہ یہ غم و خوف کس لئے ہے؟ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو قریب بھی رکھا اور عالم بھی بنایا۔ انہوں نے کہا کہ اسے پناہ دینا ایسا تو تھا، اور میں تمہیں اس کے متعلق بتاتا ہوں کہ اللہ نہیں چاہتا کہ یہ محبت میں تھا یا میری تالیف کی وجہ سے تھا۔ ہاں وہ محضوں کے متعلق کوئی ضرر دیتا ہوں کہ آپ کے دنیا سے رخصت ہونے تک ان سے محبت کرتے رہے۔ ایک ابن سبیہ (عمار ابن ابی اسر) اور دوسرے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود)۔ جب وہ یہ بیان کر رہے تھے تو انہوں نے اپنا ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور کہا اے اللہ تو نے مجھیں حکم دیا ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ تو نے

ہمیں روکا کہ ہم سوار ہو گئے۔ مگر اسے پاس میری مغفرت کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اور وہ اسے ہرے رہے یہاں تک کہ وفات پائی۔“

عمرو بن العاصؓ کی وصیت کے سلسلے میں سب سے اہم بیان عبداللہ بن عمروؓ کا ہے، کیونکہ وصیت انہیں ہی کی گئی تھی۔ ابونوئل بن ابی معربؓ کا بیان اس کے شواہد میں سے ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اور بھی شواہد موجود ہیں۔ اور اس سلسلے میں مزید روایات پیش کی جاسکتی ہیں، جن سے صاف طور سے پتہ چلتا ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے وہ بات کہی ہی نہیں جسے ثابت کرنے کے لئے حیات و سمار فی القبر کے قائلین ایزی پونی کا زور لگاتے رہے ہیں۔

۳۔ مسلم کی ابو عاصم سے مروی زیر بحث روایت کے ناقابل قبول ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ دفن کے بعد میری قبر کے گرد اتنی دیر بٹھرتا جتنی دیر میں اونٹ خمر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کر کے آنے والے فرشتوں کے صحیح جواب دے سکوں۔ عمرو بن العاصؓ نے یہ وصیت اپنے بیٹے عبداللہ بن عمروؓ کی جو ہونہار فرزند اور بڑے مرتبے کے صحابی تھے اور وصیت کی وصیت پوری کرنے سے متعلق احکامات اچھی طرح سے جانتے تھے۔ مگر ان کی طرف سے اس طرح کا کوئی طرز عمل قطعاً ثابت نہیں۔ ثابت ہو بھی تو کیسے جبکہ انہوں نے ایسا کیا ہی نہیں، اور وہ ایسا کرتے بھی کیوں جبکہ حقیقتاً ان کے والد گرامی نے ایسی کسی بات کی وصیت ہی نہ کی تھی۔ عید القدر کی رات ان کے والد گرامی کی وفات ان کی آنکھوں کے سامنے ہوئی۔ تجسیم و عظمین کا بندوبست کیا۔ اور انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کی۔ تدفین سے فارغ ہونے کے بعد صلوٰۃ العید ادا کی۔

(اعلام تاریخ ابوزید دمشقی، تاریخ حیدر دمشق، طبقات ابن سعد، تاریخ الصغیر، تاریخ الصحابہ ابن حبان، الاصابہ اور دیگر کتب تاریخ)

ان گذارشات سے یہ بات تو قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے ایسی کوئی وصیت نہ کی تھی جس طرح یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں ورنہ ان کے بیٹے عبداللہؓ ضرور اس پر عمل کرتے۔ ان کے متعلق اس طرح کی بات کرنا محض اپنے باطل اور گمراہ کن عقائد کو جواز فراہم کرنے کی نیرد اور ناحق کوشش ہے۔

الدين القائلين في مصحف حيات و سمار في القبر کے متعلق کہتے ہیں:

”میرے دوست خراب قبر ہی میں ہوتا ہے۔ مگر ہمارے اور مردہ کے درمیان بزرگ مائل ہوتی ہے اور خراب کو محسوس نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سب پردہ غیب کا معاملہ ہے۔“ (الدين القائلين، پہلی قسط صفحہ ۳۳)

”مردہ نہ صرف شعور رکھتا ہے بلکہ راحت و آرام کو بھی محسوس کرتا ہے اور عذاب کا بھی..... لیکن مردہ کا معاملہ چونکہ پردہ غیب یعنی بزرگ سے ہے، اس لئے اس کا اظہار نہیں ہوتا اور ہم سے محسوس نہیں کر سکتے۔“ (ایضاً صفحہ ۳۹، ۴۰)

”اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مردے والوں اور دنیا کے درمیان ایک آڑ (بزرگ) قیامت تک قائم ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۳۴)

(باقی صفحہ 52 پر)

خدیجہ رضی اللہ عنہا

تحریر: اقم سکارہ

”اور“مومن مرد اور مومن عورتوں میں باہم ایک دوسرے کے معاون اور نفعی ہیں، وہ دینی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں“ (البقرہ: ۱۷۷)
اور سورۃ آل عمران میں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ
”تم میں ایک کر دہ ایسا ہو، چاہے جو لوگوں کو فتح کی دعوت دے، یا امر بالمعروف اور نہی منکر کی ذمہ داری پوری کرے اور یہی لوگ قلمنا پائے والے ہیں۔“
(آل عمران: ۱۰۴)

ان آیات کے قش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم اپنے منصب کو پہچان کر خود کو اس کا اہل بنانے کی کوشش کرتے اور اسی کو آخری کامیابی کا ذریعہ قرار دیتے، لیکن انفس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم دنیا کی طرف جھٹ گئے اور دنیا پرستوں کی روش پر چل پڑے۔ فیشن سے مرعوب ہو کر اسی کے رنگ میں رنگ جانے کو تہذیب و ترقی کی علامت سمجھ بیٹھے۔ ہماری خواتین دنیا کی آرائش و آسائش، نمود و نمائش، لباس و زیورات، مصنوعی تزئین و سنگھار میں ایک دوسرے سے ممتاز نظر آنے کی دوز و صوب میں ایسی گم ہو گئیں کہ آخرت کو ہی فراموش کر بیٹھیں۔ ویسے بھی معاشرے کے ہکاڑ میں خواتین کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عورتوں، بچوں اور مال و زر کے لئے میلان و رغبت فطرت انسانی اور تقاضائے بشریت ہے (آل عمران: ۱۵۱)۔ یہ اگر شریعت کی حدود میں آخرت سنوارنے کے لئے ہو تو مستحسن ہے لیکن اگر یہی شرعی حدود سے تجاوز کر جائے اور فکر آخرت اور اللہ کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بنتے گئے تو فتنہ اور نحوست کا سامان ہے (الحاکم فی المستدرکات: ۱۰۷)۔ ازواج و اولاد (جو آخرت سے غفلت کا سبب ہوں، وہ) تو دشمن ہیں (الطہارین: ۱۳)۔

نبی علیہ السلام کا فرمان اس ضمن میں چشم کشا ہے فرمایا:

”جو“ اگر نحوست کسی شے میں ہے تو گھر عورت اور گھڑ سے میں۔“

(بخاری: کتاب النکاح)

”جو“ بعد مردوں پر کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ خطرناک رہا ہے۔“

(بخاری: کتاب النکاح)

”جو“ تو دنیا ہی شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں تصرف کا موقع دینے والا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ تم کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو، لہذا دنیا اور عورتوں (کے فتنے) سے بچو، اس لئے کہ نبی امرا اہل کاسب سے پہلا فتنہ عورتوں کے معاملے میں ہوا۔“

(مسلم: کتاب اللہ کے احکام)

آج ہر شخص حیران و پریشان ہے، انسانی زندگی سے سکون بالکل ہی رخصت ہو گیا ہے، انسانیت آنے والی نئی نئی آلام و مصائب سے دوچار ہے۔ اقتدار کی پاک ڈور جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ غرور و تکبر میں ڈوبے ہوئے یوم حساب سے بے پرواہ، غفلت کا شکار اور عیش و عشرت میں غرق ہیں۔ دوست، دوست کا وفادار نہ رہا اور خوئی رشتے بے اثر ہو گئے۔ ہمارے گھر وں میں، معاشرے میں کہیں بھی سکون نہیں۔ غور و فکر کرنے والا انسان اسی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس خرابی اور اتری کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان نے اپنے رب کا بتایا ہوا راستہ چھوڑ دیا ہے، وہ دین حق سے منحرف ہو گیا ہے۔ اصل دین اسلام جو غیر المشرقوں میں تھا، وہ آج باقی نہیں رہا۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے تو اللہ کا دین اس طرح پھیلایا تھا کہ امت و ممانت کے پیچھا رہیں اور مریم و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے والوں کو توحید کا سبق سکھایا، ان کے ایمان کو شرک سے پاک کیا اور ان کو صرف اور صرف اللہ واحد کا پرستار بنا کر اللہ و رسول کا مطیع و فرماں بردار بنا دیا۔ لیکن آج تو انداز فکر ایسا بدل گیا ہے کہ ہدایت کو گمراہی سمجھا جانے لگا ہے اور گمراہی کو ہدایت، توحید کو یا شرک ہو گئی ہے اور شرک توحید، غرض اسلامی اقدار بالکل بدل دی گئی ہیں۔

اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں کفر و شرک کے اس تاریک دور میں اسلام سے روشناس کرایا، ہمیں ایمان کی محبت دی اور ہمارے دلوں میں کفر سے بے ادبی کا احساس پیدا کیا۔ اب ہم پر لازم ہے کہ ایمان کی قدر کریں، اس کے تقاضوں کو سمجھیں اور ان کی روشنی میں اُس مقصد حیات کو اپنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے متعین کیا ہے۔ اسی میں ہماری فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو برائی سے روکتے تھے، اور جو حکم کرتے تھے ان کو ہم نے، ورنہ ان کے اب میں جکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کے مرتکب تھے۔“

(الاحزاب: ۶۵)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو صحت حق کی ذمہ داری سنبھالیں یعنی خیر کی طرف بلائیں اور برائی سے روکیں، ”نصیر امت“ کے لقب سے نوازا ہے (الحاکم فی المستدرکات: ۱۰۷) اور سورۃ توبہ میں مومن مردوں اور عورتوں کی اجتماعیت کا مقصد اسی مشن کو قرار دیا ہے فرمایا:

۱۵ "اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تم سے ہر جسم کی شناخت اور کرنا چاہتا ہے تاکہ تمہیں

خوب پاک و صاف کر دے۔" (۱۱۱۱: ۳۳)

اب ہمیں چاہئے کہ انہی کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کے لئے آگے بڑھیں۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُم المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ مختصر آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے تاکہ اس کے مطالعے سے ہمارے اندر بھی اپنی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا جذبہ شوق ابھرے اور آئندہ نسل کے لئے صحیح اسلامی ماحول فراہم ہو تاکہ ان کو یہ شکوہ نہ ہو کہ انہیں شیخ ہدایت کی روشنی سے محروم رکھا گیا۔ پھر کل کو ہماری اولاد، بیٹیں، بیٹیاں اور بہنیاں یہ نہ کہہ سکیں کہ آپ نے ہمیں اندھیرے میں رکھا۔ اللہ نے آپ کو روشنی عطا کی تو آپ نے اسے اپنے ہی تک کیوں محدود رکھا اور اس "روشن چراغ" کو آگے کیوں نہ بڑھایا! بہر حال، اس طرح اگر ہم اپنی اور بچیوں کی اصلاح کرنے میں کسی حد تک کامیاب ہو سکے تو بلاشبہ یہ کوشش انشاء اللہ ہماری اخروی فلاح کا سبب بن سکے گی۔

اللہ تعالیٰ اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (اسراف: ۷۰)

رسول اکرم ﷺ جو ان کے دورِ نبی سے صادق اور امن کے لقب سے پہچانے جاتے تھے۔ خدیجہؓ بہت خلیلہ و سنج کار و بار کی مالک تھیں اور اپنے والد کی وفات کے بعد ان کو ایک ذہین و دیانت دار اور باصلاحیت شخص کی ضرورت تھی جو اس کا انتظام سنبھال سکے اور اس کی سرکردگی میں تجارتی قافلے خدیجہؓ کا سامان تجارت لے کر باہر جاسکیں۔ الغرض، جب خدیجہؓ کے کانوں میں محمد ﷺ کی امانت و دیانت کی خبریں پہنچیں تو انہوں نے رسول ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا سامان تجارت شام لے جایا کریں تو میں آپ کو دوسروں سے دو گنا معاوضہ دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ کاروبار میں ابوطالب کے ساتھ تھے اور انہیں خدیجہؓ کی تجارت کا حال بخوبی معلوم تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ خدیجہؓ نے آپ کی سہولت کے لئے اپنے غلام خاص مصرہ کو بھی آپ کے ساتھ کر دیا۔ آپ کی دیانت اور مسن عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجارت میں برکت عطا فرمائی اور خوب منافع ہوا۔ قافلہ جب سفر سے واپس آیا اور خدیجہؓ کو مصرہ کی زبانی آپ کے اخلاق و اوصاف کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بے حد متاثر ہوئیں اور آپ کو پیغام نکاح بھیج دیا۔ الغرض، پانچ سو درہم طلائی کے مہر پر نکاح ہوا۔ آپ کے چچا ابوطالب نے نکاح پر حایا۔ اس وقت نبی ﷺ کی عمر پچیس اور خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

نبوت سے کچھ عرصہ پہلے نبی علیہ السلام تہنائی پسند کرنے لگے اور اکثر گھر سے باہر مکہ کے پہاڑوں میں کئی کئی دن عبادت الہی میں مشغول رہنے لگے۔ جو کھانا ساتھ لے جاتے اس کے ختم ہونے پر گھر آتے اور خدیجہؓ سے مزید کھانے لے کر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے۔ ایک دن اسی طرح آپ غارِ حرا میں مشغول عبادت تھے کہ پہلی وحی آئی۔ اس کی تفصیل بخاری میں ام المؤمنین عائشہؓ کی روایت میں بیان کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں جب زریب و زینت اور اسراف کی دلدادہ خواتین مردوں پر غلبہ حاصل کر لیں تو پھر کافور و کونا ممکن نہیں رہتا بلکہ مال و زر اور دنیاوی وسائل کے لئے دیوانہ وار مسابقت کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ دراصل ایمان والوں کو تواضع و تواضع اور تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا گیا۔ لباس تو ستر پوشی اور زینت و وقار کے لئے ہے، چنانچہ فرمایا:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَمْسِكُوْا زِیْنَتَکُمْ مِّنْ دُوْنِ الْوُجُوْهِ (۱۱۱۱: ۳۱)

(۱۱۱۱: ۳۱)

بلاشبہ تقویٰ کا لباس مومن کا لباس ہے جس میں سادگی اور وقار ہو اور اسراف و فضول خرچی اور ضرور و نمائش کا تو شائبہ تک نہ ہو کیونکہ یہ شیطانی عمل ہے۔ اسلام کے انقلابی مشن کو سنبھالنے اور آگے بڑھانے کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو پوری طرح اسلام کے سانچے میں ڈھل جائیں، اپنی زندگیوں سے عملی نمونہ پیش کریں اور پھر سب مل کر اپنی صلاحیتوں اور وسائل کو بروئے کار لا کر جدوجہد کریں، تن من و دھن لگائیں تو اللہ تعالیٰ اسراطِ مستقیم پر ہمارے قدم ہمارے گا اور اجرِ کریم سے تو اڑے گا۔

اس مقصد کے حصول اور اس مقدس مشن کی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہم اپنے اندازِ فکر کو بدلیں، نبی علیہ السلام کی تعلیمات اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو نمونہ بنا کر اپنی تربیت کریں، ان کے نقش قدم کی پیروی کریں۔ ہم خواتین کو چاہیے کہ بے دین مغرب زدہ خواتین کے بجائے امہات المؤمنین کو اپنا آئیڈل بنائیں اور انہی کی زندگیوں کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔ امہاتِ جمع کا صیغہ ہے اور یہ "اُمّ" بھی جمع ہے۔ امہات المؤمنین کے معنی ہیں مومنوں کی ماںیں۔ نبی علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات کو قرآن میں مومنوں کی ماںیں کہا گیا ہے۔ (۱۱۱۱: ۷۰) ہم اپنے گھروں میں بسنے آئے ہیں کہ بیٹیاں ماں پر جاتی ہیں، تو اب یہ بات غور طلب ہے کہ ہم اپنے آپ کو تسلیم (اللہ کا اطاعت گزار) کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج کو اپنی ماںیں سمجھتے ہیں تو پھر آخر ہماری خواتین کی زندگیاں ان کی زندگیوں سے مشابہ کیوں نہیں؟ ہمارا رہن کن، وضع قطع، حیا و پاکبازی، ہماری عبادات اور ہمارے معاملات، فرضیکہ ہماری زندگی کا کوئی بھی پہلو ان کے اسوۂ حسنہ کے مطابق نہیں، افسوس صد افسوس! کیا اس کے باوجود ہم اپنے آپ کو جنت کی نعمتوں کے بچے آرزو مند کہنے میں حق بجانب ہیں؟ ہمیں اس بات پر تنبیہ کی سے غور کرنا ہوگا۔

قرآن کی تعلیمات اور نبی علیہ السلام کی تربیت نے قرونِ اولیٰ کی خواتین کی سیرت و اخلاق میں انقلاب برپا کر دیا تھا اور امہات المؤمنینؓ تو بلاشبہ امتیازی مقام رکھنے والی تھیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات ہی کو اہل بیت کہہ کر مخاطب کیا اور ان کی تربیت اور تزکیہ نفس کا خاص اہتمام فرمایا جیسا کہ آیتِ تطہیر سے ثابت ہے فرمایا:

ہو۔ آپؐ کا رخ میں (مشغول عبادت) تھے کہ حق آگیا۔ ان کے پاس فرشتے آیا اور کہا: ”صبر! آپؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں۔ فرشتے (جبریل) نے آپؐ کو پکڑا اور پھینکا، آپؐ نے تکلیف محسوس کی۔ اس نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور کہا: ”صبر۔“ آپؐ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں۔ پھر اس نے دوسری بار پکڑا اور دبا دیا یہاں تک کہ قوت جواب دینے لگی، پھر اس نے چھوڑ دیا اور کہا کہ ”صبر۔“ آپؐ نے پھر کہا کہ میں چاہتا ہوں۔ اس نے پھر تیسری مرتبہ پکڑ کر پھینکا اور پھر چھوڑ دیا اور کہا:

افترأ يا سمر ذلك الذي خلق..... (العلق، آیت ۱۵)

”پھر سو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو خون کی پچھلی سے پیدا کیا۔ پھر سو اور تمہارا رب بہت ہی عزت والا ہے۔ جس نے تم کے ذریعے (عم) نکلیا۔ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

یہ پہلی اتنی تھی جس میں سورۃ طہ کی یہ شروع کی پانچ آیتیں نازل ہوئی۔ نبی علیہ السلام پھر وہاں سے گھر واپس آئے اس حال میں کہ آپؐ کا تپ رہے تھے۔ خدیجہؓ کے پاس پہنچے اور کہا: ”زَمَلُونِي، زَمَلُونِي“ (مجھے گھیر لیں)۔ گھروالوں نے آپؐ کو گھیر لیا اور کہا: ”آپؐ کا خوف جاتا رہا، تو آپؐ نے تمام واقعہ خدیجہؓ سے بیان کیا اور کہا کہ ”مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔“ خدیجہؓ نے (آپؐ کی ڈھارس بندھائی) عرض کیا: ”ہرگز نہیں! اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، نالتوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں، ناداروں کے لئے کھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، براہِ حق میں مصائب برداشت کرتے ہیں۔“ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کو لے کر اپنے بچاؤ اور بھائی ورق بن نوفلؓ کے پاس پہنچیں۔ وہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ انجیل کو عبرانی سے عربی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ وہ کافی بوڑھے تھے اور نابینا بھی ہو گئے تھے۔ خدیجہؓ نے ان کو مصور حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے نبی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ”بیچتے آپؐ کیا دیکھتے ہیں؟“ نبی علیہ السلام نے جو دیکھا تھا بیان کر دیا۔ ورق بن نوفلؓ نے کہا:

”یہ وہی ناموس ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی۔“ نبی علیہ السلام نے (حیرت سے) کہا: ”وہ مجھے نکالیں گے؟“ ورقؓ نے جواب دیا: ”ہاں اس (پیغام) کو جو کوئی بھی لے کر آیا، جس کو آپؐ لے کر آئے ہیں، اس سے (اسی طرح) دشمنی کی گئی۔ اگر میں نے آپؐ کا زمانہ پایا تو میں پوری طرح آپؐ کی مدد کروں گا۔“ پھر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ورق بن نوفلؓ کی وفات ہو گئی۔ ”بہر حال، خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تو آپؐ کے نبی ہونے کا پوری طرح یقین ہو گیا، وہ بلا تامل، ایمان لے آئیں اور ساتھ ان لوگوں میں نمایاں مقام پایا۔ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی اس سیدہ الفطرت خاتون پر اللہ تعالیٰ کا یہ بردست اور عظیم انعام تھا۔ ان کو وہ عزم و حوصلہ عطا فرمایا گیا کہ لوگوں کی مخالفتوں سے بے نیاز ہو کر انہوں نے ایمان کا نہ صرف زبانی اقرار کیا بلکہ جان و مال سے دھوت حق کا پوری طرح

ساتھ دے کر اپنے ایمان کا عملی ثبوت بھی پہنچا دیا اور ہر قسم کے نامساعد حالات اور شدید ترین آزمائشوں میں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا حق ادا کر دیا اور نبی علیہ السلام کے لئے تقویت قلب کا سبب بنی رہیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے نکاح کے بعد کچھ برس تک زندہ رہیں۔ اس عرصے کے دوران انہوں نے اللہ کی راہ میں ہر قسم کے مصائب کو نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ ہر طرح سے رسول اکرم ﷺ کی معاون اور تمکین دہنی رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی وفات تک کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ (مسلم احباب الفضائل) خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے سلسلے میں بخاری و مسلم کے اندر متعدد روایات آئی ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! یہ خدیجہ ایک برحق لڑکی ہیں جس میں سالن دکھانا یا پینے کی کوئی چیز ہے۔ جب وہ آپؐ کے پاس آجائیں تو آپؐ انہیں ان کے پروردگار اور میری طرف سے سلام کہیں اور جنت میں ٹولہ اور موتی سے بے ہوئے محل کی خوشخبری سنائیں، جس کے اندر کسی قسم کی گونج یا شور و غیب ہوگا اور نہ کوئی تکلیف۔ (بخاری و مسلم کتاب الانبیاء و فضائل الصلوٰۃ)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک خدیجہؓ پر تھا اتنا رسول اللہ ﷺ کی کسی اور زوجہ پر نہیں آیا، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا (دونوں کے نکاح سے تین برس قبل وفات پا چکی تھیں)۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے تھے اور جب بھی کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے۔ اور کبھی میں آپؐ سے کہہ دیتی کہ گویا دنیا میں خدیجہؓ کے علاوہ اور کوئی عورت نہیں ہے۔ آپؐ فرماتے کہ ہاں، وہ ایسی ہی تھیں اور انہی سے مجھے اولاد ہوئی ہے، بالدرشا فرماتے کہ انکی محبت مجھے ملنا کی گئی ہے۔ (ایضاً)

اللہ کے رسول ﷺ نے مریم علیہا السلام کی دنیا میں تمام خواتین پر فضیلت کی طرح، خدیجہؓ کو خیر النساء قرار دے کر اس امت میں تمام خواتین پر ان کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم ایضاً)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ خدیجہؓ کی مہین ہال بنت خویلد نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے اس کو خدیجہؓ کا اجازت مانگنا سمجھا۔ چنانچہ اس احساس سے آپؐ رنجیدہ یا خوش ہوئے اور فرمایا: اچھی! یہ تو ہال بنت خویلد ہیں، چنانچہ یہ دیکھ کر مجھے رشک آیا اور عرض کیا کہ آپؐ بھی کیا یاد کرتے ہیں، یعنی قریش کی بوزیہوں میں سے ایک سرت رو بوزیہ کو جس کی چند لیاں پتلی تھیں اور جس کو مرے ہوئے زمانہ ہو گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا بہتر بدل آپؐ کو عطا فرمایا ہے۔ (ایضاً)

قافلہ ہے رواں دواں اللہ محمد

شکیل الرحمن و ارشد ظفر

کل پاکستان اجتماع برائے ناظمین

ناظمین کی تربیت کا یہ اجتماع اس مرتبہ (۲۳ اور ۲۴ مئی ۲۰۰۰ء کو) مسجد توحید کتب خانہ (ضلع دیوبند سرحد) میں منعقد ہوا جس میں شرکت کے لئے ملک کے تمام مراکز سے ناظمین اور نائب ناظمین ۲۲ مئی کی رات تک اجتماع گاہ میں پہنچ گئے تھے۔ ۲۳ مئی صلوٰۃ الفجر کے بعد پنجاب کے امیر حکیم محمد رمضان صاحب نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۳۳ [سأزعوہ اللہ مغفرۃ من ذنوبکم] کے حوالے سے درس قرآن دیا۔

اشراق و ناشتے کے بعد صوبہ سرحد کے امیر نیاز اللہ صاحب کے افتتاحی کلمات سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ انہوں نے پشتو زبان میں خطاب کیا اور سورۃ العصر کی روشنی میں انجام کار خسارے سے بچنے کے لئے چار شرائط (ایمان، عمل صالح، تو اسی بالحق اور تو اسی بالعصر) کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا کہ اہل ایمان کو اللہ کی راہ میں صبر اور تقویٰ کے ساتھ ایمان کا تقاضا پورا کرنے کے لئے کمر بستہ و تیار رہنا چاہئے۔ اسی مقصد کے تحت ساتھیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے یہ اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں جن سے پوری طرح استفادہ کرنا ہماری ضرورت ہے۔ اس لئے ذمہ دار ساتھیوں کو احساس ذمہ داری کے ساتھ اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

اس کے بعد کراچی کے ساتھی شبیر عبد اللہ نے تجویذ کے بنیادی اصول کے طوے پر عربی حروف تہجی کے مخارج کو وضاحت سے بیان کیا اور سورۃ الفاتحہ کی قرأت کے ذریعے مختلف مخارج کی ادائیگی کی مشق کرائی۔

مختصر وقفے کے بعد سورۃ الانعام کی آیت ۱۹ [انذکم لشدیدون ان مع اللہ العذاب اشدی] کے حوالے سے فہم القرآن کا پروگرام ہوا جس کے تحت ۲۰ منٹ دورانیے کی چار تقاریر ہوئیں۔ ان تقاریر میں پنجاب (فیصل آباد اور لاہور) سے بالترتیب نوجوان ساتھی رفعت نواب اور گنیش (رار) ارشد صاحب، صوبہ سرحد سے محمد مظہر صاحب اور بلوچستان سے امام احمد صاحب نے شرکت کی۔ بعد ازاں فہم القرآن کے سلسلے میں ہونے والی ان تقاریر پر کراچی کے سعید احمد

صاحب نے تبصرہ کیا اور مقررین کی رہنمائی کے لئے کچھ اصولی باتیں بیان کیں۔

فہم القرآن کی تقاریر کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی، جس میں شرکاء اجتماع نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔ صلوٰۃ الظہر اور کھانے کے وقفے کے بعد سرگودھا کے ناظم ماسٹر عبدالعزیز صاحب نے عربی تعلیم کے سلسلے میں حروف ملت کے تعلق سے گرائمر کے اصول بیان کئے۔ اس کے بعد منور سلطان نے ”الحق من ذلک فلا شکون من المحتویں“ کے عنوان سے ایک خصوصی مقالے کے ذریعے دعوت اور اس کے طریق کار کے تعلق سے وقتاً فوقتاً اٹھائے جانے والے بعض شکوک اور اعتراضات کے سلسلے میں قرآن و حدیث کے حوالوں سے مزین دلیل وضاحت کی۔

صلوٰۃ العصر کے بعد باہمی مشاورت کے عنوان سے ایک پروگرام کے تحت پہلے آزاد کشمیر کے امیر محمد آزاد خان صاحب نے سورۃ القف کی ابتدائی آیات کے حوالے سے ایمان کے تقاضے کے موضوع پر مختصر تقریر کی۔ اس کے بعد امیر عظیم محمد خلیف صاحب نے سورۃ المائدہ کے تیسرے رکوع کی آیات کے حوالے سے اظہار خیال کیا، جس میں ان آیات کے فہم مضمون کی وضاحت کے ساتھ ساتھ سامعین کو دنیا کی زندگی میں اخلاص کے ساتھ مومنانہ طرز عمل اپنانے، (ادھر وہاں کا تقاضا پورا کرتے ہوئے) اللہ سے کئے گئے عہد بندگی کو نبھانے، حسن اخلاق اور دعوت و تبلیغ میں حکمت و موعظت کا انداز اختیار کرنے اور اس طرح اس مجموعی کردار اور طرز عمل کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنانے کی تلقین کی گئی۔

صلوٰۃ المغرب کے بعد محمد گل صاحب نے سورۃ المؤمن کی آیت ۳۶ [النار بعرضین علیہا غلظوا و عشیہ] کی روشنی میں مذاہب قبر کے موضوع پر پشتو میں تقریر کی۔

۲۴ مئی صلوٰۃ الفجر کے بعد محمد اعظم خان صاحب نے سورۃ الحجرات کی آیت ۱۵ [اما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ] کے حوالے سے درس

صحاب کی تقریر کے بعد منور سلطان صاحب نے عربی تعلیم کے سلسلے میں سورۃ الفاتحہ کے حوالے سے عربی قواعد بیان کئے۔

بعد ازاں امیر تنظیم کے اختتامی جلسے پر ناظمین کا یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ انہوں نے سورۃ الاحزاب کے تیسرے رکوع کی آیات کے حوالے سے خطاب کیا اور غزوہ احزاب کے موقع پر پائی جانے والی صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے بیان کیا کہ اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے خلاف آخری بازی لگانے کے ارادے سے سارے عرب کے قبائل کو اکٹھا کر لائی تھیں۔ اس شدید آزمائش اور انتہائی مشکل مرحلے پر دو کروڑ ساتھ آتے ہیں۔ ایک کمزور ایمان کے حاملین اور منافقین پر مشتمل تھا اور دوسرا سچے اور مخلص ایمانداروں پر۔ منافقین اور کمزور ایمان والوں نے حالات کی سنگین اور خطرے کو دیکھ کر کہا کہ اللہ اور رسول کا وعدہ محض فریب تھا۔ گویا دل کی کمزوری زبان پر آ گئی۔ ان میں سے ایک گروہ نے لوگوں کو پلٹ جانے کا مشورہ دیا اور کچھ نے مختلف حیلے بہانے بنا کر میدانِ عمل سے قرار کاراستہ اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔ جبکہ اللہ کے مقابلے میں اللہ کے خالص مومن بندوں نے جب اپنے خلاف جمع ہونے والے کفار کے لشکروں کو دیکھا تو یہ سادہ سادہ بیکار اٹھے کہ یہی وہ وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے کیا تھا کہ اس راہ میں تمہیں شدید آزمائشوں سے سادہ پیش آئے گا اور یہ سچا وعدہ ہے۔ پانچ حالات کی شدت اور آزمائش کی سختی کے اس مرحلے پر کسی قسم کی کمزوری دکھانے کے بجائے ان کے ایمان اور اسلام یعنی جذبہ اطاعت میں مزید جھلکی آ گئی۔ مالک نے ان آیات کے ذریعے آزمائش کی اس گھڑی میں ان کے عزم و ہمت اور جذبہ ایثار کا ایک نقشہ کھینچا ہے جو قیامت تک اہل ایمان کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ اور تقویت دہن کی کامدان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عقلمند مقصد اور اس راہ میں آنے والے ایسے ہی مراحل کے لئے اپنے مخلص و ایماندار بندوں کو چھانٹتا ہے، جو نفس کی خواہشات کو اپنے مالک کے حکم کے تابع کرتے ہیں، اللہ کی نافرمانی کے کاموں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور اپنے اندر اس طرح مومنانہ اور مجاہدانہ اوصاف پیدا کرتے ہیں۔ نظم و ضبط، صبر و طاقت اور تسلیم و رضا کے پیکر بنتے ہیں۔ یاد رکھئے اسلامی اجتماعیت انہی اوصاف اور صلاحیتوں کے حامل افراد کے ذریعے پروان چڑھا کرتی ہے۔ آج بھی اسی بات کی ضرورت ہے کہ صحابہ کرامؓ کی طرح قرآنی آیات کا مصداق اور چلتے پھرتے نمونے بننے کی کوشش کی جائے۔ یہ اجتماعات کثیر القاصد ہوتے ہیں۔ کتاب و سنت کی تعلیم کے سلسلے میں درس و تدریس کی تربیت و رہنمائی، نظم و ضبط اور صبر و طاقت کی پابندی، نفس کے تقاضوں کو بائنا اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے مال خرچ کرنا اور سفر کی تکالیف و مشقت برداشت کرنا، دوسروں کیلئے ایثار و قربانی، سیرت و کردار کی تعمیر، یہ سارے مقاصد اور اہداف پیش نظر ہوتے ہیں جن کے حصول کے لئے اس طرح کے اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے ان سے بھرپور استفادہ کرنے کی نیت و ارادے سے ان

قرآن دیا اور بیان کیا کہ دنیا میں ایمان کے دھوئے اردوں کی کمی نہیں ہوتی لیکن اللہ کی کتاب کی اس آیت کا مصداق اور اپنے دھوی ایمان میں سچے اور کھلے صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو پورے شعور اور یقین کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد پھر اس تعلق سے وہ کبھی شک میں پڑتے ہیں اور نہ کبھی ڈانٹاؤں ہوتے ہیں، بلکہ اپنے ایمان کا تقاضا عملی طور پر اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دے کر پورا کرتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی مختلف آیات اور احادیث کی روشنی میں ان سچے ایمانداروں کی بعض نمایاں صفات بیان کیں، مثلاً اللہ کے ذکر سے ان کے دل لرز جاتے ہیں اور اللہ کی کتاب کی آیات ان کے ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ وہ اللہ کے ساتھ (یعنی اور مالی عبادات کے ذریعے پابندی کے رشتے کو استوار رکھتے ہیں اور اسی پر توکل و بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں صبر و ثبات اور استقامت سے جیسے والے، شدید آزمائشوں اور کڑی مشکلات کے مراحل میں کمزوری، ٹھیکرہٹ یا بدگمانی کا شکار ہونے کے بجائے ان مشکلات کو اس راہ کا لازمی تقاضا سمجھ کر اپنے مالک کی رضا پر راضی رہنے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے وعدے کی صداقت پر اعتماد کرنے والے، اپنے مالک کی طرف سے عائد شدہ فرائض اور دینی ذمہ داریوں کو قلب و ذہن کی آمادگی، ذوق و شوق اور پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے والے اور اس سلسلے میں ہر طرح کے غرور و معذرت سے گریز کرنے والے، اللہ کے رسولؐ یا اجتماعی نظم کی آواز پر لبیک کہنے والے اور اللہ کے دین کے تعلق سے اجتماعی ذمہ داریوں کی اواٹگی کے سلسلے میں کسی طرح بھی میدانِ عمل سے ہٹکنے یا حرف شکایت زبان پر لانے سے گریز کرنے والے، پورے اخلاص اور مستعدی کے ساتھ اجتماعی نظم کی پابندی کرنے والے اور اپنے مالک سے اجر کے طالب بن کر، پوری طرح یکسوئی، دلچسپی اور بے نقسی کے ساتھ اس کی راہ میں ہر پرہیزگار اور سرگرم عمل رہنے والے۔ ایسے ہی وفا شعاروں کا ایمان اللہ کے نزدیک معجز اور قابلِ قبول ہوا کرتا ہے۔

اشراق اور ناشتے کے وقفے کے بعد شیخ عبداللہ صاحب نے تجوید و قرأت القرآن کے سلسلے میں دوسرا سبق دیا اور حروف مد، حروف ثقیں، حروف ثقیلہ اور غنہ کے اصولی سمجھائے۔ اس کے بعد سندھ کے نوجوان ساتھی غلام اللہ نے اصول حدیث کے سلسلے میں مدرس کے فرائض انجام دئے اور حدیث کی تعریف، سند کے اعتبار سے اس کی تقسیم، صحیح حدیث و حدیث متواترہ اور ان کی شرائط و خبر واحد کی اقسام اور بعض دوسری اصطلاحات کے بارے میں وضاحت سے سمجھایا۔

اصول حدیث کی تعلیم کے بعد ڈاکٹر عمر خطاب صاحب نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۴ [الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِّلَّهِوَالرَّسُولِ] کے حوالے سے تقریر کی۔ اور مذکورہ آیت کے علاوہ اس کے بعد والی آیات کی روشنی میں غزوہ احد کے حالات و واقعات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کا ذکر کیا۔ عمر خطاب

میں شرکت ہونی چاہئے اور ان مقاصد کے حصول کے لئے قومی عزم و توجہ لے کر یہاں سے نکلیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق سے نوازے۔ آمین

امریکہ میں پانچویں سالانہ توحید کانفرنس

امریکہ میں توحید کانفرنس کے عنوان سے پانچواں سالانہ اجتماع ۴ اور ۵ اگست ۲۰۰۰ء بروز جمعہ و ہفتہ، یہاں کی ریاست کیلیفورنیا (California) کے شہر سانتا آنا (Santa Ana) میں منعقد ہوا، جس میں شرکت کیلئے امریکی ریاستوں: فلوریڈا (Florida)، ٹیکساس (Texas)، مسوری (Missouri)، الی ٹو آئے (Illinois) اور ماساچوسٹس (Massachusetts) کے علاوہ کینیڈا سے بھی ساتھی تشریف لائے۔ حسب معمول شرکاء کی رہائش اور اجتماع کے لئے مقامی شہر سانتا آنا کے ایک ہوٹل میں کچھ کمرے اور ایک کانفرنس ہال کرائے پر لے لئے گئے تھے۔ چونکہ کانفرنس کا آغاز اجتماع کا، میں صلوٰۃ الجمعہ کی ادائیگی سے ہوا تھا، اس لئے بیشتر ساتھی جمعرات کی شام کو ہی سانتا آنا پہنچ گئے تھے۔ صلوٰۃ الجمعہ کے سلسلے میں خطابت و امامت کے فرائض مسوری سے آنے والے ساتھی ڈاکٹر قسین خالد نے انجام دئے۔ اس دوروزہ کانفرنس کے دوران مختلف موضوعات کے تحت تقاریر کے علاوہ سوال و جواب اور باہمی تبادلہ خیال و مشاورت وغیرہ پر مشتمل پروگرام ہوئے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلے روز صلوٰۃ الجمعہ و طعام کے بعد سے عصر تک ہونے والی نشست میں دو تقاریر ہوئیں۔ پہلی تقریر فلوریڈا کے شہر میامی (Miami) کے ساتھی محمد ارشد ظفر صاحب نے سورۃ الممتحنہ کی آیات ۳ تا ۶ کے حوالے سے کی، جس میں انہوں نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے اسوۂ حسنہ پر روشنی ڈالی، جنہوں نے شرک کے ہر شاخے سے پاک ایمان کو اختیار کیا اور اپنی قوم کے شرکانہ عقائد اور گمراہ کن طرز عمل سے کلیتہاً برأت و بیزارگی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے سامنے اللہ کی بندگی کی دعوت پیش کی اور اللہ کے دین پر استقامت کے ساتھ جیسے رہنے کا حق ادا کیا۔ مالک نے ان کے اس مثالی کردار کو اس طرح پسند فرمایا کہ اسے اپنی مقدس کتاب کے ذریعے اہل ایمان کے لئے قابل تقلید نمونہ قرار دیا۔

دوسری تقریر میں ٹیکساس کے ساتھی عمران قیصر صاحب نے سورۃ الکہف کی آیات ۱۳ تا ۱۷ کی روشنی میں اصحاب کہف کے بارے میں بیان کیا کہ یہ چند نوجوان تھے جو خلاص کے ساتھ اپنے رب پر ایمان لائے۔ اللہ نے ان کی رہنمائی فرمائی اور انہیں اپنی قوم کے اہمال و اعدا کی بندگی کی دعوت اٹھانے کی توفیق ملی۔ چنانچہ انہوں نے قوم کے شرکانہ نظریات اور طور طریقوں کے خلاف آواز بلند کی۔ یہاں تک کہ قوم اور اس کے بااختیار طبقے کی طرف سے شدید مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے، ان سے کنارہ کش ہو کر ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور پڑرائی فرمائی اور انہیں ایک لمحے

عرصے تک سلائے کے بعد بیدار کیا تا کہ لوگ ان کے حال سے باخبر ہوں اور جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ عمران قیصر نے اصحاب کہف کے اس واقعے کے حوالے سے کہا کہ نوجوان کسی بھی تحریک کا ایک اہم حصہ ہوتے ہیں، چنانچہ دعوت ایمان کی لگتی کو اپنے گرم سیال خون سے سینے کی ٹنگ دودھیں ہمیشہ نوجوانوں نے ہی براہ دل دے کر دروازا کیا اور طاعنوتی تو قوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر اس راہ کی آزمائشوں اور تکالیف کو اٹھیر کیا ہے۔ اس لئے آج بھی ضرورت ہے کہ نوجوان دعوت حق کے سلسلے میں سرگرم عمل ہوں۔

صلوٰۃ الجمعہ کے بعد سوال و جواب پر مشتمل مختصر چار گرام ہوا۔ پھر دو تقاریر ہوئیں۔ پہلے میامی کے ساتھی فہیم خان صاحب نے سورۃ الاعراف کی آیات ۹۶ تا ۹۹ کے حوالے سے ایمان و تقویٰ کو اپنی تقریر کا موضوع بناتے ہوئے بیان کیا کہ انبیاء مجتہم السلام کو دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایمان و تقویٰ اختیار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے، جبکہ ان سے بے پرواہ ہو کر کفر کی راہ پر چلنے والے مذاب الہی کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی سنت اور تاریخ کا سبق ہے، مگر لوگوں کی اکثریت اس سے رہنمائی حاصل کرنے سے محروم رہتی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر قسین خالد نے سورۃ البقرہ کی آیات ۲۶۱، ۲۶۲ کی روشنی میں اتفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر تقریر کی، اور قرآن وحدیث کے حوالوں سے اتفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اور اللہ کے نزدیک اس کے اجر و ثواب کو واضح کیا۔

صلوٰۃ المغرب کے بعد سوال و جواب کی مختصر نشست کے علاوہ شرکاء اجتماع میں باہمی تبادلہ خیال ہوا اور صلوٰۃ العشاء کی ادائیگی پر پہلے دن کا پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پہلے دن کے پروگرام میں مجموعی طور پر ۱۳۵ افراد شریک ہوئے۔

دوسرے روز ۵ اگست بروز ہفتہ صلوٰۃ الفجر کے بعد کینیڈا سے آنے والے ساتھی محمد زہد صاحب نے سورۃ النمل کے پانچویں رکوع کی آیات کی روشنی میں درس قرآن وحدیث دیا اور ال واحد کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے ترجمانی انداز میں بیان کیا کہ ہمیں چاہئے کہ اپنے گھروں میں قرآن مجید کے باقاعدہ مطالعہ کا اہتمام کریں اور اس میں اہل خانہ کو بھی شریک کریں تاکہ ہمارے گھروں میں اسلامی ماحول پروان چڑھے۔ کتاب و سنت کی تعلیمات سے باقاعدہ تعلق ہی ہمیں اپنے دین پر قائم رہنے اور اس دور کے فتنوں سے خود کو محفوظ رکھنے کیلئے صحیح رہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔

درس قرآن اور تائید کے بعد مسلسل چار تقاریر ہوئی جن میں سب سے پہلے فلوریڈا کے عاطف دریں صاحب نے سورۃ الاسراء کی آیات ۲۳ تا ۲۸ کے حوالے سے تقریر کی۔ انہوں نے متعلقہ آیات کے علاوہ سورۃ النساء کی آیت ۳۶ اور مختلف احادیث کی روشنی میں اللہ کے حق (بندگی) اور بالخصوص حقوق العباد کے سلسلے میں والدین، قرابت داروں اور پڑوسیوں کے حقوق اور ان سے صلہ رحمی اور حسن سلوک

اٹھ ہار کیا گیا ہے۔ انہوں نے اس آیت کی روشنی میں شرک کی بعض حروف اقسام کی نشاندہی کر کے بیان کر دیا۔ اس سے اگلی تحریر کا عنوان بھی تو سید ہادی نقوی ہی بنی تھا جس میں شہزادہ صاحب نے سورۃ الاخلاص کے حوالے سے انگریزی زبان میں مختصر خطاب کیا۔

آخر میں جو پاپوس کے ساتھ ملے مصائب اور فائدہ کے پہلے و آخر
کی آیات کے حوالے سے تقریر کی جس میں انسان کی حقیقت، اس کے مقصد حیات
اور انجام کو واضح کیا گیا ہے۔ یعنی بدارت سے مراد کونسی روش پر چلنے والوں کے
لئے نیکو ہیں، ملوک اور عقلاء کی آگ تیار کی گئی ہے جبکہ بدارت کو قبول کر کے غشی کی
راہ پر چلنے والوں کے لئے جنت کی نعمتیں اور آسمانیں ہیں۔ انہوں نے موجودہ
حالات کا جائزہ لیتے ہوئے بیان کیا کہ اس دور میں مختلف انسانی مسائل کی وجہ اس
بدارت سے ہے۔ پرواہی اور دین و ایمان سے دوری ہے، چنانچہ ان تمام مسائل کا حل
صحیح ایمان اختیار کرنے اور اس کا تقاضا پورا کرنے میں ہے۔ اس لئے اہل ایمان کو
چاہئے کہ وہ موت حق کو چھلانے میں حکمت و ہمت سے کام لیں اور اس کو اپنا
فریضہ سمجھ کر اس کے لئے کوشش کریں۔

صلوٰۃ العصر کے بعد والی وجہ اب کا قدرے تشکیلی پروگرام ہے جس کے بعد اس اجتماع کا اختتام ارشد ظفر صاحب کے اعتقادی نکلات پر ہوا۔ انہوں نے اجتماع کے دوران ہونے والی مختلف تقاریر کے حوالے سے بیان کیا کہ ٹیک اعمال کا دار بعد اہل صحیح ایمان پر ہے۔ ایمان کے بغیر اعمال راجح و حیرتیں جن کی وجہ سے فساد و بیک کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اس لئے شرک سے پاک ایمان اختیار کرنے کے بعد عقلی طور پر اس کا تقاضا پورا ہونا چاہئے۔ اور اس ایمان کی دعوت کے لئے تیاری اور سرگرمی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

دوسرے دن شرکاء کی تعداد ۳۳ تھی۔ اس اجتماع کی خاص بات اس میں خواتین کی شرکت تھی، جن کے لئے خصوصی پردے کا انتظام کیا گیا تھا۔ انہوں نے اس اجتماع میں مجھ پروردہ لکچر کے ساتھ حصہ لیا اور سوال و جواب کے پروگراموں میں زیادہ تر سوالات خواتین شرکاء کی طرف سے ہی کے گئے تھے۔

توجہ طلب!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاتَّقُوا نَفْسَ مَا قَدْ مَتَّعْتُكُمْ مِنْهُ وَمَا قَدْ أَفْلَحَ مَن تَوَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ حِصْنًا مِّنَ اللَّهِ وَمَا قَدْ أَفْلَحَ مَن تَوَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ حِصْنًا مِّنَ اللَّهِ وَلَمْ يَتَوَلَّى يَدِيَّ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

(2) $\frac{1}{2} \frac{d}{dt} \left(\frac{1}{2} \frac{d}{dt} \right)$ [illegible]

سے پیش آنے کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کیا۔ دوسرے نمبر پر میا می کے ساتھی محمد بارون صاحب نے سورۃ آل عمران کی آیات ۱۴۴ تا ۱۴۷ کے حوالے سے وفات النبی ﷺ کے موضوع پر تقریر کی، اور کتاب وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں موضوع کے حق میں دلائل دیتے ہوئے بیان کیا کہ اس قدر محکم اور واضح تعلیمات کے باوجود آج امت کی اکثریت نے وفات کے مقابلے میں حیات النبی کا عقیدہ اپنا رکھا ہے۔ چنانچہ اس کو بنیاد بنا کر اللہ کے نیک بندوں اور خود مسلمانہ اولیاء کے علاوہ دوسرے والے کو (و اسی دنیوی قبر میں زندہ ماما جاتا ہے، جبکہ حیات فی القبر کا یہ عقیدہ قرآن و صحیح احادیث کے انکار پر مبنی اور شرک کی چیز ہے۔ تیسرے نمبر پر انی ٹوائے کے شہر شکاگو (Chicago) سے آئے ہوئے ساتھی محمد نس صاحب نے اپنی تقریر میں سورۃ العصر کی روشنی میں شمارے سے منپٹنے کے لئے چار شرائط ایمان، اعمال صالحہ، تو اسی پالنے اور تو اسی باہر کی وضاحت کی اور اس سلسلے میں "امت مسلمہ" کی بے فکری اور غفلت شعاری کو اس کی موجودہ دیگر گروں حالت کی عیب قرار دیا۔ اس سلسلے کی آخری تقریر لاہور (نئے) ساتھی عثمان عبداللہ کی تھی جنہوں نے سورۃ بقرہ کی آیات ۶۱، ۶۲ کے حوالے سے اپنے مختصر خطاب میں یہ بتایا کہ وہی اللہ کون ہیں؟ اور کہ جو کتاب وسنت کے مطابق ایمان و تقویٰ کے مطلوبہ معیار پر پورا اترتے ہیں یا وہ خود ساختہ اولیاء کہ جن کے حشرات اور آستانے مریع خلافتی اور غیر اللہ کے نام کی نذر دنیا، زہن، حواس، دیکاروں اور دماغیوں کی آماجگاہ بن کر کفر و شرک کے اڑے بن گئے ہیں؟

تقدیر کے اس سلسلے کے اختتام پر مختصر وقت ہوا جس کے بعد اجتماع میں موجود تمام ساتھیوں کی ایک نشست میں مستقبل کے لائحہ عمل پر غور کیا گیا۔ پھر ایک مختصر سیشن میں پاکستان کے تعلق سے دہلوی سرگرمیوں پر ایک رپورٹ پڑھی گئی جس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ آخر میں ڈاکٹر حسین خالد صاحب نے سورۃ البرعدہ کی آیت ۲۸ کے حوالے سے اللہ کے ذکر کی اہمیت بیان کی اور اسی اثناء میں شرکاء اجتماع نے بعض مسنونہ دعا پڑھیں اور ان کو پڑھا کر نے کی کوشش کی۔

صلوٰۃ الطلوع وطلوع کے وقت کے بعد صبح کے پھر لگاتار چار وقت پڑھائی ہوئی۔
 اولا عمران قیصر صاحب نے سورۃ النمل کی آیت ۳۵ کے حوالے سے رد طاغوت کے
 موضوع پر تقریر کی۔ انہوں نے طاغوت کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا کہ اللہ کی
 بندگی اختیار کرنا اور طاغوت سے اجتناب تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک سنت ہے۔
 انہوں نے اپنی اپنی قوموں کو اسی کی دعوت دی۔ گویا طاغوت سے اجتناب کے بغیر
 اللہ کی بندگی کا حقیقہ او انہیں ہو سکتا، جس طرح اس کے تقریباً رو کے بغیر ایمان معتبر نہیں
 ہوتا۔ اس کے بعد ڈاکٹر عسین خالد صاحب نے آیت الکہفی (سورۃ البقرہ: ۲۵۵) کو
 اپنی تقریر کا موضوع بنایا اور بیان کیا کہ قرآن کی یہ عظیم آیت اللہ کی وحدانیت کا کھلا
 اور واضح اعلان ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ اور اس کی قدرت و عظمت کا

سلسلہ سوال و جواب

سعید احمد

ترتیب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

سوال 1: کیا موی علیہ السلام و نیاوی قبر میں نماز میں پڑھتے تھے؟
جواب: معراج کے موقع پر نبی ﷺ بیت المقدس میں پہنچ کر مسلم کی روایت کے مطابق سارے انبیاء کی صلوٰۃ میں امامت فرمائی۔ اس بات کو بتانے کے لئے کہ آپؐ آخری نبی ہیں اور پیغمبروں کے امام بھی، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کے طور پر خرق عادت و نیاوی زندگی کی شکل میں تمام انبیاء کو نکجا کر دیا اور آپؐ سے سارے نبیوں کی صلوٰۃ میں امامت کروائی۔ اس صلوٰۃ کی ادائیگی کے بعد جب آپؐ اوپر آسمانوں میں پہنچتے ہیں تو ان نبیوں کو دوبارہ دیکھا جنہیں بوقت امامت بیت المقدس میں دیکھ چکے تھے اور حدیث میں ارشاد بھی فرمایا کہ فلاں فلاں نبیوں کو امامت کے وقت دیکھا۔ لیکن انہی کو جب اوپر آسمانوں میں دیکھا تو بار بار اپنے ہمراہی جبرائیل سے پوچھنا پڑا کہ ہن هذا یا جبرائیل (اب جبرائیل یہ کہہ رہے ہیں) آسمان پر آدم، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ مختلف انبیاء علیہم السلام کو دیکھا لیکن ان سب کے لئے پوچھا کہ یہ کون ہیں، یہ کون ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ نیاوی قبر میں صلوٰۃ ادا کرنے والے موی علیہ السلام اپنے برزخی جسم کے ساتھ نہ تھے ورنہ یہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی کہ یہ کون ہیں کیونکہ تھوڑی دیر پہلے ہی تو دنیا میں صلوٰۃ کی امامت کرتے ہوئے انہیں دیکھا تھا۔ دراصل یہ واقعہ معراج ایک مجرہ تھا اور مجرے کا ہر واقعہ خرق عادت یعنی معمول کے خلاف ہوتا ہے جس کو نیا دینا کر یہ عقیدہ ثابت کرنا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی دنیاوی قبروں میں صلوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اسی طرح دوسرے مردے بھی اپنی دنیاوی قبروں میں زندہ ہیں، ایک باطل استدلال ہے۔

سوال 2: ڈاکٹر صاحب یہ جو قرآن میں کہا گیا ہے کہا آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور نبی ﷺ نے بھی تفرقہ بازی سے منع کیا ہے بلکہ یہاں تک کہا کہ صرف ایک گروہ بخشا جائے گا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ اس کے باوجود آج کل یہاں جتنے فرقے بن رہے ہیں یا بن چکے ہیں تو اس کا کیا ہوا ہے؟
جواب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران ۱۰۴) مالک ایک خاص بات کہتا ہے کہ تم سارے لوگ جو ایمان کے اقرار ہی ہو سب اللہ کی دی یعنی قرآن و حدیث سے چمٹ جاؤ۔ اور اگر یہ رہا کہ قرآن و حدیث کے علاوہ تمہارے سامنے کسی فلسفی کی بات تمہارے باپ دادا کی ریت، کسی بڑے کا قول، وغیرہ تم نے دین میں داخل کیا تو یہ تفرقہ ہے۔ اس سے تمہارے اندر

وحدت باقی نہیں رہے گی، اکائی ٹوٹ جائے گی۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ وحدت کی بنیاد یہی اصل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنًا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ (آل عمران ۶۴) کہ تم اللہ کو کیلا مان لیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ یہ ایک کلمہ ہے جس میں بتایا ہے کہ اس کی طرف بلاؤ۔ پھر جو یہ بات نہ مانے تو قرآن و حدیث سے ہٹ کر کوئی اپنی بات چلانا چاہے تو یہ تفرقہ اندازی ہے۔ فرقہ بندی یہ نہیں ہے کہ آپؐ قرآن و حدیث کی طرف بلائیں کہ اللہ کے نبی مدینے والی قبر میں زندہ نہیں ہیں، درود و سلام نہیں سنتے۔ اب دوسرا یہ بتاتا ہے کہ نہیں صاحب اللہ کے نبی تو اسی مدینے والی قبر میں ہی زندہ ہیں، درود و سلام سنتے ہیں تو گویا وہ اس اصل اللہ کو ماننے کے لئے تیار نہیں جس کو لے کر ہم چل رہے ہیں۔ اب ہم ان کو اپنے ساتھ لے کر کیسے چل سکتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ قبر میں نبی ﷺ پر ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ اہل حدیث کہتے ہیں کہ نبی ہی نہیں بلکہ سارے مردے زندہ ہیں، دیکھتے اور سنتے ہیں۔ یہ ساری باتیں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ یہ تفرقہ بازی ہے۔ جو بات قرآن و حدیث کے خلاف کہی جائے وہی تفرقہ ہے اور جو بین قرآن و حدیث کے مطابق ہو تو وہ اصل اللہ ہے جس سے تمسک کا اللہ نے تعیم دیا ہے۔ لوگوں نے اس اصل اللہ کو چھوڑ کر اپنی بنائی ہوئی چیزوں کو تمام کر گروہ و فرقے بنائے ہیں اور شکل حزب بما لدنہم فرحون۔ اللہ کے دین کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ہر ایک کے ہاتھ جو آئی ہے وہی میں گن اور خوش ہے اور پھر اس طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں کہ ہم اہلسنت والجماعت ہیں، ہم نبیؐ کو نور کا مانتے ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی وفات نہیں ہوئی، ہمارے بزرگ قاسم نانوتوی نے آپؐ حیات میں لکھ دیا ہے کہ وفات کے وقت نبی ﷺ کی روح جسم سے نہیں نکلی۔۔۔۔۔ تیسرا گروہ سب مردوں کو زندہ مانتا ہے۔ یہ تینوں گروہ خلاف قرآن بات کہتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے: قَالَتِ الْيَهُودُ لَسْتَ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَسْتَ الْيَهُودَ عَلَىٰ شَيْءٍ (البقرہ ۱۱۳) یعنی یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ غلط ہے ان کے پاس کچھ بھی نہیں اور اسی طرح عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کا عقیدہ غلط ہے ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ یہی حال ہمارے یہاں سارے فرقوں کا ہے۔ یہودی ہیں، بریلیوی ہیں یا اہلحدیث۔ یہ سب تفرقہ بازی ہیں، یہ سب اصل اللہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے مسلک سے تمسک کئے

ہو گئے ہیں۔ اب اگر کوئی انہیں قبل اللہ کی طرف بلاتا ہے تو یہ کلمہ تو ہاڑی نہیں بلکہ
عین دین ہے، دعوت حق ہے، اسلام کی خدمت ہے۔

سوال 3: کیا خرمین کے علماء صحیح مسلک پر ہیں؟

جواب: صحیح مسلک پر نہیں ہیں۔ جیسا کہ میں نے بار بار بتایا ہے، ان میں دو
یا تین کفر و شرک کی موجود ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو مدینے والی قبر میں زندہ مانتے
ہیں، اور وہ سلام شیعہ کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ بھی کہ جو درود و سلام و دوسرے پڑھا
جائے فرشتے اسے پکڑا دیتے ہیں۔ گویا فرشتے یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ
ﷻ علیہ السلام اللہ عز و جل پر ہر قسم کے کفر و ایمان کے لئے دعا کرتے
رہتے کرتے ہیں لیکن یہ اسے اللہ کے بنائے نبی کے پاس لے جاتے ہیں!

سوال 4: کیا اہل کتاب مشرک شخص کسی مومن کی نماز جنازہ اور نکاح پڑھا سکتا
ہے؟

جواب: نکاح میں اصل چیز گوہ اور ایجاب و قبول ہے۔ کسی مومن و مشرک سے
پڑھوانے کی کوئی قید نہیں۔ مشرکین سے برائت و بیزاری کے اظہار کے لئے ان سے
نکاح بھی نہ پڑھوایا جائے۔ لیکن اگر مجبور ہو، مومن نکاح پڑھانے والا نہ ہو اور کوئی
مشرک پڑھا دے تو نکاح ہو جائے گا۔ البتہ کسی مومن کی نماز جنازہ کوئی مشرک نہیں
پڑھا سکتا۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ مومن کو چاہیے کہ وصیت کر جائے کہ اس کی
نماز جنازہ کوئی مومن ہی پڑھائے۔

سوال 5: ہمارے یہاں چھوٹے بچوں کا بچپن میں نکاح کر دیا جاتا ہے اور بڑا
ہوئے پر صرف رسم ادا کی جاتی ہے اور لڑکی کو رخصت کر دیا جاتا ہے اور نہ مومن کی
عرضی معلوم نہیں کی جاتی۔ کیا اس طرح کیا ہوا نکاح درست ہوتا ہے؟

جواب: ایسے معاملے میں ولی کو اختیار ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے
بچپن کے بچوں کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ بچے اور بچی کا عقد نکاح کا عقد
زین تو یہ نکاح ہو جاتا ہے۔ اب بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی دونوں کو اختیار ہے کہ
چاہیں تو اس نکاح کو برقرار رکھیں چاہیں ختم کر دیں۔ ایسے نکاح کا شوہر طلاق دے
سکتا ہے اور بیوی رخصت ہونے سے انکار کر کے اس نکاح کو ختم کر سکتی ہے۔

سوال 6: واقعہ معراج پر روشنی ڈالیں کہ جس طرح یہ منایا جاتا ہے درست ہے؟
کیا یہ معراج جسمانی تھی؟

جواب: واقعہ معراج بالکل حقیقی ہے۔ قرآن اس پر شامد ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ
کو ان کے رب نے اپنی بارگاہ میں بلایا اور آپ اپنے مختصری جسم کے ساتھ گئے۔ یہ
کوئی خواب کا معاملہ نہیں تھا۔ شیعوں کے نزدیک یہ روحانی معراج تھی۔ محمد بنی
الخلق نے اپنی حدیث کا ثبوت دیتے ہوئے روایت کیا ہے کہ عاصمؓ سے روایتی
معاملہ سمجھتی ہیں کہ معراج کے موقع پر آپ کا جسم اپنے ہنر سے غائب نہیں ہوا تھا۔
یہ شخص یہ بات امیر معاویہؓ سے بھی منسوب کرتا ہے۔ یہ بالکل جھوٹا شخص ہے۔ معراج

سے متعلق صحابہ میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ سب کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی ﷺ اپنے جسم
کے ساتھ جبرائیل کے ساتھ برق پر پر بیت المقدس گئے اور وہاں سے آجائیں تک
اور جبرائیل کی معیت میں ساتویں آسمانوں کی بڑی۔ یہ بالکل حقیقی بات ہے۔ لیکن یہ
بات حقیقی و معلوم نہیں کہ معراج کس زمانے کا واقعہ ہے۔ بعض نے کہا کہ مکہ کا
شروع و زکا واقعہ ہے، بعض نے حرمین کی کہا اور زیادہ تر یہ کہتے ہیں کہ ہجرت سے
ایک سال پہلے کا واقعہ ہے۔ جب سال ہی صحیح طور پر معلوم نہیں تو عید اور تاریخ کا
تعیین کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اور جس طرح سے اس واقعہ کو منایا جاتا ہے، یہ کسی
ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں۔ یہ مصوفیوں اور شیعوں کی خالص اختراع ہے۔
عبد القادر جیلانی صاحب نے شیعہ الکاملین میں اس کی بڑی تعریف کی ہے اور جیسے
بھی مصوفی ہیں سب ہی اس کو مانتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں کوئی بھی روایت درست
نہیں۔ کسی صحیح روایت میں اس کی کوئی تفصیل نہیں، بیان کوئی، انداز کے روزے اور
دست چلنے کے بارے میں کچھ بتایا گیا ہے۔ بات وراثت سے ہے کہ جب ان لوگوں
میں اصل دین باقی نہ رہا تو کچھ نہ کچھ تو ان کو کراہی ہے۔ کچھ یمن اور رواج ایجاد
کر لے تاکہ لوگ مشغول رہیں۔ اور اس طرح سے دین کے دیواروں کا بکراہ و بار
بھی چھڑا رہے اور وہ اپنی کھائی کھری کرتے رہیں۔

سوال 7: معراج میں کیا نبی ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟

جواب: عاصمؓ سے مروی ہے کہ پوچھا کہ کیا نبی ﷺ نے اللہ کو دیکھا تھا۔ عاصمؓ
نے جواب دیا کہ میرے قور و غلنے سے ہو گئے رقم نے یہ بھی بات کہ ولی اللہ
نے یہ کیا کہ نبی ﷺ نے اللہ کو دیکھا، وہ جھوٹا ہے۔ (بخاری کتاب التہجد، سورۃ النہر)
لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اللہ سے بات کر لیا، اللہ تو پورے میں تھا، انگوٹھی
سے پچھانا، لیکن یہ انگوٹھی ملی کی تھی، جب آپؐ کا پاؤں پچھلایا تو ہمارے نوٹ
صاحب نے بڑھ کر تھاں لیا، اسی جہ سے دیکھ گیا ہے۔ اسی جسم کی باتیں
یہودیوں کی کتاب مہد نامہ حقیق (Old Testament of Bible) میں
یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بھی لکھی ہیں۔ بتایا ہے وہ اس معنی میں بیٹے ہیں
کہ سب سے بڑا ایہود۔ ان کا اللہ سے کسی بات نہ رشتہ میں تازہ ہو گیا تو
اللہ سے انہوں نے شفی لڑی اور (تعوذ باللہ) اللہ کو چہرہ دیا۔ ابھی تک اس کی کتاب
توریت میں لکھا ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب قرآن مجید کی حفاظت نہ
فرماتا تو یہ باتیں اس کتاب میں بھی آجاتیں۔ کھڑی کے مولوی یعقوب صاحب
نے تیار ہو میں کی ایک محفل میں کہا کہ یہ لوگ کہتے ہیں اولیاء اللہ میں ملاقات نہیں زندہ
عالم یہ ہے کہ کبھی "مفسر غوث پاک" جب ماں کے پیٹ میں تھے، والدہ و نور بصورت
اور جو ان تھیں بالیک لہر حرو نے بری نگاہ سے ان کو دیکھا، "مفسر غوث پاک" ماں
کے پیٹ سے تلوار لے کر باہر آ گئے اور اسے قتل کر دیا، عالم یہ ہے کہ دامپور کے

دراصل یہ ظلم یوں ہوا کہ ایک مدت گزر جانے کے بعد فیہ دینداری کے ماہر نے اپنا پیشہ چکانے کے لئے ہندوؤں کے طرح دیوتاؤں اور دیویوں کے فوج تیار کر کے

ان کے گرد ایک عظیم الشان دیو مالا کاتانا بانا بن دیا۔ پھر اسلام کا شیعہ اور متھرا وجود میں آئے اور مسلمان گیشوں اور مریوں نے جنم لیا۔ کھڑے پھروں کے جگہ پڑے پھروں نے قبروں کے شکلوں میں اپنے استھان بنائے اور درکش کے نام بدل کر زیارت رکھا گیا۔ پر نام کے جگہ سلام نے لے لے۔ ڈنڈوں نے سجدہ تعظیم کا جام پہنا۔ پھیروں کے بجائے طواف ہونے لگے۔ پر شاد تبرکے بنے گیا۔ بھجور نے قوالی کا روپ دھار لیا۔ اور یہ موجودہ "دین" وجود میں آیا۔ پھر ہزاروں قیدی بنے۔ لاکھوں کے عصمتیں برباد ہوئیں۔ لاتعداد لاشے تڑپے۔ نوہالوں کا خون چوسے چوسے کر یہ دھرتی پر اب ہوئی مگر اسے نئے دین کے بہاروں کا ایک پھول نہ کھلایا۔

کوئی کہے یا نہ کہے، ہم اعلان کرتے ہیں کہ یہ دین ہمارا دین نہیں ہے۔ یہ ایمان ہمارا ایمان نہیں ہے۔ ہم تو ایسے دین الیہ ایمان کے جانے دشمن ہیں۔ ہم تو اسے سچے دین اور سچے ایمان کے قائل ہیں جو عبادت و معاملات، کردار و عمل، تہذیب و تمدن، تعلیم و ثقافت، سیاست و سیادت، صلح و جنگ، غرض زندگی کے ہر شعبہ کو اللہ کے رنگ میں رنگ دے۔ اور غیر اللہ کے رنگ کا ایک دھبہ بھی باقی نہ چھوڑے اور اگر یہ انقلاب زندگی میں رونما نہ ہو تو سمجھ لو کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے :-

(۱) یا تو ایمان کا اقرار کرنے والا کم عقل اور سفید ہے اور ایمان کے تقاضوں کو سمجھ ہی نہیں رکھتا۔

(۲) یا وہ منافق ہے کہ زبان سے تو اقرار کر رہا ہے مگر دل سے مان کر زندگی اور ماحول میں تبدیلی لانے پر تیار نہیں ہے۔ وہ ایمان ہرگز ایمان نہیں ہے جس کے اثر سے انسان کے کردار و عمل میں اس کے صبح و شام میں انقلاب نہ آجائے۔ سچے ایمان ہی کو یہ توفیق ملتی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اسے کہ تو حید کو قائم کرنے کے لئے سربکف میدان میں اتر کر باطل کو لٹکائے۔ پھر زمین کا پیسہ سر اچھلیں سینے چاکے ہوں، آسمان دھوئیں سے بھر جائے اور جب زمین کو کون ملے اور گرد چھنٹے تو یہ معلوم ہو کہ حق اپنے وسائل کے لیے کئی کے باوجود کامران ہے اور باطل پسپا اور بے حال۔

ہمارے سامنے یہ ایک ہدف ہے۔ ہم اللہ کے بندوں کو برابر اسے ایمان کے طرفہ بلاتے رہیں گے چاہے ایک ہاتھ بھی ہماری حمایت میں نہ اٹھے۔ اور ایک زبان بھی ہماری تائید کرنے پر تیار نہ ہو۔ انشاء اللہ۔ کیونکہ اسی طرح سے ذلت عزت میں،

بے آبروئی آبرو مندی میں اور بزدلی جرات میں بدلے سکتے ہیں۔ اور پھر یہ خرابی خستہ، ذلیل رسوا امت

دنیا اور آخرت میں سرفرازی، کامرانی اور تاجداری کے مستحق بنے سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے۔ آمین۔ (اقتباس: یہ مزار یہ جیلہ ۳۲، ۳۳)

ثَنَانِ مُوجِبَتَانِ

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :
 أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ :
 يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمَوْجِبَتَانِ
 قَالَ : مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ
 وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ ۝
 (مُسْلِم : كِتَابُ الْإِيمَانِ)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :
 بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
 حاضر ہوا اور عرض کیا :
 یا رسول اللہ ! (جنت و دوزخ کو) واجب کر دینے والی دو چیزیں کونسی ہیں ؟
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
 ”جو شخص اس حال میں موت سے ہمکنار ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
 نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ
 اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا ہو، وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔“